گلزارِ داغ
ان اُستاد فصیحُ الملک
واب مرزا خاں داغ دہلوی

دیوانِ اوّل

جہانِ اُستاد، فصیح الملک
نواب مرزا خاں داغ دہلوی

قیمت

چھ روپیہ

ناشر

نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ لکھنؤ

ٹیلیفون

آفس ۲۴۵۵۹

رہائش ۲۵۳۳۴

ناشر: عزیز الرحمٰن   بار دوم اگست ۱۹۷۳ء   پرنٹر۔ نظامی پریس لکھنؤ

دیباچہ

استاد داغ کی شاعری کا آغاز ان کی گیارہ سالہ عمر یعنی سنہ ۱۸۴۲ء سے ہوا ہے کیونکہ داغ قلعہ معلیٰ میں پہنچنے سے پہلے شعر کہنے لگے تھے سنہ ۱۸۴۴ء میں قلعہ میں پہنچے اور پہنچتے ہی استاد ذوق کے شاگرد ہوئے اور ذوق کی وفات (سنہ ۱۸۵۴ء) تک ذوق سے پورا پورا استفادہ کرتے رہے' اس دس سالہ عرصۂ شاگردی میں نہ صرف داغ نے بے انتہا کوشش اپنے آپ کو تیار کرنے کی کی بلکہ ذوق نے بھی شاگرد کو ہونہار اور محنتی پاکر بڑی دلسوزی اور محنت سے تیار کیا۔

ذوق اپنے ساتھ ہر مشاعرے میں داغ کو لے جاتے تھے اور جن مشاعروں میں شاہ ابوظفر کی غزل جاتی اسے ذوق ہی سناتے اور ذوق کی غزل داغ پڑھا کرتے تھے قلعہ میں سوائے شاعری کے اور کوئی کام داغ کو تھا ہی نہیں اس لئے اس دس سالہ مدت میں داغ نے اتنی ترقی کر لی جتنی اور لوگوں نے تیس سال میں بھی نہیں کی تھی۔ اسی سبب سے ذوق کے انتقال کے بعد داغ نے غالب کی شاگردی اختیار نہیں کی، مگر غالب خود داغ کے مداح اور معترف تھے۔ داغ کو اپنے پاس بلاتے۔ اپنی غزلوں پر غزلیں کہلواتے اور سن سن کر خوب داد دیتے تھے،

غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد داغ رام پور پہنچے تو وہاں ایک ایک کرکے امیر، امیر، منیر جلال وغیرہ بھی پہنچ گئے اور ان لوگوں سے مقابلے ہونے لگے امیر تو داغ کے مقابلہ میں کیا آسکتے تھے ان کے استاد اسیر نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا مگر داغ کو نیچا نہ دکھا سکے اسی طرح جلال و منیر بھی داغ کے آگے اپنا چراغ نہ جلا سکے۔

داغ نے ابتدائے شاعری سے غدر تک جو کچھ کہا تھا وہ ایک ضخیم دیوان کی شکل میں مروّت اور مرتب تھا جو غدر کے ہنگامے میں تلف ہو گیا، جلوۂ داغ میں خود داغ نے لکھوایا ہے کہ یہ تلف شدہ کلام غزل، قصیدہ، قطعہ، واسوخت، رباعی، مخمس، خطوط، نظم، عرائض وغیرہ ہر صنف پر مشتمل تھا جو ساٹھ جزو یعنی ۹۶۰ صفحات پر حاوی تھا، اور یہ مبالغہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ داغ جیسا پرگو شاعر جو دو دن میں فریادِ داغ جیسی مثنوی کہہ سکتا ہے یقین ہے کہ بارہ سال میں ۹۶۰ صفحات کا دیوان یا کلیات مرتب کر چکا ہوگا۔

بہر حال یہ انمول ذخیرہ غدر میں تلف ہوا اس کے بعد سے داغ نے پھر اپنا دیوان مرتب کرنا شروع کیا، غدر سے پہلے کی غزلیں جو یاد آ گئیں، دوبارہ لکھ لیں اور پھر نیا کلام اس دیوان میں شریک ہوتا رہا چنانچہ ۱۸۷۷ء میں داغ نے اپنا پہلا دیوان گلزارِ داغ مرتب کر کے مطبع انوار محمدی لکھنؤ کے حوالہ کر دیا جسے منشی تیغ بہادر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر ۱۸۷۸ء میں شائع کیا۔

اس دیوان میں ۳۹۱ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد ۴۹۶۸ ہے جو ۵۸۲ صفحات پر محیط ہے جس کا مسطر ۱۹ سطری ہے، رباعیات، مخمس، مسدس قصائد اور قطعات، اس کے علاوہ ہیں مگر ان کی تعداد بھی زیادہ نہیں۔

اس تعداد شاعری کو دیکھ کر ہر شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب داغ نے سولہ سال میں (۹۶۰) صفحات کا کلیات مرتب کیا تھا اب بیس سال میں اس نے صرف ۳۱۲ صفحات کا دیوان کیوں چھپوایا؟ یہ اعتراض اہم بھی ہے اور قابلِ غور بھی؛ حقیقت یہ ہے کہ غدر کے بعد سے ۱۸۶۶ء تک یعنی تقریباً دس سال داغ چکر میں پھنسے رہے رام پور میں مستقل تقرر نہیں ہوا تھا نواب صاحب۔ جیب خاص سے پرورش فرماتے رہے اور داغ کبھی رام پور میں رہتے کبھی دہلی میں کبھی کہیں

کبھی کبھیں کیونکہ ان کے تعویض میں نواب صاحب کے خانگی کاروبار تھے جس کے لیے جانا پڑتا تھا اس طرح دس سال تک وہ زیادہ شعر نہ کہہ سکے اور جب ۱۸۶۶ء میں ان کا مستقل تقرر رام پور میں ہوگیا تو بھی انھوں نے شاعری سے زیادہ اپنی مفوضہ نوکری ہی میں وقت دیا پھر درباداری بھی انھیں کرنی پڑتی تھی اس طرح ۱۸۶۶ء سے ۱۸۷۸ء تک تقریباً بارہ سالہ مدت میں انھیں مشاعرے کی طرحی غزلوں کے علاوہ بہت کم موقع شاعری کرنے کا ملا، اسی لیے ان کا سرمایہ شعر محدود رہا، علاوہ ازیں داغ میں غدر کے بعد وہ جولانی اور آنچ بھی باقی نہیں رہی تھی جو قلعہ کے قیام کے زمانے میں تھی' مرزا فخرو کی وفات، قلعہ سے نکلنا پھر دہلی کی بربادی، قلعہ کی مسماری سلطنت مغلیہ (چاہے وہ برائے نام ہی کیوں نہ ہو) کا دیکھتے دیکھتے ختم ہوجانا پھر اپنا لٹنا اور بیک بینی و دوگوش رام پور پہنچ کر نواب صاحب کے رحم وکرم پر زندگی بسر کرنا، یہ سب باتیں ایسی تھیں جو ایک شخص کو خودکشی کی دعوت دے سکتی تھیں مگر داغ رجائی تھے انھوں نے ان سب آفتوں اور مصیبتوں کو انگیز کیا اور پھر بھی مشغلہ شعر وسخن جاری رکھا یہ انھیں کی ہمت تھی'۔

بہرحال آج گلزارِ داغ پیش ہے اور اس میں کی صرف غزلیں پیش کی جارہی ہیں متفرقات الگ ہیں جو آخر میں شائع ہوں گے۔

داغ کے کلام پر تبصرہ یا اس پر تنقید میں نہیں کرنا چاہتا ڈاکٹر آفتاب احمد (ڈھاکہ) نے ایک مختصر کتاب گلہائے داغ مرتب کرکے اس کلام کو بڑی عمدگی سے انجام دیا ہے اور ماہنامہ نگار کے داغ نمبر میں بھی داغ کے کلام پر خاصی روشنی ڈالی گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ داغ کے پورے دواوین طبع ہونے کے بعد ایک مستقل کتاب داغ کی شاعری پر پیش کروں گا۔

داغ کا پہلا دیوان گلزارِ داغ لکھنؤ ہی سے شائع ہوا تھا اور اب پھر اسی

دیوان کو لکھنؤ ہی میں طباعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے، بعض حضرات جو لکھنؤ اور دہلی کے جھگڑے کھڑا کر کے رو تے جھگڑتے ہیں وہ اس وسعت قلبی اور اردو خدمت کی داد دیں کہ آج سے اکیاسی سال پہلے بھی ایک دہلوی شاعر کو لکھنؤ ہی نے عوام سے روشناس کرایا اور آج بھی ایک لکھنؤ ہی کا ادارہ داغ کے نایاب کلام کی اشاعت کر کے اردو کی خدمت کر رہا ہے۔

آج کل اردو کی ٹھوس خدمت کرنے کی ضرورت ہے، دہلی، لکھنؤ، اہل زبان اور غیر اہل زبان کے جھگڑے اردو کے لیے ہلاکت آفریں ہیں، داغ ہوں یا امیر مینائی دونوں نے ہی اردو میں شاعری کی ہے اور اردو کی بڑی خدمت کی ہے ان معمارانِ اردو کے نقش قدم پر چل کر ہمیں چاہیے کہ اردو کی خدمت کریں اور اپنی زبان کو مستقل اور مضبوط بنائیں۔ فقط

تمکین کاظمی

سلطان شاہی
حیدرآباد دکن نمبر ۲
یکم ستمبر ۱۹۵۶ء

اُستاد داغ

نواب فخرالدولہ، دلاور ملک احمد بخش خاں بہادر رستم جنگ والی فیروز پور جھرکہ و لوہارو کے فرزند نواب شمس الدین خاں کے گھر محلہ چاندنی چوک دہلی میں ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء روز چہارشنبہ دن کے دو بجے استاد داغ نے جنم لیا؛

داغ کی والدہ محمد یوسف سادہ کار کشمیری کی بیٹی اور دہلی کی خوبصورت عورتوں میں سے تھیں انھوں نے داغ کا نام نواب مرزا رکھا۔ جبن بسم اللہ یعنی تسمیہ خوانی کے زمانے میں داغ کے والد نواب شمس الدین خاں کو سر ولیم فریزر ریذیڈنٹ دہلی کے قتل کے شبہہ پر حکومت انگریزی نے ۸ اکتوبر ۱۸۳۵ء کو پھانسی دے دی۔

چونکہ نواب شمس الدین خاں کی جائداد ضبط ہوگئی اور ان کے متعلقین بھی دار و گیر میں مبتلا ہوگئے اس لیے داغ کی خالہ عمدہ خانم نے داغ کو گود لے لیا اور داغ اپنی خالہ کے گھر رہنے لگے۔ عمدہ خانم نواب یوسف علی خاں (جو بعد کو نواب رام پور ہوئے) سے متعلق تھیں۔ اور نواب محمد سعید خاں کے تخت نشین رام پور ہوتے ہی ۱۸۴۰ء میں نواب یوسف علی خاں رام پور چلے گئے انھا لیے عمدہ خانم بھی گئیں اور داغ کو ساتھ لے گئیں۔

رام پور میں داغ کی ابتدائی تعلیم ہوتی رہی جہاں مولوی غیاث الدین مولف غیاث اللغات کی شاگردی نصیب ہوئی اور نواب یوسف علی خاں بہادر نے بھی کچھ پڑھایا۔

داغؔ کی والدہ بڑی ہی بدنصیب تھیں۔ شمس الدین خاں کے بعد انھیں بڑی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا، جس سے بمشکل چھٹکارا پاکر وہ آغا تراب علی دہلوی کے گھر میں روپوش رہیں جہاں انھوں نے سنہ ۱۸۴۲ء میں آغا مرزا شاغل کو جنم دیا، اور جلد ہی قسمت کی گردش ختم ہوکر ستارہ عروج پر آیا اور سنہ ۱۸۴۴ء میں قسمت نے انھیں لال قلعہ میں پہنچا دیا اور ولی عہد سلطنت صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر عرف مرزا فخرو کے عقد نکاح میں آگئیں چنانچہ قلعۂ معلیٰ میں پہنچتے ہی انھوں نے داغؔ کو رام پور سے بلا لیا اور سنہ ۱۸۴۵ء میں مرزا خورشید عالم کو جنم دیا۔

قلعۂ معلیٰ میں پہنچنے کے بعد داغؔ کی تعلیم باقاعدہ شروع ہوئی، تعلیم و تربیت کے علاوہ خوش نویسی فنون سپہ گری، بانک، بنہیکتی، علم، شہ سواری اور نشانہ اندازی کی تعلیم ہوئی۔

قلعہ میں پہنچنے کے بعد داغؔ کو شعر و شاعری سے دلچسپی پیدا ہوگئی جس سے واقف ہوکر مرزا فخرو نے داغؔ کو استاد ذوقؔ کا شاگرد کرا دیا اور داغؔ نے باقاعدہ شاعری شروع کر دی، اور مشاعروں میں ذوقؔ کے ساتھ شریک ہونے لگے۔

مصطفےٰ خاں شیفتہ کے مشاعرے میں پہلے پہل داغؔ نے شرکت کی اور یہ مطلع

شرر و برق نہیں شعلہ و سیماب نہیں
کس لیے پھر یہ ٹھہرتا دلِ بیتاب نہیں

سنایا تو دلی والوں کی آنکھیں کھل گئیں، اور داغؔ کا نام ہر ایک کی زبان پر رہنے لگا اس کے بعد سے ہر مشاعرے میں داغؔ شریک ہونے لگے۔

داغؔ کی شادی ان کی پندرہ سال عمر میں کر دی گئی مگر وہ عروسِ شاعری کے پیچھے پڑے رہے اور تن من دھن شاعری ہی کے نذر کر دیا، ان کے اس شغف اور شوق کو دیکھ کر ذوقؔ نے بھی اپنی پوری توجہ ان پر صرف کر دی اور داغؔ کو تھا

تیار کر دیا چنانچہ ۱۸۵۴ء میں جب ذوقؔ نے وفات پائی تو داغؔ فارغ الاصلاح اور اپنے طور پر غزل کہنے کے قابل تھے، ذوقؔ کی آٹھ نو سال کی کوشش نے داغؔ کو استاد بنا دیا تھا چنانچہ ذوقؔ کے بعد شاہ ظفر ولی عہد بہادر اور دوسرے شہزادے غالبؔ سے مشورہ کرنے لگے لیکن داغؔ نے غالبؔ کی شاگردی اختیار نہیں کی مگر چونکہ غالبؔ داغؔ کے پھوپھا تھے اس لئے وہ غالبؔ کے پاس زیادہ آتے جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے رہے، چنانچہ یہ سلسلہ غدر ۱۸۵۷ء تک جاری رہا۔

۱۸۵۶ء میں مرزا فخرو اللہ کو پیارے ہو گئے اور بارہ سال کے بعد داغؔ کو قلعہ سے نکلنا پڑا، مگر بدنصیبی سے قلعہ سے نکلنے کے چند مہینے کے بعد ہی ۱۸۵۷ء کو ہنگامہ ہوا اور داغؔ اپنی والدہ بھائی اور بیوی کو ساتھ لے کر رام پور پہنچ گئے، جہاں نواب صاحب رام پور نے بطور مہمان رکھا اور بڑی توجہ سے خبر گیری فرماتے رہے۔

آٹھ سال تک نواب صاحب ... نے اپنی جیب خاص سے داغؔ کی خبر گیری کی اور ۱۸۶۶ء میں اصطبل اور دوسرے کارخانہ جات سرکاری کا مہتمم مقرر کیا بظاہر اس خدمت کی تنخواہ ماہوار ساٹھ ستر روپے تھی مگر نواب صاحب نے جیب خاص سے جو امداد شروع سے فرما رہے تھے وہ جاری رکھی اس طرح داغؔ نہایت خوشحال زندگی بسر کرتے رہے۔ نواب صاحب کے خانگی کام اور سرکاری مشاعروں کا انتظام داغؔ ہی کے سپرد تھا۔

۱۸۶۶ء میں نواب صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تو داغؔ ہم رکاب تھے ۱۸۷۲ء میں نواب صاحب نے حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ منورہ سے سعادت اندوز ہونا چاہا تو داغؔ کو بھی ساتھ لیتے گئے۔

سنہ ۱۸۷۸ء میں داغ نے اپنا پہلا دیوان گلزار داغ چھپوایا،

سنہ ۱۸۷۹ء میں داغ کی والدہ نے رام پور میں انتقال کیا،

سنہ ۱۸۸۰ء میں بے نظیر کے میلے میں کلکتہ کی مشہور طوائف منی بائی حجاب آئی تو داغ سے بھی ملاقات ہوگئی اور دونوں میں خلوص پیدا ہوگیا چنانچہ سنہ ۱۸۸۱ء کے میلے میں بھی داغ نے منی بائی کو رام پور بلوایا اور پھر سنہ ۱۸۸۲ء میں خود بھی کلکتہ گئے۔ واپس آکر اسی سال وہ مشہور مثنوی کہی جو فریاد داغ کے نام سے مشہور ہے سنہ ۱۸۸۵ء میں داغ نے اپنا دوسرا دیوان آفتاب داغ اور مثنوی فریاد داغ چھپوائی، سنہ ۱۸۸۷ء میں نواب کلب علی خاں والئی رام پور اللہ کو پیارے ہوگئے اور ان کے انتقال کے بعد رام پور کے حالات ایسے بدل گئے کہ داغ بددل ہوگئے اور ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۸۷ء کو مستعفی ہوکر دہلی پہنچ گئے،

دہلی میں بیوی کو چھوڑکر داغ نے لاہور۔ اجمیر۔ کشن کوٹ۔ آگرہ۔ علی گڑھ متھرا۔ جے پور۔ منگرول وغیرہ کا دورہ کیا۔ مگر کہیں کوئی صورت روزگار کی نکل نہ سکی۔ مجبوراً ۱۲ اپریل سنہ ۱۸۸۸ء کو حیدرآباد کے لیے روانہ ہوئے حیدرآباد پہنچ کر سوا سال تک بڑی جدوجہد کی اور ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۸۹ء کو دہلی واپس ہوگئے۔ ۲۹ مارچ سنہ ۱۸۹۰ء کو پھر حیدرآباد کے لیے دہلی سے روانہ ہوگئے۔

۹ فروری سنہ ۱۸۹۱ء کو رات کے نو بجے حضور غفران مکان میر محبوب علی خاں بہادر شہریار دکن کی غزل اصلاح کی غرض سے پہنچی اور داغ اسی روز سے استاد شاہ بن گئے۔ ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۸۹۱ء کو ساڑھے چار سو روپے ماہوار تنخواہ منظور ہوئی اور تاریخ آمد حیدرآباد یعنی ۷ اپریل سنہ ۱۸۸۸ء سے بقایا دلوایا گیا۔ جس کی مقدار اٹھارہ ہزار نو سو روپے تھی، اس کے بعد داغ نے اپنے

متعلقین کو حیدرآباد بلالیا اور ۱۸۹۴ء میں خطابات

بلبلِ ہندوستان جہاں استاذ ناظم یار جنگ، دبیرالدولہ، فصیح الملک نواب مرزا خان بہادر سے سرفراز ہوئے۔

۸ ستمبر ۱۸۹۴ء کو سابقہ تنخواہ ساڑھے چار سو پر ساڑھے پانچسو روپے کا اضافہ منظور ہوا اور ایک ہزار روپے تنخواہ مقرر ہوئی، اس کا بقایا یعنی ورود حیدرآباد سے مبلغ بیالیس ہزار آٹھ سو روپے نقد ملا اس طرح پہلے اور دوسرے بقایوں کی یکمشت رقم اکسٹھ ہزار سات سو روپے ملی۔

تقرر کے بعد داغ نے ایک خوش نویس کو صرف دیوان صاف کرنے کی خاطر ملازم رکھا تھا جس کے ہاتھ سے کتابت کرا کر تیسرا دیوان مہتاب داغ ۱۸۹۳ء میں چھپوایا۔

نومبر ۱۸۹۴ء میں داغ کی منھ بولی بیٹی لاڈلی بیگم کے شوہر مرزا اعتمادالدین احمد خاں نے دہلی میں انتقال کیا جس کی وجہ سے انھوں نے اپنی آغوشی بیٹی لاڈلی بیگم اور ان کے کمسن فرزند مرزا ناصرالدین احمد خاں کو حیدرآباد بلالیا اور حضور نظام سے عرض کر کے ۱۸ فروری ۱۸۹۵ء کو لاڈلی بیگم کے نام تین سو روپے، اور ناصرالدین احمد خاں کے نام.. چار سو روپے منصب جاری کرائی، اس طرح ہر مہینے داغ کے گھر سترہ سو روپے آنے لگے۔

۱۸۹۶ء میں داغ کی بیوی نے انتقال کیا جس کا صدمہ داغ کو عمر بھر رہا۔

۱۸۹۹ء میں داغ نے حضور نظام سے عرض کر کے اپنے چھوٹے بھائی مرزا خورشید عالم کے نام سے دو سو روپے ماہوار منصب جاری کرائی۔

۱۸۹۹ء میں حضور نظام نے کلکتہ کا سفر فرمایا تو داغ بھی ہمرکاب تھے واپسی میں داغ نے امیر مینائی کو بنارس کے مقام پر حضور میں باریاب کرایا اور

حضور نے امیر کو حیدر آباد آنے کے لیئے فرمایا۔ چنانچہ ۵ ستمبر ۱۹۰۰ء کو امیر حیدر آباد پہنچے داغ نے ان کی مہمانداری کی مگر بدنصیبی سے وہ آتے ہی بیمار ہو گئے اور باوجود داغ کی توجہ دل سوزی اور ان تھک کوشش کے ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کو انتقال کر گئے۔ جن کی تجہیز و تکفین داغ ہی نے کی اور ان کے ہمراہیوں کو مدت تک مہمان رکھا، پھر امیر مینائی کے فرزند لطیف احمد اختر مینائی اور ان کے شاگرد رشید حافظ جلیل حسن جلیل مانک پوری کو مہاراجہ کشن پرشاد بہادر کی سرکار میں ملازم رکھوا دیا،

جنوری سنہ ۱۹۰۲ء میں داغ کی پرانی محبوبہ منی بائی حجاب حیدر آباد آگئیں مگر زیادہ مدت تک نہ رہ سکیں بلکہ ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء میں کلکتہ واپس ہو گئیں۔

داغ جب پہلی بار حیدر آباد آئے تو بازار رشیدی عنبر میں سیف الحق ادیب کے مہمان رہے مگر جب دوسری مرتبہ حیدر آباد آئے تو محلہ افضل گنج میں محبوب گنج کی مکان سے ملحق ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے جب ملازم ہو گئے تو اس مکان کے برابر کے دو اور مکان بھی لے لیئے اور وہیں سنہ ۱۹۰۲ء تک رہے بالآخر ترپ بازار میں راجہ گوپال راؤ کی کوٹھی کرایہ پر لی اور مرنے تک اسی میں مقیم رہے۔

مہتاب داغ کی طباعت کے بعد سے یادگار داغ کے نام سے ایک دیوان بہت ہی ضخیم مرتب ہو گیا تھا جسے چھپوانے کا ارادہ ہی تھا کہ کسی نے یہ دیوان چرا لیا۔ داغ نے اس کی بازیافت کی بڑی کوشش کی مگر دیوان نہ مل سکا۔ مجبوراً شاگردوں کے پاس جو غزلیں تھیں منگوالیں گلدستوں میں چھپی ہوئی غزلیں نقل کرالیں اور رنڈیوں اور قوالوں کو جو کلام یاد تھا لکھوا لیا، اور از سر نو یادگار داغ کی ترتیب شروع ہوئی۔

احسن مارہروی اور افتخار عالم مارہروی نے حیدرآباد آکر داغ کے پاس قیام کیا ابتداً احسن مارہروی نے داغ کی ایک سوانح عمری مرتب کرنی چاہی چنانچہ ان کی خواہش پر داغ نے اپنی سوانح حیات انہیں لکھوادی جسے انہوں نے جلوۂ داغ کے نام سے ۱۹۰۲ء میں شائع کر دیا پھر ایک لغت فصیح اللغات کے نام سے مرتب کرنے لگے، افتخار عالم نے داغ کا ایک روزنامچہ لکھنا شروع کیا جو ان کے جانے کے بعد احسن مارہروی کے پاس رہا جسے انہوں نے بھی اپنے قیام حیدرآباد ۱۵ رجون ۱۹۰۲ء تک لکھا تھا۔ یہ مسودہ احسن مارہروی کے ذخیرے میں پڑا رہا جسے پچیس سال کے بعد ان کے فرزند رفیق مارہروی نے برآمد کیا۔ تو کرم خوردہ ہو کر پڑھا نہ جاتا تھا، پھر بھی رفیق مارہروی نے بڑی محنت سے اسے دوبارہ مرتب کر کے بزمِ داغ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

۱۹۰۳ء میں دلی دربار ہوا تو حضور نظام کے ہمرکاب داغ بھی دہلی گئے۔ ۱۸۹۰ء میں داغ جو دوبارہ حیدرآباد آئے تو پھر دہلی نہ جاسکے تھے یہ پہلا سفرِ دہلی کا تھا جو فصیح الملک بننے کے بعد ہوا اور داغ نے عزیز و اقارب دوست احباب اور شاگردوں سے خوب ملاقاتیں کیں۔

داغ کی بیوی کے انتقال کے بعد سے ان کا سکون اور اطمینان غائب ہو گیا ان کی پروردہ بیٹی لاڈلی بیگم اور ان کے شوہر مرزا سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی ان کے ساتھ رہنے لگے ان لوگوں کی چیرہ دستیاں داغ کو سخت ناگوار تھیں۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو داغ کے آرام و اطمینان کا کوئی خیال نہ تھا۔ داغ سے روپیہ وصول کرنا اور خود عیش کرنا چاہتے تھے، داغ نے اسی بے آرامی اور بے اطمینانی سے پریشان ہو کر منی بائی حجاب کو کلکتہ سے بلوایا تو بھی ان لوگوں نے اسے ٹکنے نہ دیا اور داغ کو طرح طرح سے ستاتے رہے،

یوں داغ کی صحت مدت سے خراب تھی مگر وہ بڑی ہمت سے سب کچھ برداشت کرتے رہے بالآخران کا بلڈ پریشر بہت بڑھ گیا اور فالج کا دوسرا حملہ ہوا جو علاج معالجے سے کم ہو رہا تھا کہ اچانک تیسرا حملہ ہوا اور ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۰۵ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضور نظام نے اپنے مصاحبین کو بھجوا کر اپنے جیب خاص کے اخراجات سے تجہیز و تکفین کے انتظامات فرمائے۔ نماز عید کے بعد مکہ مسجد میں داغ کے جنازے کی نماز پڑھی گئی اور شاہانہ تزک و احتشام سے جنازہ درگاہ یوسف شریفین میں پہنچایا اور اندرون احاطۂ درگاہ شریف دفن کیا گیا۔

داغ کی ولادت ذی الحجہ میں ہوئی تھی وفات بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ اور داغ کی دیرینہ آرزو حج کے روز مرنے کی خدا نے پوری کر دی، داغ کی عمر بحساب قمری ۷۶ سال اور بحساب شمسی ۷۴ سال تھی۔

داغ کے انتقال کے بعد ان کے ورثاء مرزا خورشید عالم اور مرزا سراج الدین سائل اور ان کی بیوی لاڈلی متروکہ پر لڑتی رہیں اسی ہڑبونگ میں سراج الدین سائل نے داغ کا دیوان یادگار داغ فروخت کر دینا چاہا جس کی اطلاع مرزا خورشید عالم نے حضور نظام کو دی اور حضور نے دیوان منگوا لیا جو ڈیوڑھی میں محفوظ ہو گیا۔

احسن مارہروی نے یادگار داغ کی غزلوں کی ایک حد تک نقل کر لی تھی داغ کے انتقال کے بعد جس قدر غزلیں فراہم ہو سکیں انھیں شامل کر کے انھوں نے یادگار داغ چھپوا دیا جو بڑا کار آمد دیوان ہے چونکہ احسن مارہروی نے جون ۱۹۰۲ء تک حیدر آباد میں رہ کر یادگار داغ کی غزلیں نقل کر لی تھیں اس لیے اس کے بعد کا کلام یادگار داغ میں شریک نہ ہو سکا جسے فراہم کر کے بعد میں انھوں نے لالہ سری رام دہلوی (مؤلف خمخانۂ جاوید) کو دیا اور انھوں نے ضمیمۂ یادگار داغ کے

نام سے یہ کلام بھی شائع کر دیا۔ اس طرح داغ کے چار دیوان منظرِ عام پر آ گئے۔

ان چاروں دواوین کا انتخاب "منتخب داغ" کے نام سے احسن مارہروی نے الگ شائع کر دیا ہے جو بہت غنیمت ہے مگر داغ کے دواوین مدت سے نایاب تھے۔

میرے پاس داغ کے پورے دیوان تھے مگر بعد میں ضائع ہو گئے۔ چنانچہ میں نے بڑی ہی دقت سے گلزارِ داغ اور آفتابِ داغ کے ناقص نسخے خرید کر اپنا سٹ مکمل کیا۔ پھر بھی ضمیمۂ یادگارِ داغ مجھے ہندوستان میں نہ مل سکا ایک عنایت فرما فاضل صاحب نے پاکستان سے فراہم کر دیا،

دواوین داغ کی یہ نایابی میرے لیے بڑی تکلیف دہ تھی — میں نے اکثر ناشروں سے اس کے متعلق گفتگو کی مگر کسی نے اس کی ہمت نہ کی بالآخر میرے قدیم کرم فرما جناب نسیم انہونوی آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ پہلا دیوان حاضر ہے، ہر ایک دیوان کی صرف غزلیں اور رباعیاں الگ الگ شائع ہو رہی ہیں، قصیدہ، قطعات وغیرہ ان شاء اللہ آخر میں مثنوی فریادِ داغ کے ساتھ متفرقاتِ داغ کے نام سے شائع ہوں گے۔ فقط

سلطان شاہی
حیدرآباد دکن نمبر۲
۱۹۵۵ء

تمکین کاظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

عدوئے سامری فن دیکھئے اعجاز رقم میرا
عصائے موسوی ہے حمدِ خالق میں قلم میرا

برنگِ بوئے گل ہے ہر نفس یادِ الٰہی میں
قیامت تک بھرے گی دم نسیمِ صبحدم میرا

سلامت منزلِ مقصود تک اللہ پہنچا دے
مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقشِ قدم میرا

یہ وہ شمعِ دل راتوں کو لیتا ہے تسلی کی
خجل کرتا ہے زلفِ حور کو بھی پیچ و خم میرا

کہیں سودائیانِ عشق کو تفریح ہوتی ہو
بہت چھاتا ہوا ہے باغِ فردوس ادام میرا

الٰہی کعبۂ تسلیم میں ایسا باریابی ہو
بڑھے لبیک کہہ کر پیشتر سب سے قدم میرا

مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے
خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہاں میرا عرب میرا عجم میرا

ثنائی اللہ ہو کر پاؤں عمرِ جاوداں ایسی
مسیح و خضر کی ہستی سے بڑھ کر ہو عدم میرا

سنا جب سے یہ دولت آدمی کو تو نے بخشی ہے
نہیں پھولا سماتا خاطرِ غمگیں میں غم میرا

الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر
چلے کونین میں نام محمد سے درم میرا

جلوں گا حشر تک اے داغؔ میں سوزِ محبت سے
نہ دے گی ساتھ تا روزِ جزا شمعِ حرم میرا

یہاں بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیری فلک تیرا
کہیں ہم نے پتا پایا نہ ہرگز آج تک تیرا

صفات و ذات میں یکتا ہے تو اے واحد مطلق
نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی مشترک تیرا

جمال احمد و یوسف کو رونق تو نے بخشی ہے
ملاحت تجھ سے شیریں حسن شیریں میں نمک تیرا

تری نسبت کا کرم سے نار و نور آپس میں یکدل ہیں
ثنا گر یک زباں ہر ایک ہے جن و ملک تیرا

کسی کو کیا خبر کیوں خیر و شر پیدا کئے تو نے
کہ جو کچھ ہے خدائی میں وہ ہے بلا ریب ملک تیرا

نہ جلتا طور کیونکر کس طرح موسیٰ نہ غش کھاتے
کہاں یہ تاب طاقت جلوہ دیکھے وہ دمک تیرا

دعا یہ ہے کہ وقت مرگ اس کی مشکل آساں ہو
زباں پر داغ کے نام آئے یارب یک بیک تیرا

اللہ شوق دے مجھے نعت شریف کا
شہرہ ہو خوب میرے کلام لطیف کا

سرسبز کشت دل ہے محمدؐ کے عشق میں
کیا اس زمیں میں کام ربیع و خریف کا

اسرار ہے اس کے علم لدنی کا معجزہ
وہ امی سبق پڑھائے کتاب شریف کا

حسرت جس آبرو کی سلیماں کو رہی
یثرب میں ہے وہ مرتبہ مور ضعیف کا

شیطان بھاگتا ہے محمدؐ کے نام سے
کیا خوف اس پلید و خبیث و کثیف کا

مداح مصطفٰؐ اسے کرے کوئی کیا عجب
سحبان ہے خوشہ چیں مری طبع ظریف کا

ادنیٰ شجاعت احمد مرسل کی دیکھنا
کیا حال جنگ بدر میں تھا ہر حریف کا

ہے ناتواں عشق محمدؐ میں پہلواں
رستم سے ہو مقابلہ کب اس نحیف کا

بوجہل تھا کہ رستم پر رستم سپاہ
بوجہل و بولہب سے ذلیل و خفیف کا

اے داغ شعر ڈھل گئے نعت شریف میں
بے فکر قافیہ نہ تردد ردیف کا

صبر اے زاہد نافہم نہ مے خواروں کا
بخشنے والا بھی دیکھا ہے گنہگاروں کا

سر شوریدہ کو تسکین وہیں ہوتی ہے
مجھ پر احسان ہے اس کوچے کی دیواروں کا

ڈر گئے نام شفا سن کے نہ تھی خواہش مرگ — منہ ذرا سا نکل آیا ترے بیماروں کا
دوش پر اپنے جو صیاد نے زلفیں چھوڑیں — اور بھی چھوٹ گیا آج گرفتاروں کا
لائیگا کعبے سے تو مفت ثواب اے زاہد — حصہ پہلے سے ٹھہر جائے ہمیں یاروں کا
اشک خوں آنکھ سے چلتے ہوئے اتنے ٹپکے — کہ جہاں ہوں میں وہاں فرش ہو انگاروں کا
زندہ درگور زمانے میں نہ ہونگے ایسے — مرثیہ کہتے ہیں شاعر ترے بیماروں کا
اہل الفت کے لیے چاہیے شہرت اے دل — نام نکلا ہے محبت کے خریداروں کا
عمر گذری کہ رہا تا بہ مژہ سیل سرشک — رہ گیا پردہ ترے کوچے کی دیواروں کا
چوس لیتے ہیں مرے زخم زبان پیکاں — چھوڑ دیتے ہیں یہ منہ چوم کے سوفاروں کا

صبر ایوب کی اے داغ نہ کرنا خواہش
کہ محبت میں تو یہ کام ہے بیکاروں کا

گر میرے بت ہوش ربا کو نہیں دیکھا — اس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا
ہمسر سے غرض کیا ہے جو مرد ل نظر آئے — کعبے میں کبھی قبلہ نما کو نہیں دیکھا
سمجھا ہے شب ہجر عدو کو وہ قیامت — ظالم نے ابھی روز جزا کو نہیں دیکھا
جنت ہے مگر خانۂ دشمن بھی الٰہی — آتے ہوئے اس گھر میں قضا کو نہیں دیکھا
جس شکل سے بیٹھے ہیں مرے حال پہ احباب — روتے ہوئے یوں اہل عزا کو نہیں دیکھا
اتنا تو بتا دے مجھے اے ناصح مشفق — دیکھا ہے کہ اس ماہ لقا کو نہیں دیکھا
ایسی نظر شوخ میں تمکیں نہیں دیکھی — اس طرح تغافل میں حیا کو نہیں دیکھا
اغیار کے نالے تو بہت تم نے سنے ہیں — مظلوم کی تاثیر دعا کو نہیں دیکھا
یہ اس کو رہی خاک نشینوں سے کدورت — اپنے بھی تو نقش کف پا کو نہیں دیکھا
افسوس کہ فرصت میں کبھی خود سے تم نے — افسانۂ ارباب وفا کو نہیں دیکھا
جب داغ کو ڈھونڈھا کسی بتخانے میں پایا — گھر میں کبھی اس مرد خدا کو نہیں دیکھا

دل پرخوں گر ہے جام طلسم
کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا

کیا اثر ہے کہ غنچۂ تصویر
اُس کے ہنسنے سے باغ باغ ہوا

صبح وہ داغ دے گئے مجھ کو
دن کو روشن مرا چراغ ہوا

عمر جاوید تو خضر کو ملی
عیش جاوید سے فراغ ہوا

ہرزہ گردی میں ٹھوکروں سے مری
چاک داماں کو وہ داغ ہوا

آسماں گر گیا نظر سے مری
عرش پر جب ترا دماغ ہوا

حال فردوس سن لیا زاہد
وہ بھی کیا بے نظیر باغ ہوا

بعد استاد ذوق کے کیا کیا
شہرت افزا کلام داغ ہوا

ثبات بحر جہاں میں اپنا فقط مثال حباب دیکھا
نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھی نہ آب دیکھا

ہماری آنکھوں نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا
برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

نہ دل ہی ٹھہرا نہ آنکھ جھپکی نہ چین پایا نہ خواب آیا
خدا دکھائے نہ دشمنوں کو جو دوستی میں عذاب دیکھا

سرور مینا سے جان محزوں ادھر کیا آتش کی ابر پرتو
کہ چرخ زن مثل دور گردوں مدام جام شراب دیکھا

نظر میں ہے تیری کبریائی سما گئی تیری خودنمائی
اگرچہ دیکھی بہت خدائی مگر نہ تیرا جواب دیکھا

پڑے ہوئے تھے ہزاروں پردے کلیم دیکھوں تو جب بھی خوش تھے
ہم اس کی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

جو راہ میں تیری آ کے بیٹھے وہ فکر دیر و حرم سے چھوٹے
کہ تیرے کوچے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا

یہ دل تو اے عشق گھر ہے تیرا جس کو تو نے بگاڑ ڈالا
مکاں ہے تیرا لامکاں جو دیکھا تجھی کو خانہ خراب دیکھا

سرور عشق و نشاط کیسے بدل گئے رنگ ہی جہاں کے
سنا نہ تھا کان سے جو ہم نے وہ آنکھ سے انقلاب دیکھا

جو تجھ کو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاکداں ہم نے خاک پایا
جو تجھ کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تمام عالم خراب دیکھا

شراب غفلت سے داغ غش تھے دکھائے غفلت نے کیا تماشے
کہ سوتے سوتے جو چونک اٹھے مگر کوئی ہم نے خواب دیکھا

آخر کو عشق کفر سے ایمان ہوگیا
میں بت پرستیوں سے مسلمان ہوگیا

کیوں صرفِ نگاہ مری جان ہوگیا
اک تیر اور میں ترے قربان ہوگیا

کیا جانے چپ ہوں کیوں تری صورت کو دیکھ کر
آئینہ میں نہیں ہوں کہ حیران ہوگیا

قاتل ذرا روک ہاتھ کہ رکتی ہے میری جان
خنجر ترا اور دم کا نگہبان ہوگیا

مے تو حلال ہے جو پئے ڈھب سے بادہ نوش
میں توبہ کر کے اور پشیمان ہوگیا

رندانِ بے ریا کی ہے صحبت کے نصیب
زاہد بھی ہم میں بیٹھ کے انسان ہوگیا

اس غنچے میں سمائی ہے وحشت رنگ بو
دل کتنی تنگیوں پہ بیابان ہوگیا

گر دل پھٹا ہے مجھ سے ذرا سہل ہے علاج
یا یہ بھی چاک جیب مری جان ہوگیا

حسرت کسی طرف ہے تمنا کسی طرف
مجموعہ اپنے دل کا پریشان ہوگیا

حاصل ہوئے مزے ترے خنجر کے غیر کو
سر پر ہمارے مفت کا احسان ہوگیا

کیا حال دل کہیں کہ دمِ عرض مدعا
تیرا عتاب حلق کا دربان ہوگیا

امید ہے کہ بہرِ عیادت وہ آئیں گے
آزار میری جان کو ارمان ہوگیا

ذرا سے تو سنو کہ وہ داغِ صنم پرست
مسجد میں آج جا کے مسلمان ہوگیا

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائیگا
میں جاؤں گا اگر مرا سایہ نہ جائیگا

دل لیجئے اس کی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں چھپایا نہ جائیگا

اے حضرتِ رقیب کہ ہم ہیں شہیدِ ناز
مُردوں کی طرح ہم کو اٹھایا نہ جائیگا

دل کیا ملاؤ گے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائیگا

جو دل دکھا رہا ہے مزہ ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سوز [illegible] نہ جائیگا

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسمان زمیں سے ملایا نہ جائیگا

فتنہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوئے کو اٹھایا نہ جائیگا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا — بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائے گا

اے داغ مجھ کو رزق کی خواہش ہے غیر سے
اتنا یہ غم کھلائیگا کھایا نہ جائے گا

یوں وہ پیغام سے تو آئے گا — غیر کے نام سے تو آئے گا
شب ہجراں سے موت بہتر ہے — خواب آرام سے تو آئے گا
یوں نہ آئیگا ہاتھ گر وہ صنم — ترک اسلام سے تو آئے گا
لے ہی تو آئیں گے اُسے ہمدم — میرے ہی نام سے تو آئے گا
مرغ دل سے امید ہے یہ اسیر — چھٹ گیا دام سے تو آئے گا
ساقیا مجھ سے بادہ کش کو سرور — ایک ہی جام سے تو آئے گا
چھپ رہیں گے حیا سے وہ کب تک — غصہ الزام سے تو آئے گا
دل کا آنا ہے کام سے جانا — جائے گا کام سے تو آئے گا

کبھی اپنا بھی روز خوش اے داغ
دور ایام سے تو آئے گا

کرے انصاف دنیا میں اگر آفت کے ماروں کا — بنے خود آسماں [illegible] تمہارے دلفگاروں کا
ستم وہ چشم کافر سے ترے چلنا اشاروں کا — غضب دل پکڑ کر بیٹھ جانا بے قراروں کا
خدا جانے ہوئی ہیں دفن کیا کیا حسرتیں [illegible] — پھبھوکوں سے مرے سینے پہ عالم ہے مزاروں کا
تمہیں چاہا . . . اگر چاہا خطا [illegible] — تمہیں دیکھیں اگر [illegible] گنہ امیدواروں کا
بتوں سے عفو جرم عشق بھی چاہیں تو کہتے ہیں — خدا تو ہم نہیں بخشیں گنہ تقصیرواروں کا
دکھاتا ہے فلک یہ خندۂ دنداں نما اپنا — مگر نہ اس شب فرقت میں یا جلوہ ستاروں کا
نگہ چپکے ہی دیتی ہے تو دل چھینکے ہی دنیا ہو — تمہارے گھر ٹھکانا کون سا ہم بے سہاروں کا
بُرے اہل یقیں ہیں جب جفا کو جو وفا سمجھیں — بھلے ہیں بدگماں بھی دل ہے اور بے اعتباروں کا

ترا اک وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر — پھر اس پر صبر اتنا ہائے دل امیدواروں کا
قسم ہے تجھ کو زاہد کیا کرے گر آنکھ سے دیکھے — چھلکنا ساغرِ مے کا چہکنا بادہ خواروں کا
سنو افسانۂ فرہاد دیکھو قصۂ مجنوں — غرض کیا تم کو پوچھو حال ہم حسرت کے ماروں کا
کبھی بیٹھے کبھی اٹھے کبھی لوٹے کبھی تڑپے — تماشا دید کے قابل ہے تیرے بیقراروں کا

نہ فرصت ہے نہ راحت ہو غزل اے داغؔ کیونکر ہو
مگر کیا کیجئے مجبور ہو ارشاد یاروں کا!

ہائے مہماں کہاں یہ غمِ جاناں ہوگا — خانۂ دل تو کوئی روز میں ویراں ہوگا
ہو کے ظاہر تو کیا عشق نے اک حشر بپا — حسرت اس دل پہ کہ جس دل میں یہ پنہاں ہوگا
منحصر دل ہی پہ رکھتا نہ محبت تیری — میں نہ سمجھا تھا یہ کمبخت پشیماں ہوگا
کوستا ہوں جو نصیبوں کو تو کہتا ہے وہ شوخ — پھر محبت نہ کریگا اگر انسان ہوگا
جس قدر آج ستاتا ہے ستائے ہم کو — روزِ محشر بھی تو کل اے شبِ ہجراں ہوگا
دم مری آنکھوں میں اٹکا ہے کہ دیکھوں تو سہی — کیا مسیحا سے مرے درد کا درماں ہوگا
زندگی عشق میں مشکل ہے تو مر جائینگے — اب سے وہ کام کرینگے کہ جو آساں ہوگا
اب کہاں لختِ جگر سینے میں اے دیدۂ تر — اور ہوگا تو سرِ گوشۂ داماں ہوگا

آپکے سر کی قسم داغؔ کو پروا بھی نہیں
آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا۔

کیا الٰہی اس محبت جانکا عشق میں سم ہوگیا — چاٹتے ہی خنجرِ خونخوار بے دم ہوگیا
روتے روتے چشمِ تر کو دل کا ماتم ہوگیا — روز کا مہمان اپنے گھر کا محرم ہوگیا
دیکھ تو کیا تشنگی سے میرا عالم ہوگیا — قطرۂ مے ساقیا کیا جانِ آدم ہوگیا
جان کے جاتے ہی اچھے ہوگئے سب داغِ زخم — شعلہ پنبہ ہوگیا ناسور مرہم ہوگیا
حسن میں انداز کے آتے ہی نخوت آگئی — زلف میں پڑتے ہی بل ابرو بھی برہم ہوگیا

ہے نسیم صبح کیا کیا عطر افشاں مشک بیز — رات کس کا طرۂ طرار برہم ہو گیا
بن گئی فرقت میں جو کچھ اپنے جی پر بن گئی — ہو گیا جو کچھ ہمارے دل کا عالم ہو گیا
عشق کیا شے ہے وہ یہ شے ہے کہ دنیائے وصل — خون ہو کر آ گیا غم بن گیا سم ہو گیا
بجھ گیا گلزار کے آگے شمع و گل کا چراغ — بلبلوں میں شور پروانوں میں ماتم ہو گیا
کیوں تغافل ہے ہر چشم عداوت ہی کا ہی — کیا نگاہ ناز میں اب قہر بھی کم ہو گیا

رات بھر کہتے رہے تم داغ اُن سے دل کا حال
ایک شب میں اس قدر اخلاص باہم ہو گیا

کی ترک مے تو مائل پندار ہو گیا — میں توبہ کر کے اور گنہگار ہو گیا
اس کی طرف سے دل نہ پھریگا کہ ناصحو — اب ہو گیا یہ جس کا طرفدار ہو گیا
کس کس کی چاہ کیجئے کس کس کی آرزو — اک دل ہزار غم میں گرفتار ہو گیا
محشر میں کون ہوگا کرم کا ترے گواہ — گر غیر بھی ہمارا طرفدار ہو گیا
وہ فتنہ جسکا حشر پہ اٹھنا ہے منحصر — ہر بار تیری چال سے بیدار ہو گیا
اک حرف آرزو پہ وہ مجھ سے خفا ہوئے — اتنی سی بات کہہ کے گنہگار ہو گیا
اے دل مرے خیال میں تیرا ہے مدعا — تو لے رقیب کب سے مرا یار ہو گیا
جس کی بغل میں شب کو وہ ہو اسکو دیکھئے — جس وقت آنکھ کھل گئی دیدار ہو گیا

اے داغ کیا بتائیں محبت میں کیا ہوا
بیٹھے بٹھائے جان کو آزار ہو گیا

نالہ ہر اک بشر کے جگر سے نکل گیا — جی ہی نکل گیا وہ جدھر سے نکل گیا
عالم میں ایک تو نظر آیا نظر فریب — عالم تمام اپنی نظر سے نکل گیا
اللہ رے اُس کا حسن ترقی بلا کی ہے — ہر موئے زلف موئے کمر سے نکل گیا
تا عرش سرزمیں سے بنا فتنۂ غبار — جو مل کے تیری راہ گذر سے نکل گیا

کچھ ہوگا مجھ کو نازِ دستگیر سے حصول
کچھ مدعا دعائے سحر سے نکل گیا

ناامیدگی نے پھینک دیا دور اس قدر
کوسوں میں آپ اپنی نظر سے نکل گیا

نکلا جدھر وہ شوخ ہوا شور دیکھنا
دل کو جھپٹ کے کوئی ادھر سے نکل گیا

لب بے گدازِ عشق کہ پیکاں دل نشیں
اک اشک بن کے دیدۂ تر سے نکل گیا

جس دل پہ وہ نگاہ پڑی دل کے پار تھی
یہ بچ کے ہزار سپر سے نکل گیا

اللہ رے جوشِ گریہ کہ اس جذبِ ضبط پر
دریا ہمارے دیدۂ تر سے نکل گیا

وہ داغ بے وفا تو نہ ہو آج دھوم ہے
کوئی غلام آپ کے گھر سے نکل گیا

سو حسرتیں تو آئیں گیا ایک دل گیا
ملنا تھا جو مجھے مری قسمت کا مل گیا

میں مر گیا جو وہ لبِ جاں بخش ہل گیا
یارب تبسم مسیحا میں کیا زہر مل گیا

اس نے لیا جو آئینہ میں بوسہ اپنا آپ
اللہ ری نازکی لبِ گلفام چھل گیا

اللہ رے جامہ زیب تری جامہ زیبیاں
پہنا جو تو نے رنگ دوئی رنگ کھل گیا

جنت اسی کا نام اگر ہے تو بس سلام
محفل میں تیری جو کوئی آیا خجل گیا

ہوتی ہے صبح کاش نہ مرتا شبِ وصال
افسوس ہے کہ یار بہت منفعل گیا

میں تفتہ جاں ہوں آگ تو سمجھے وہ شوخ
اے دل بڑا غضب ہے جو تو مشتعل گیا

میں نے تو اپنے واسطے کی تھی دعائے وصل
اثر ہوا وہ رقیبوں سے مل گیا

ہستی میں ہیں عدم کے مسافروں کو داغ
قالب میں جان آتے ہی پہلو سے دل گیا

جو سر میں زلف کا سودا تھا سب نکال دیا
بلا ہوں میں بھی کہ آئی بلا کو ٹال دیا

یقین ہے ٹھوکریں کھا کھا کے کچھ سنبھل جائے
کہ اس کی راہ میں ہم نے تو دل کو ڈال دیا

جہاں میں آئے تھے کیا رنج ہی اٹھانے کو
الٰہی تو نے ہمیں کس بلا میں ڈال دیا

خدا کریم ہے یوں تو مگر ہے آتا رشک — کہ میرے عشق سے پہلے تجھے جمال دیا
تمھیں کہو کہ کہاں تھی یہ وضع یہ ترکیب — ہمارے عشق نے سانچے میں تم کو ڈھال دیا
بتوں کے دین میں ہے لوٹنا ثواب ایسا — کہ جیسے راہِ خدا مفلسوں کو مال دیا
پیامِ وصل ہے کیوں اب رقیب کے ہاتھوں — نکالنا تھا مجھے آپ نے نکال دیا
بتائیں لفظ تمنا کے تم کو معنی کیا — تمھارے کان میں اک حرف ہم نے ڈال دیا
سرِ عدالتِ محشر جواب کیا دو گے — جو دادخواہوں نے تم پر کوئی سوال دیا
نہیں عدو تو خیالِ عدو ہے خلوت میں — کسی بہانے سے اس کو نہ تم نے ٹال دیا

ہمیں خدا نے بہت رنج و غم دیا اے داغ
بتوں کے دل میں نہ تھوڑا سا رحم ڈال دیا

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمھیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

کہاں کا آنا کہاں کا جانا وہ جانتا ہی نہیں یہ رسمیں
وہاں ہے وعدے کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا

لیے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمھیں بھی اس انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

نہیں ہے کچھ قتل ان کا آساں یہ سخت جاں ہیں بُرے بلا کے
قضا کو پہلے شریک کرنا یہ کام اپنی خوشی نہ کرنا

ہلاک اندازِ وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا
غمِ جدائی میں خاک کر کے کہیں عدو کی خوشی نہ کرنا

اٹھائے غیر نے جو ناز بیجا اسکو وہ جانے — مجھے بھی تم نے وہ سمجھا مجھے بھی تم نے وہ جانا

بہت باغ جہاں میں سیر کی اے داغ کیا کہئے
نہ دیکھا ہم نے جو دیکھا نہ جانا ہم نے جو جانا

ہوا ہے جیسے شہرہ اُس عدوئے دین و ایماں کا — کوئی دل چیر کر دیکھے عقیدہ ہر مسلماں کا
مزہ ہر ایک کو تازہ ملا ہے عشق جاناں کا — نمک کو دیدہ کا لب نوخطاں کا دل کو ارماں کا
نہیں معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ انکا — مزاج اچھا تو ہے یارب بجز اس آفت جاں کا
مری تقدیر کی برگشتگی سب میں بری ٹھہری — حسینوں کیلئے اک حسن ہو برگشتہ مژگاں کا
اگا ہے سبزہ کیا جوش مے کے گرد اے ساقی — خضر آئے نہ یوں چشمہ سمجھ کر آب حیواں کا
ہوا درنے سے دل خالی کہاں اب تک بھلی تو ہو — خریدہ شوق دیدار انکا دفینہ یاس و حرماں کا
اڑایا جیسے تو نے چٹکیوں میں اکوٹے قاتل — یہ زخم دل بھی ہنس ہنس کر منہ چڑھاتا ہے نمکداں کا
خوشا مژدہ مقدر کی ہو گیا ہے نام عالم میں — زمانہ جانتا ہے مجھ کو یہ عاشق ہے دیباں کا
جنوں شب خانہ بر رسائی سے تو ڈھے میں تیرا اپنے — ہمارا گھر نہیں ہے ایک نمونہ ہے نیستاں کا
نہ بے ہے آج خود وہ سے میری تعریف ہوتی ہے — یہ کیا ہے خوبیاں ہوتا ہے اپنے جو پنہاں کا
کوئی یہ استراحت چھوڑ کر کہیں جگائے قاتل — دل بیتاب گہوارہ بنا ہے تیرے پیکاں کا
بنایا ہے وہ ظالم تودۂ تیر ستم ہے ہے — کہاں اٹھ جائے لیکر قبر کو مردہ مسلماں کا
تمہارا گھر تمہارا گھر نہیں مہمان ہو گیا — کہیں ہے دخل دشمن کا کہیں قبضہ ہے درباں کا
فلک پردہ بنا اہل زمیں کی پردہ پوشی کو — مگر اس دشمن جاں نے کسی کا عیب کب ڈھانکا
سرشک رنج کی تلخی گوارا ہے تو ہم کو ہے — زمیں پیتی نہیں آنسو ہماری چشم گریاں کا
بنا کر اپنا دیوانہ الگ رہ کر چلے جانا — ترے دامن سے لینا ہے ہمیں بدلا گریباں کا
کسی کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے — اسے دیکھا اُسے دیکھا ادھر تاکا ادھر جھانکا
غش آجاتا ہے اسکو آنکھ سے جب آنکھ ملتی ہے — نگہباں کا ادھر پیدا کیجئے اپنے نگہباں کا

کھلا ہے جوہر آئینہ کیا کیا صورت غنچہ — لیا ہے جب سے بوسہ تو نے اپنے روئے خنداں کا

ہمارے داغ عصیاں داغ کیا کیا رنگ لائیں گے
گماں گزرے گا دوزخ پر بھی جنت کے گلستاں کا

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا — مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا
محبت میں کرے کیا کچھ کسی سے ہو نہیں سکتا — مرا مرنا بھی تو میری خوشی سے ہو نہیں سکتا
الگ کرنا رقیبوں کا الٰہی تجھ کو آساں ہے — مجھے مشکل کہ میری بیکسی سے ہو نہیں سکتا
کیا ہے وعدۂ فردا انہوں نے دیکھیے کیا ہو — یہاں صبر و تحمل آج ہی سے ہو نہیں سکتا
یہ مشتاق شہادت کس جگہ جائیں کسے ڈھونڈیں — کہ تیرا کام قاتل جب تجھی سے ہو نہیں سکتا
لگا کر تیغ قصہ پاک کیجے دادخواہوں کا — کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہیں سکتا
مرا دشمن بظاہر چار دن کو دوست ہے تیرا — کسی کا ہو رہے یہ ہر کسی سے ہو نہیں سکتا
دم پرسش کہو گے کیا وہاں جب یاں یہ صورت ہے — ادا اک حرف وعدہ نازکی سے ہو نہیں سکتا
نہ کہیے گو کہ حال دل مگر رنگ آشنا ہیں ہم — یہ ظاہر آپ کی کیا خامشی سے ہو نہیں سکتا
کیا جو ہم نے ظالم کیا کرے گا غیر [illegible] — کرے تو صبر ایسا آدمی سے ہو نہیں سکتا
چمن میں ناز بلبل نے کیا جب اپنے نالے پر — چٹک کر غنچہ بولا کیا کسی سے ہو نہیں سکتا
نہیں گر تجھ پہ قابو دل ہی پر کچھ زور چل جاتا — کروں کیا بیکلی تو ناطاقتی سے ہو نہیں سکتا
نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا — پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا
ہوا ہوں اس قدر محجوب عرض مدعا کر کے — کہ اب تو عذر بھی شرمندگی سے ہو نہیں سکتا
غضب میں جان ہے کیا کیجیے بدلہ رنج فرقت کا — بدی سے کہہ نہیں سکتے خوشی سے ہو نہیں سکتا
مزا جو اضطراب شوق سے عاشق کو حاصل ہے — وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا

خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

کب سے شب فراق ہوں مشتاق دید کا
خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا

ساقی عرق پلا مجھے اگلی کشید کا
سمجھا مہ صیام کو میں چاند عید کا

خالی ہے شیشہ تو مجھے دے ڈال محتسب
مل جائے کوئی جوڑ دل ناامید کا

واعظ کی بات کے تو ہزاروں جواب تھے
پر کیا کریں کہ منہ ہے کلام مجید کا

کیا قتل حسرتیں ہوئیں دل میں کہ بیکسی
لے لیکے نام روتی ہے اک اک شہید کا

روز الست ہم سے بڑی چال رہ گئی
پھر ایسا دن ملیگا نہ گفت و شنید کا

جھوٹا ہے قفل میکدہ اے میکشو نوید
رہنے دو محتسب کو محافظ کلید کا

وہ بت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان
جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

زاہد کمال پیر مغاں تجھ سے کیا کہوں
مرشد وہاں خطاب ہو ادنیٰ مرید کا

کھینچی انھوں نے لاش مری جب سمجھ لیا
حوروں کو انتظار ہے میرے شہید کا

اس دل کا کوئی نقش وفا میں نہیں جواب
بیٹھا ہوا ہے سکہ ترے زر خرید کا

لایا ہے میرے قتل کا محضر پیام بر
یاں انتظار تھا مجھے خط کی رسید کا

دل میرا آپ کا نہیں ملنے کا فرق ہے
یہ نگ عقیق کا وہ نگینہ حدید کا

پھر سہو ہو گئیں تیری وعدہ خلافیاں
پھر اعتبار ہے مجھے عہد جدید کا

کیا رنگ خون بھی کاٹ دیا تیغ یار نے
پانی ہوا ہے آج لہو ہر شہید کا

بلبل کی داستان سنی گوش گل نے کب
انساں ہی کو لطف ہے گفت و شنید کا

اے شیخ فیض پیر خرابات دیکھنا
جو حال پیر کا ہے وہی ہے مرید کا

قاصد مرے سوال کا کوئی نہیں جواب
کاغذ بدل گیا نہ ہو خط کی رسید کا

ہم ایک کہہ کے سنتے ہیں منہ سے ترے ہزار
لپکا پڑا ہوا ہے جو گفت و شنید کا

حوران خلد بہلتے ہیں بڑھ کے بلائیں
تسلیم ہو رہا ہے تمہارے شہید کا

رکھنا وہ روک روک کے برقی نگاہ کو
رہنا وہ تھام تھام کے دل کو دید کا

چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شب فراق — دوزخ میں قحط ہو نہ عذاب شدید کا

اے داغ کیوں نہ مجھ کو شفاعت کی ہو امید
میں ہوں محب حسین کا دشمن یزید کا

حلقۂ زنجیر سے کم دور پیمانہ نہ تھا — دور خالی تھا جہاں بے پائے مینا نہ تھا
اس قدر خانہ خرابی اے دل خانہ خراب — رنگ اڑنے سے کبھی اپنا یہ کاشانہ نہ تھا
کچھ تو ہے آرام اس کوچے میں جو کو جا ہے — ورنہ کیا رہنے کو اپنے اپنا کاشانہ نہ تھا
یہ کشش تھی حسن جاناں کی کہ اس کی بزم میں — شمع کے نزدیک کھنچ کر کوئی پروانہ نہ تھا
اس پہ تو کرتا عمل تو دیکھتا کیفیتیں — قطرہ مے زاہدا تسبیح کا دانہ نہ تھا
تجھ سے کیا شکوہ کہ دل بھی دشمن جاں ہو گیا — یہ تو اپنا دوست ہی تھا کوئی بیگانہ نہ تھا
کیوں نہ کرتے ہجر میں ہم دل سے باتیں صبح تک — کان رکھتا کوئی سنتا یہ وہ افسانہ نہ تھا
تم اگر ہوتے تو سنتے شکوہ اے ناصح ہمیں — ہم نشیں تم سا کوئی شیدا و فرزانہ نہ تھا

تم تو اس کو بیچ میں سو سو طرح لائے مگر
مفت دیتا دل تمہیں داغ ایسا دیوانہ نہ تھا

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا — اس طرف بھی خرام کرنا تھا
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے — جو ہمیں پہلے کام کرنا تھا
نہ میسر ہوئی کہیں خلوت — کچھ ہمیں بھی کلام کرنا تھا
جا چکی دل کی اب پریشانی — پیشتر انتظام کرنا تھا
کیوں کسی کی نگاہ سے تیری — کام میرا تمام کرنا تھا
تھی نہ تاب ستم تو حضرت دل — عاشقی کو سلام کرنا تھا
دشمنوں کو اماں نہ دینی تھی — گو تمہیں قتل عام کرنا تھا
کیوں کیا غیر پر ستم تو نے — یہ ہمیں پر تمام کرنا تھا

یاں قرۂ غم سے دل پہ بنی واں وہ تمکنت
پوچھے نہ جھوٹے منہ بھی طبیعت کو کیا ہوا

بسمل نہ رکھ ہلاک ہی کر مجھکو اے فلک
راحت نہیں اگر تو جراحت کو کیا ہوا

بے جستجو ملیگا نہ اے دل سراغ دوست
تو کچھ تو قصد کر تری ہمت کو کیا ہوا

بیداد خواہ کیسے تماشے دکھائیں گے
تم دیکھنا کہ روز قیامت کو کیا ہوا

منظور ذکر غیر سے تھا امتحان دل
دیکھیں تو آپ اپنی طبیعت کو کیا ہوا

جاتا ہے کوئے یار میں ایدل خلاف عقل
آتی ہوئی بلا و مصیبت کو کیا ہوا

موہوم کر دیے جو دہان و میان دوست
کیا جانے وہم صانع قدرت کو کیا ہوا

افسوس خاک میں نہ ملی کوئی آرزو
کیا جانے اب وہ دل کی کدورت کو کیا ہوا

ٹھنڈا پڑا ہے داغ دل داغ دار... عشق
اس آفتاب حشر کی حدت کو کیا ہوا

جو عاشقی میں خاک ہوا کیمیا ہوا
کہتا تھا آج خاک میں کوئی ملا ہوا

گر میکدے میں عید منائی تو کیا ہوا
ایسا ہے شیخ تیرا دوگانہ قضا ہوا

اے عشق رخصت اے ہوس آرزو سلام
اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

کوچے میں اسکے ہم تو قیامت اٹھائینگے
انصاف اپنا یا نہ ہوا آج یا ہوا

لپٹا ہے آسماں کو بلا کی طرح سے آج
یہ نالۂ رسا تری زلف رسا ہوا

لیتا ہوں بوسہ ہائے خط سبز کے مزے
ہے زہر ان دنوں مرے منہ کو لگا ہوا

کہہ دو سمجھ کے جائیں وہ کوئے رقیب میں
اک رشک آشنا کا ہے مردا پڑا ہوا

ہم اب سے لیں گے بوسۂ گل تیرے سامنے
کیا ایسا لعل ہے ترے لب میں لگا ہوا

اے داغ بے قصور ہوئے قتل عشق میں
کوئی برائی ہم نے نہیں کی بھلا ہوا

دل میں تو کفر تیرے تجھ پر غضب خدا کا
اے داغ سوئے کعبہ پھر مانگنا دعا کا

ہائے وہ دن ہو کہ تو دل تھام کر مجھسے کہے
آہ ظالم تیرا نالہ بھی ہے کس تاثیر کا

گر شمار خار صحرا گر وظیفہ نام قیس
سبحہ کا دانہ ہے ہر دانہ مری زنجیر کا

عشق اس رعنا جوان کا داغؔ کرتا ہے ستم
نام ہے بدنام ناحق آسمان پیر کا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا

کسی طرح جو نہ اس بت نے اعتبار کیا
مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا

ہنسا ہنسا کے شب وصل اشکبار کیا
تسلیاں مجھے دے دے کے بیقرار کیا

یہ کس نے جلوہ ہمارے سر مزار کیا
کہ دل سے شور اٹھا ہائے بیقرار کیا

سنا ہے تیغ کو قاتل نے آب دار کیا
اگر یہ سچ ہے تو بے شبہ ہم پہ وار کیا

نہ آئے راہ پہ وہ عجز بے شمار کیا
شب وصال بھی میں نے تو انتظار کیا

تجھے تو وعدۂ دیدار ہم سے کرنا تھا
یہ کیا کیا کہ جہاں کو امیدوار کیا

یہ دل کو تاب کہاں ہے کہ ہو مآل اندیش
انہوں نے وعدہ کیا اس نے اعتبار کیا

کہاں کا صبر کہ دم پر ہے بن گئی ظالم
بہ تنگ آئے تو حال دل آشکار کیا

تڑپ پھر اے دل ناداں کہ غیر کہتے ہیں
اخیر کچھ نہ بنی صبر اختیار کیا

ملی جو یار کی شوخی سے اس کی بے چینی
تمام رات دل مضطرب کو پیار کیا

بھلا بھلا کے جتاتا ہے ان کو راز نہاں
چھپا چھپا کے محبت کو آشکار کیا

نہ اس کے دل سے مٹایا کہ صاف ہو جاتا
صبا نے خاک پریشاں ہوا غبار کیا

ہم ایسے محو نظارہ نہ تھے جو ہوش آتا
مگر تمہارے تغافل نے ہوشیار کیا

ہمارے سینے میں کچھ رہ گئی تھی آتش ہجر
شب وصال بھی اس کو نہ ہم کنار کیا

رقیب و شیوۂ الفت خدا کی قدرت ہے
وہ اور عشق بھلا تم نے اعتبار کیا

زبان خار سے نکلی صدائے بسم اللہ
جنوں کو جب سر شوریدہ پر سوار کیا

تری نگہ کے تصور میں ہم نے اے قاتل
لگا لگا کے گلے سے چھری کو پیار کیا

غضب تھی کثرتِ محفل کہ میں نے دھوکے میں
ہزار بار رقیبوں کو ہمکنار کیا

ہوا ہے کوئی مگر اس کا چاہنے والا
کہ آسماں نے ترا شیوہ اختیار کیا

نہ پوچھ دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں
وہ بیقرار رہے جس نے بیقرار کیا

جب ان کو طرزِ ستم آ گئے تو ہوش آیا
برا ہو دل کا برے وقت ہوشیار کیا

فسانۂ شبِ غم ان کو اک کہانی تھی
کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا

اسیریِ دلِ آشفتہ رنگ لا کے رہی
تمام طرۂ طرار تار تار کیا

کچھ آ گئی داورِ محشر سے ہے امید مجھے
کچھ آپ نے مرے کہنے کا اعتبار کیا

کسی کے عشقِ نہاں میں یہ بدگمانی تھی
کہ ڈرتے ڈرتے خدا پر بھی آشکار کیا

فلک سے طور قیامت کے بن نہ پڑتے تھے
اخیر اب تجھے آشوبِ روزگار کیا

وہ بات کر جو کبھی آسماں سے ہو نہ سکے
ستم کیا تو بڑا تو نے افتخار کیا

بنے گا مہرِ قیامت بھی ایک خالِ سیاہ
جو چہرہ داغِ سیہ رو نے آشکار کیا

باقی جہاں میں قیس نہ فرہاد رہ گیا
افسانہ عاشقوں کا فقط یاد رہ گیا

یہ سخت جان تو قتل سے ناشاد رہ گیا
خنجر چلا تو بازوئے جلاد رہ گیا

پابندیوں نے عشق کی بیکس رکھا مجھے
میں سو اسیریوں میں بھی آزاد رہ گیا

چشمِ صنم نے یوں تو بگاڑے ہزار گھر
اک کعبہ چند روز کو آباد رہ گیا

محشر میں جائے شکوہ کیا شکرِ یار کا
جو بھولنا تھا مجھ کو وہی یاد رہ گیا

ان کی تو بن پڑی کہ لگی جان مفت ہاتھ
تیری گرہ میں کیا دلِ ناشاد رہ گیا

پُرنور ہو رہے گا یہ ظلمت کدہ اگر
دل میں بتوں کا شوق خدا داد رہ گیا

یوں آنکھ اُن کی کر کے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہو کے کچھ ارشاد رہ گیا

ناصح کا جی جلا تھا ہماری طرح مگر — اُلفت کی دیکھ دیکھ کے افتادہ رہ گیا

کیا تیرے دل میں سب کے ٹھکانے بڑے بھلے — میں خانماں خراب ہی برباد رہ گیا

وہ دن گئے کہ تھی مرے سینے میں کچھ خراش — اب دل کہاں ہے دل کا نشاں یاد رہ گیا

صورت کو تیری دیکھ کے کھنچتی ہے جانِ خلق — دل اپنا تھام تھام کے بہزاد رہ گیا

اے داغ دل ہی دل میں گھٹے ضبطِ عشق سے
افسوس شوقِ نالہ و فریاد رہ گیا

جو ٹوٹ کے شہباز نظر پر گرا — ٹوٹ کے ہر خستہ جگر پر گرا

نالۂ و فریاد و فغاں اس قدر — آہ یہ لشکر نہ اثر پر گرا

چرخ سے جب کی ہوسِ سروری — سنگِ مصیبت مرے سر پر گرا

سایہ مرے بختِ سیہ کا ضرور — اے شبِ غم تیری سحر پر گرا

زلفِ رسا کو دمِ تزئیں سنبھال — بوجھ نہ یہ موئے کمر پر گرا

شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے — خیر ہوئی میں ترے در پر گرا

خوب اُٹھا جو تری رہ میں اٹھا — خوب گرا جو ترے در پر گرا

صاعقہ اُس کی نگہِ شوخ کا — دل جو بچایا تو جگر پر گرا

بزم سے گلدستے سب اٹھوا دیے
داغ کا نزلہ گلِ تر پر گرا

جنبشِ سایہ کے بھی یہ ناتواں لاغر گرا — جس جگہ سایہ گرا میرا مجھے لے کر گرا

دل سنبھالا پر نہ سنبھلا پاؤں اُٹھا کر گرا — اُن کے آگے آج میں اکثر اٹھا اکثر گرا

اس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعویٰ جو تھا — دیکھیے لیجے خبر وہ ہاتھ سے خنجر گرا

تھا بڑا موقع مگر اچھا رہا پاسِ ادب — آج کشکر پائے قاتل کے میرا سر گرا

وائے ناکامی کہ جس میں ہنسے باندھا تھا خطِ شوق کا — وہ ہی داغ نامہ بر کا ٹوٹ کے منبر گرا

جو اُن کی بجلیوں نے تیرے تو یہ خاکداں پھونکا
زمیں کیا آسماں پھونکا مکاں کیا لامکاں پھونکا

[illegible] موسیقار [illegible] اک آتش [illegible] پھونکا
تنک خود خاک ہو کیا خاک اسے سوزِ نہاں پھونکا

تری الفت کی چنگاری نے [illegible]
ادھر چمکی ادھر سلگی یہاں پھونکا وہاں پھونکا

تجھے [illegible] جو آگ ظالم کو جلائے گی
کسی دن آتشِ رنگِ شفق نے آسماں پھونکا

[illegible] سوختہ دل کی لگی تجھ سے
چراغِ گل تو کیا پھونکا جو اُسے بادِ خزاں پھونکا

[illegible] میں بھی گر عاشقِ تفتہ دل
[illegible] تو نے مجھے اے نقشِ جاں پھونکا

[illegible] پہ ہائے کس کو نہ رحم آیا
اجل نے بھی تو کچھ پڑھ پڑھ کے [illegible] پھونکا

کہاں صیاد کیسا باغباں کس پر گری بجلی
چمن بھی آتشِ گل نے ہمارا آشیاں پھونکا

تری دزدِ حنا نے مایۂ صبر و خرد لوٹے
تری برقِ نگہ نے خرمنِ تاب و تواں پھونکا

مزا [illegible] عاشقِ پرسوز کو جو آگ کرنا تھا
تو اس لٹ کے چٹکے میں دمِ آتش فشاں پھونکا

ہمارے دل کے جوتے طورِ سینا کو جلانا تھا
تری برقِ تجلی نے کسے پھونکا کہاں پھونکا

پڑھا جو میرے وقتِ ذبح تو نے منہ ہی منہ میں کچھ
پڑھی تکبیر یا کچھ پڑھ کے افسونِ دل ستاں پھونکا

رہا تھا کون سا ارمان جیتے جی جلانے کا
کہ تو نے لاش کو میری جواب اے بدگماں پھونکا

بنی ہر گل کی چنگاری جلی بلبل کباب آسا
ہمارے داغِ سودا کی تپش نے گلستاں پھونکا

کہوں منہ سے تو کچھ میں سوزِ پنہاں پر دمِ پرسش
اشارے کرتی ہیں دل کی طرف آنکھیں بیاں پھونکا

جلاتے ہیں جو دل کو اے [illegible] وہ میرے نالے ہیں
فغاں [illegible] تیرے [illegible] کا [illegible] پھونکا

سنا جاتا نہیں اے داغ تیرا سوزِ دل ہم سے
تری آتش زبانی نے تو اے آتش زباں پھونکا

وہ زمانہ نظر نہیں آتا
کچھ ٹھکانا نظر نہیں آتا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے
ان کا آنا نظر نہیں آتا

عشق در پردہ پھونکتا ہے آگ
یہ جلانا نظر نہیں آتا

نشاں ہے یہ مرے صیادِ خشم آگیں کا
در قفس نہ اسیروں کا جیسے بند ہوا

لگی وہ آتشِ الفت کہ تاب ہی نہ رہی
جگر شرارہ ہوا اور دل سپند ہوا

نشان مٹا تو مٹا بل بے پستیِ قسمت
کہ نام بھی نہ ہمارا کبھی بلند ہوا

علاجِ نشۂ الفت کا داغ ہو نہ سکا
گھڑی گھڑی میں دوبالا ہوا دو چند ہوا

سینے میں اب کہاں وہ جوش ہی رہا اک بال سا
بیٹھ گیا کچھ اٹھتے ہی چھوڑ گیا خیال سا

عرضِ وفا پہ دیکھنا اس کی وہ ادائے فریب
دل میں کچھ اعتبار سا آنکھوں میں کچھ ملال سا

تارے ہی گنتے کاٹتے رات فراق کی مگر
نکلا ستارہ بھی کہیں کوئی تو فال حال سا

اس کی لچک پہ دم فدا اس کی ادا پہ دل نثار
ہائے وہ شاخ سی کمر ہائے وہ قد نہال سا

فتنۂ حشر کیا اٹھا اس کے خرامِ ناز سے
وہ بھی پڑا ہے میری طرح راہ میں پائمال سا

باندھ دیا تھا ہم نے خود زلف میں اس کے اپنا دل
رکھ نہ سکے وہ اس کو بھی ڈال دیا وبال سا

جان لیا ہے ماہِ عید اس کو مہِ صیام نے
ابروئے یار بھی اگر دیکھ لیا ہلال سا

ہے دلِ گمشدہ مرا گیسوئے تابدار میں
ورنہ بتاؤ وجہ کیا یہ جو پڑا ہے جال سا

پوچھتے کیا ہو کون تھا ہو نہ ہو وہ ہی داغ ہو
در پہ تمہارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا

نہ کبھی جیبِ تخیّل سے یہاں سر نکلا
قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا

دادخواہوں کا بھی ارمان مقرر نکلا
گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا

شانہ جب زلفِ معنبر سے الجھ کر نکلا
ہم یہ سمجھے کہ ہمارا دلِ مضطر نکلا

زلف برہم عرق آلودہ جبیں دامن چاک
کس کی آغوش سے تو جان چھڑا کر نکلا

جذبِ دل کا ہو برا کھینچ بلایا اس کو
جو نہ در تک کبھی آیا تھا وہ باہر نکلا

وادیِ عشق کی سیر اپنی کلیم سے پوچھے
خضر کیا جانے کبھی گھر سے نہ باہر نکلا

عشق نے خوب کیا ظاہر و باطن یکساں
داغ جو سینے پہ دیکھا وہی دل پر نکلا

زلف ہے دام بلا گیسوئے پیچاں زنجیر
یہی پھندے ہیں تو کیجئے کوئی کیونکر نکلا

کند ہوتی ہے تو ٹل جاتے مری گردن پر
یہ نیا آپ کی تلوار کا جوہر نکلا

خاک سینے میں عجب نے اڑا دی کیا کیا
اشک بھی آنکھ سے نکلا تو مکدر نکلا

منسوب نام دل نے آپ کی الفت میں ہوئے
آپ کا نام نکلنا تھا ستمگر نکلا

نام اسکا تو مرے دل میں نہاں تھا تا صبح
ہائے کمبخت ترے منہ سے یہ کیونکر نکلا

آفریں داغ تجھے خوب نباہی تو نے
مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

کن بیکسوں کا پردہ یہ چرخ کہن ہوا
جیتوں کا پیرہن نہ مردوں کا کفن ہوا

دلگیر ہو کے غنچۂ بہار چمن ہوا
دل تنگ بھی ہوا تو کسی کا دہن ہوا

دل کو سنبھالے رہیں ناوک فگن ہوا
نادم رقیب کے منہ کا سخن ہوا

جوش جنوں نے سد دیا جوش حسن کا
ٹکڑے ادھر نقاب ادھر پیرہن ہوا

زخم کہن نے آج رلایا بہت لہو
اڑتی ہوئی بہار سے تازہ چمن ہوا

انکار وصل منہ سے نہ نکلا کسی طرح
اپنے دہن سے تنگ وہ غنچہ دہن ہوا

اے عشق سن رہے کہیں فرہاد یہ صدا
تیشہ پکارتا ہے کہ میں کوہ کن ہوا

تک تک کے دیکھتے ہیں انھیں غیر بار بار
میں انجمن میں آئینۂ انجمن ہوا

آئینہ دیکھ دیکھ کے وہ مجھ کو گالیاں
ہم کو بھی تو یقین ہو کہ پیدا دہن ہوا

دسوں تک اٹھا پاؤں چلا راہ میں غریب
جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا

اے عندلیب تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا
دل داغ کھا کے کچھ نہ ہوا تو چمن ہوا

آتی ہے مجھ کو یہ قطع دریدہ کب
دست جنوں سے ٹھیک مرا پیرہن ہوا

جب وہ کلام کرتے ہیں منہ دیکھتی ہے خلق
اٹھتی ہیں انگلیاں کہ وہ پیدا دہن ہوا

جس لب کو حرفِ وعدہ نزاکت سے بار تھا ۔۔۔ سنتا ہوں آج میں کہ وہ پیماں شکن ہوا

ہاتھوں سے جو نکے تری باتوں سے مر گئے ۔۔۔ چٹکی میں تھا جو تیر وہ لب پر سخن ہوا

وہ اور ہیں جو پیتے ہیں موسم کو دیکھ کر ۔۔۔ آئی ری بہار میں توبہ شکن ہوا

ایمان کچھ وضو تو نہیں ہے کہ ٹوٹ جائے ۔۔۔ اے شیخ کیا ہوا جو میں توبہ شکن ہوا

مجنونِ دل رمیدہ کی تاثیر دیکھیے ۔۔۔ وحشت سے تیری ناقۂ لیلیٰ ہرن ہوا

مسجد قریبِ بتکدہ کیا بے حجاب تھی ۔۔۔ شب کو امامِ شیخ کا اک برہمن ہوا

تہمت نہ رکھ خدا کے لیے مجھ پہ زاہدا ۔۔۔ کب میں نے توبہ کی تھی جو توبہ شکن ہوا

چھیڑا جو اے جنوں اسے تو نے تو جان لے ۔۔۔ تیرے گلے کا ہار مرا پیرہن ہوا

کیا غم سے چھوٹتا نہیں انساں چارہ گر ۔۔۔ جو استخواں گھلا مری جزوِ بدن ہوا

لکھا ہوا ہے پیرِ مغاں کی کتاب میں
لاکھوں میں داغ ایک ہی توبہ شکن ہوا

منتوں سے بھی نہ وہ حور شمائل آیا ۔۔۔ کس جگہ آنکھ لڑی ہائے کہاں دل آیا

ہم نہ کہتے تھے کہ ذکرِ عشق پشیماں ہوگا ۔۔۔ جو کیا تو نے وہ آگے ترے اے دل آیا

قہقہے قلقلِ مینا نے لگائے کیا کیا ۔۔۔ مجھ کو مستی میں جو رونا سرِ محفل آیا

قتل کی سن کے خبر عید منائی میں نے ۔۔۔ آج جس سے مجھے ملنا تھا گلے مل آیا

تا دمِ مرگ نہ ہو وہ مرے دشمن کو نصیب ۔۔۔ جو مزا مجھ کو اُلٹی دمِ بسمل آیا

مرقدِ قیس پر اب تک بھی تو خارِ صحرا ۔۔۔ انگلیوں سے یہ بتاتے ہیں وہ محمل آیا

گنج قاروں کے سوا بھی ہے عدم میں کچھ ۔۔۔ ہائے دنیا میں نہ اس ملک کا حاصل آیا

جس نے کچھ ہوش سنبھالا وہ جواں قتل ہوا ۔۔۔ عہدِ پیری نہ ترے عہد میں قاتل آیا

دین و دنیا سے گیا تو یہ سمجھ لے اے داغ
غضب آیا اگر اس بت پہ ترا دل آیا

طور کیوں خاک ہوا نور ترا نار نہ تھا — ناز تھا حضرت موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا

ہیں یہ چو کے غم دل قابل اظہار نہ تھا — بات میں یار یہ بگڑا کہ کبھی یار نہ تھا

آسمان پاؤں پڑا ہے کہ قیامت ظالم — یوں تو چلتا ہوا ہر فتنۂ رفتار نہ تھا

دل ہوا خاک تو اکسیر کسی نے جانا — تھا یہ جب مال تو کوئی بھی خریدار نہ تھا

ذکر مجنوں سے مجھے آگ لگی جاتی ہے — گرچہ ظاہر ہے تمھارا وہ طلبگار نہ تھا

یا نہ آتے تھے حسینوں کو یہ انداز جفا — یا کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا

شب کو کیونکر خلش دل نہ دکھاتی لذت — تیر ارمان تھا پیکان نہ تھا خار نہ تھا

غم جاوید کی لذت مرے دل سے پوچھو — مل گیا وہ مجھے میں جس کے سزاوار نہ تھا

بات کیا چاہیے جب مفت کی حجت ٹھہری — اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

کیوں مرے بعد اٹھی یا ستم عشق رقیب — کیا مرے داغ سے ظالم پہ گراں بار نہ تھا

سحر تھی چشم فسوں ساز کہ ملتے ہی نظر — میں نے پہلو میں جو دیکھا تو دل زار نہ تھا

ایک ہونے سے رقیبوں کے ہوا کیا کیا کچھ — غم نہ تھا رشک نہ تھا داغ نہ تھا خار نہ تھا

ایک ہی جلوہ دکھا کے مجھے حیرت میں ڈال — دل کے یار ہی تھا میں یہ کہوں یار نہ تھا

جال اُس زلف پریشاں نے بچھایا بیدل — بے سنبھل پھر یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ تھا

دل کا سودا اور اس اغماض سے اور ایسی جگہ
داغ وہ انجمن ناز تھی بازار نہ تھا

تیر اُسکا چلتے چلتے جب پریشاں ہو گیا — تھک کے بیٹھا میرے دل میں اور پنہاں ہو گیا

آپ کی برہم مزاجی کا ٹھکانا ہی نہیں — یہ تو مجھ کمبخت کا حال پریشاں ہو گیا

لے لیا ہاتھوں میں مجھ کو دیکھ کر بے اختیار — آج اُن کا پاسباں میرا نگہباں ہو گیا

کسکا طرہ کسکا گیسو کسکی کاکل کسکی زلف — سب بلائیں گئیں جب دل پریشاں ہو گیا

سوزن عیسیٰ مریم خار صحرا ہو گئی — زخم دامن دار کس وحشی کا داماں ہو گیا

سینۂ صد چاک سے لپٹا ہی رہتا ہے مدام — تو بھی اے دستِ جنوں میرا گریباں ہوگیا
اس سے بہتر کوئی صورت خود نمائی کی نہیں — جانتا ہوں جس لیے پردے میں پنہاں ہوگیا
دل میں اے دیدہ رہا تھا ایک قطرہ خون کا — کچھ نثارِ زخم ہوا کچھ صرفِ مژگاں ہوگیا

بوسے لے کر دل دیا ہے اور پھر نالاں ہیں داغ
کوئی جانے مفت میں حضرت کا نقصان ہوگیا

وہ بات کون سی گذری جو اضطراب نہ تھا — جب آنکھ دی تھی خدا نے مجھے تو خواب تھا
یہ داغ رند کی آلودہ شراب نہ تھا — خراب آج ہوا آج تک خراب نہ تھا
مرے سوال کے معنی وہ مجھ سے کہہ دیتے — مگر سوال کا میرے کوئی جواب نہ تھا
نگاہِ شوق پر الزام بے قراری ہے — تمھاری برقِ تجلی کو اضطراب نہ تھا
نہ پوچھیے مرے روزِ سیاہ کی ظلمت — چراغ لیکے بھی ڈھونڈھا تو آفتاب نہ تھا
وہ جب چلے تو قیامت بپا تھی چار طرف — ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا
کہا انھوں نے شبِ غم کا ماجرا سُن کر — ترے مزاج کی شوخی تھی اضطراب نہ تھا
لگی نہ آنکھ مری چشمِ پاسباں کی قسم — شبِ فراق کہیں دیکھنے کو خواب نہ تھا
وہ پہنچے غیر کے گھر جان کر شبِ وعدہ — ہمارے روزِ سیہ میں جو آفتاب نہ تھا
پیامبر کی زباں بات بات پر جو رکی — شریکِ حال مرے دل کا اضطراب نہ تھا
ہمارے حال کو جس نے سنا کہا سب جھوٹ — کوئی زبان نہ تھی جس پہ یہ جواب نہ تھا
ملا ہمیں دلِ پُر داغ کا نشاں اتنا — جلے کباب کی بو تھی مگر کباب نہ تھا
جوان ہوئے تو قیامت ہوئی خدا کی پناہ — وہ جب ہی فتنہ تھے جب عالمِ شباب نہ تھا
ہزار پردوں میں مشتاق دیکھ لیتے ہیں — اُسے حجاب تھا موسیٰ کو تو حجاب نہ تھا
پیامبر تجھے لاکھوں سوال کرنے تھے — نہ تھا ہزار میں اک بات کا جواب تھا
کل اس نگاہ میں شوخی تھی کس قیامت کی — لڑا بھلا تو مرے دل کا اضطراب نہ تھا

جی کس سے لگاتے شبِ فرقت میں الٰہی — بہلانے کو دل گر غمِ دلبر بھی نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر قتل کا عالم کے ارادہ — سفاک ترے ہاتھ میں خنجر بھی نہ ہوتا
ہے واسطے ہر کام کے ایک روز مقرر — ہوتا جو نہ انصاف تو محشر بھی نہ ہوتا
آتا جو یہاں روزِ جزا اے شبِ ہجراں — بڑھ کر تو کہاں تیرے برابر بھی نہ ہوتا
ظالم جو کہا اس کو یہ ہے حسن کی خوبی — بہتر تو یہی تھا کہ وہ بہتر بھی نہ ہوتا

غارت گرِ ایماں تو ہے اے داغ یہ کافر
گر عشق نہ ہوتا کوئی کافر بھی نہ ہوتا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا — کہ ترے دل میں مدعا سا رہا
لاگ نے دل کی کھو دیا سب کچھ — اس کمبخت کا خیال رہا
دل جلے سب ملیں گے خاک میں ہم — جو چکا وصل تو وصال رہا
عشق کے زور شور تو دیکھو — جو بھلایا وہی خیال رہا
ذکر روزِ جزا یہ کہتے ہیں — اور جو ہم پہ ہی انفعال رہا
تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ — زندگی کیا رہی وبال رہا
شبِ غم بھی گزر ہی جائے گی — نہ رہے گا نہ ایک حال رہا
دل ہمارا وہ چیز ہے جس کا — لبِ معشوق پر سوال رہا

داغ نے حالِ دل کہا ان سے
کچھ نہ کمبخت کو خیال رہا

جب تک کہ مرے گریہ سے طوفاں نہ ہوا تھا — الفت میں کوئی کار نمایاں نہ ہوا تھا
دل میں نے دیا تھا اسے کچھ سوچ کے اپنا — سودا تو مجھے ناصح ناداں نہ ہوا تھا
شامت مری جو میں نے مسیحا انہیں جانا — آتی تھی اجل درد کا درماں نہ ہوا تھا
فرہاد کے مرجانے کا مذکور نہ کیجے — کچھ آپ کی تلوار کا احساں نہ ہوا تھا

تیزی نہ کراتی رگِ گردن پہ کرم سے — کچھ تیر اگر خنجرِ بُرّاں نہ ہوا تھا
محشر میں بھی عشاق کا سر اُٹھنے نہ دیتا — دنیا میں بھلے کو ترا احساں نہ ہوا تھا
لختِ دلِ صد چاک نے یہ رنگ دکھایا — یوں صورتِ گل غنچۂ پیکاں نہ ہوا تھا
کیسا ہی زمانہ ہو مگر دوست دل اپنا — ہوگا نہ ہوا ہے کسی عنواں نہ ہوا تھا
جو کچھ جو ہوا میں تو غضب ٹوٹ پڑا ہے — آئینہ تمھیں دیکھ کے حیراں نہ ہوا تھا
اُس وعدہ فراموش کا اللہ رے تغافل — گویا نہ کیا تھا کبھی پیماں نہ ہوا تھا

دل داغؔ نے کیوں خاک کیا صبر ہی کرتا
اتنا نہ ہوا تھا کوئی خواہاں نہ ہوا تھا

بشر نے خاک پایا لعل پایا یا گہر پایا — مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اُس نے بھر پایا
ملا تو کیا ملا پایا تو کیا جب ڈھونڈھ کر پایا — مزا ہے دل کے کھونیکا اِدھر کھویا اُدھر پایا
مری فریاد میرے کان میں لے کاش یہ کہہ کر — نہ کیجے جستجو لیجے مبارک ہو اثر پایا
نفس کے آنے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری — یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطفِ سفر پایا
جراحت کا مزہ ہے چارہ گر ناسور ہو جائے — بندھا جس زخم کا، نگو اُس نے گیا ثمر پایا
کیا تھا دفن کشتے کو تمھارے قبلہ رو لیکن — خدا جانے کہ منھ اس کا فرشتوں نے کدھر پایا
جو تم سے رنج بھی پہنچے کسیکو تو بڑی قسمت — ہمیں دیکھو کہ اپنے حوصلے سے بیشتر پایا
دلِ گم گشتہ کے مذکور پر تم کھوئے جاتے ہو — بڑی چوری نکلیگی زلف پرخم میں اگر پایا
ہمارا میکدہ بھی ایک دن بنجائیگا کعبہ — دکھائینگے تجھے اے شیخ وہ جنت میں گھر پایا
وہ میرا چھیڑنا آغازِ الفت میں شکایت سے — وہ رکھ کر ہاتھ کانوں پر ترا کہنا کہ بھر پایا
نہ کھایا تھا کبھی خونِ جگر جینے مگر کھایا — بنایا تھا کبھی آزارِ الفت میں مگر پایا
تمھاری رہگذر میں لوگ دیوانہ بناتے ہیں — کہا مجھ سے ترا دل ہے کسی نے کچھ اگر پایا
صبا اُڑتی ہے اس گم گشتہ کی بو آہ کچھ تو ہیں — ہمارا نامہ بر پایا کسی نے پا کدھر پایا

رہی ہے رات بھر تم تم کے رہ رہ کے چمک دل میں   جگایا اے کے چٹکی درد نے جب بیخبر پایا

رئیس مصطفےٰ آباد کے نوکر ہوئے جب سے
کہیں کیا داغ ہم آرام ہم نے کسقدر پایا

روکش اس چین جبیں سے خم گیسو نہوا   ہوا بد مقابل بخستہ ابرو نہوا
عاشق چہرہ ہوا بستۂ گیسو نہوا   دل تو کافر بھی کتابی ہوا ہندو نہوا
کسی دشمن کو مرے صدمہ سر مو نہوا   رنج کا دل نہ ہوا درد کا پہلو نہوا
شوق بوسہ اسے کہتے ہیں کہ میرے دل میں   لب معشوق ہوا تیر ترازو نہوا
جب خیال انکو ہوا سکے ہم آنسو پونچھیں   وائے تقدیر مری آنکھ میں آنسو نہوا
کرلیے جمع حسینوں نے ہزاروں فتنے   عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہوا
شمع پر سنگ کے تکیے بھی بغل میں دابے   گرم جب بھی تو شب ہجر میں پہلو نہوا
لڑائی ہیں کچھ عجب انداز سے نیچی نظریں   کوئی آئینہ ہوا آپ کا زانو نہوا
پڑیاں کھل گئیں سینے کی گداز غم سے   گھل کے پیکان ترے تیر کا آنسو نہوا
نام رکھتے ہیں مسیحا کو وہ یہ کہہ کہہ کر   لب میں اعجاز ہوا آنکھ میں جادو نہوا
درد بھی سینے سے اٹھکر زبغل تک پہنچا   شب فرقت میں نصیب اسکو بھی پہلو نہوا
کسی حلقے سے کمان کے نہوا صید یہ دل   کھنچ کے جب تک وہ کماندار کا ابرو نہوا
بزم اغیار کا مذکور ہے میرے آگے   وہ بھی اس طرح کہ افسوس وہاں تو نہوا
جبکہ موسیٰ کو غش آیا تھا یہ چھینٹا دیتا   شعلۂ برق تجلی مگر آنسو نہوا
جب عمل اُن کے تلیں گے تو کھنچے گی یکسر   آج کو رطل گراں سنگ ترازو نہوا
ایک دن غیر کے پہلو میں انھیں دیکھا تھا   جب سے وہ بات نہ کی جس میں کہ پہلو نہوا
بندہ کو لطف ملاقات اسے کہتے ہیں   خوش کبھی میں نہوا شاد کبھی تو نہوا
دل کا جویا ہے یہانتک تو وہ دلبر میرا   مول تصویر نہ لی جس میں کہ پہلو نہوا

زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈیں اسے — تم نے دل لے کر کہاں اے بندہ پرور رکھ دیا

داغ کی شامت جو آئی اضطراب شوق میں
حال دل کمبخت نے سب ان کے منہ پر رکھ دیا

یار کے غم میں پریشان یہی یار رہا — صبر مرحوم کا اک دل ہی عزادار رہا
تھی شب قدر سے بھی قدر شب وعدہ سوا — کیا بتاؤں کہ کس امید پہ بیدار رہا
یاں بھی مشتاق کی قسمت میں کوئی جلوہ ہے — یا فقط حشر ہی پر وعدۂ دیدار رہا
یہ تو یہ ہے کہ مزا شوق کا انکار سے ہے — شوق سا شوق رہا جب نہیں انکار رہا
کیجئے عشق بتاں میں بھی خدا کو شامل — کیا رہا خوف جب اللہ مددگار رہا
لطف فرما جو وہ رہتا تو ٹھکانا ہی نہ تھا — عین حکمت تھی وہ کافر جو دل آزار رہا
خاک میں دل کی صفائی نے ملایا مجھکو — کہ مرا ایک جہاں واقف اسرار رہا
نہ ہوا گرمی وحشت سے میں ٹھنڈا ہوا — دور ہی دور ترا سایۂ دیوار رہا
اسی سینے میں چھپایا اسی پہلو میں رکھا — اور اس پر دل بیتاب زنہار رہا
چشم پُرشوق میں مژگاں ہیں زباں کے کانٹے — میں تو از بسکہ ترا تشنۂ دیدار رہا

داغ دل کا نہ چھپا داغ بہت ڈالی خاک
شمع بن کر مرے مرقد پہ نمودار رہا

کب ہوا اے بت بیگانہ منش تو اپنا — دل جو اپنا ہے نہیں اُس پہ بھی قابو اپنا
ہم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام — تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا
ابتدائے رمضاں میں ہے مہ عید کی دھوم — کسی کافر نے دکھایا نہ ہو ابرو اپنا
بعد میرے نہ رہا دیکھنے والا کوئی — تم زمانے کو دکھاؤ رخ نیکو اپنا
ڈھونڈتا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ — مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھ کے زانو اپنا
آتش دل ہی غنیمت ہے شب فرقت میں — گرم رہتا ہے اسی آگ سے پہلو اپنا

حق میں عاشق کے بھلا ہو کہ بُرا ہو کچھ ہو — فائدہ دیکھ لیا کرتے ہیں خوشرو اپنا

وہی ہم ہیں کہ جو روتوں کو ہنسا دیتے تھے — اب یہ ہے حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

لگ گئی چپ تجھے اے داغؔ حزیں کیوں ایسی
مجھ کو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤں گا — میں بھی کیا وعدہ تمھارا ہوں کہ ٹل جاؤنگا

آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی — میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤنگا

اس قدر خوف ہے مجھکو ستمِ پنہاں کا — یک بیک لطف بھی کیجے تو دہل جاؤنگا

ناوکِ یار سے یہ دل نے کہا مجھکو نہ چھوڑ — سائے کے ساتھ ترے میں بھی نکل جاؤنگا

اُنسے پوچھونگا کسی پردے میں احوالِ رقیب — زہر کے گھونٹ نگلتے ہی نگل جاؤنگا

دل لگاتا نہ کبھی دارِ فنا میں ہرگز — کیا خبر تھی مجھے آج آؤنگا کل جاؤنگا

اپنے سر کوئی بھی لیتا ہے پرائی آفت — طور آگاہ نہ تھا اس سے کہ جل جاؤنگا

جلوۂ یار ہے گو ہوش ربا اے ناصح — میں بھی جھک جھک کے گرونگا تو سنبھل جاؤنگا

قبر میں حسرت و ارمان ہیں غنیمت اے داغؔ
رفتہ رفتہ انھیں یاروں میں بہل جاؤنگا

جہان میں کیا نہ ڈھونڈھا کیا نہ پایا — مزاج اُن کا دماغ ان کا نہ پایا

مزا کچھ تم نے اپنے جور کا نہ پایا — وہ پایا اس طرح گویا نہ پایا

تری جانب ہی پھر جاتی خدائی — مگر کافر تجھے اتنا نہ پایا

چھپایا تھا تمھاری زلف نے دل — کہو ایماں سے پایا یا نہ پایا

خوشی لکھی تو کیا مسلق ازل میں — غنیمت ہے کہ غم تھوڑا نہ پایا

ملا مصرِ محبت میں جو ہم کو — زلیخا نے بھی وہ سودا نہ پایا

ترے دستِ حنائی میں بھی ہے چور — کسی کو ہاتھ کا سچا نہ پایا

گہر کی آبرو ہے جوہری سے — بڑا پایا تو مول اچھا نہ پایا
خزاں ہی خوب تھی بہر نشیمن — چمن میں ایک بھی تنکا نہ پایا
تصور میں مرے تیری کمر ہے — اُسے دنیا نے کچھ عنقا نہ پایا
ہم اُسکی بزم میں کھوئے گئے تھے — رقیبوں نے ہمیں پایا نہ پایا
اگرچہ قیس نے عشق و جنوں کا — مزا پایا مگر ایسا نہ پایا
ہوئے جس دن سے تم رشک مسیحا — زمانے میں کوئی اچھا نہ پایا
قیامت کا کیا ہے اسنے وعدہ — قیامت ہے اگر تم نے نہ پایا

سفارش ہم تری کرتے پر اے داغ
کچھ اُن کا تجھ سے رخ اچھا نہ پایا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا — کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا — ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا — تمہیں منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا
غم عشق میں مزہ تھا جو اُسے سمجھ کے کھاتے — یہ وہ زہر ہے کہ آخر مے خوشگوار ہوتا
یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی — نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا
نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں — کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے — اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا
یہ وہ درد دل نہیں ہے کہ ہو چارہ ساز کوئی — اگر ایک بار مٹتا تو ہزار بار ہوتا
گئے ہوش تیرے زاہد جو وہ چشم مست دیکھی — مجھے کیا الٹ نہ دیتی جو نہ بادہ خوار ہوتا
مجھے مانتے سب ایسا کہ عدو بھی سجدے کرتے — در یار کعبہ بنتا جو مرا مزار ہوتا

تمہیں ناز ہو نہ کیوں کر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

جلوہ دیکھا تری رعنائی کا — کیا کلیجہ ہے تماشائی کا
رہ گیا غش سے آگے جا کر — ہائے عالم مری تنہائی کا
یوں نہ ہو برق تجلی بے تاب — اُڑ گیا رنگ تماشائی کا
یاد آتا ہے وہ رسوا کرکے — رنج کرنا مری رسوائی کا
آئی شوخی تب کہاں سے تمکین — پڑ گیا صبر تمنائی کا
اے لب یار جِلا دے دل کو — واسطہ اپنی مسیحائی کا
روز دیدار حسنہ اخیر کے — معرکہ ہے تری زیبائی کا
اب تصور سے بھی گھبراتا ہوں — کیا مزہ ہے مجھے تنہائی کا
منہ سے بولے تو کہا آئینہ — کھیل کھیلے تو خودآرائی کا
ضعف نے دل کو تڑپنے نہ دیا — ہو گیا نام شکیبائی کا
اُن کی شہرت ہی مٹی جاتی ہے — کیا کھٹکا تھا مری رسوائی کا
کیا تصور بھی نہ آنے دے گی — منہ تو دیکھو شب تنہائی کا

داغ کی قبر بتا کر بولے
یہ نشاں تھا اسی سودائی کا

(۹۰)
خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا — جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
دل لے کے مفت کہتے ہیں کچھ کام کا نہیں — اُلٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا
ڈرتا ہوں دیکھ کر دلِ بے آرزو کو میں — سنسان گھر یہ کیوں نہ ہو مہمان تو گیا
کیا آئی راحت آئی جو کنج مزار میں — وہ ولولہ وہ شوق وہ ارمان تو گیا
دیکھا ہے بتکدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ — ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا
افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں — لیکن اُسے جتا تو دیا جان تو گیا
گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر — مجھ کو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

بزمِ عدو میں صورتِ پروانہ دل مرا — گو رشک سے جلا ترے قرباں تو گیا

ہوش و حواس و تاب و تواں داغؔ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

شکر کرتا ہوں کہ شکوہ نہیں لب پر آیا — دیکھ تو کون وہ اے داورِ محشر آیا

خواب میں بھی نہ کسی شب وہ ستمگر آیا — وعدہ ایسا کوئی جانے کہ مقرر آیا

مجھ سے مے کش کو کہاں صبر کہاں کی توبہ — لے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

ناوکِ یار کی واجب ہے تواضع اے دل — پھر نہ جائے کہیں مہمان مرا گھر آیا

غیر کے روپ میں بھیجا ہے جلانے کو مرے — نامہ بر اُن کا نیا بھیس بدل کر آیا

سخت جانی سے مری جان بچی ہے کب تک — ایک جب کند ہوا دوسرا خنجر آیا

وہ سنایا ہے کہ ایک کی سو سو کو [illegible] — حرفِ مطلب مرے لب پر نہ مکرر آیا

میں وہ ہوں تیز روِ راہِ محبت اے خضر — سایہ میرا نہ کبھی میرے برابر آیا

میرے افسانے کو [illegible] روزِ حشر [illegible] — ڈھل گیا دن تو یہ جانا کہ گھڑی بھر آیا

نالہ تھا درد تھا غم تھا کہ الم تھا کچھ تھا — لے لیا عشق میں جو ہم کو میسر آیا

عشق تاثیر ہی کرتا ہے کہ اُس کافر نے — جب مرا حال سنا سنتے ہی جی بھر آیا

رشک کہتا ہے کہ قاصد کے ملا اس نے عطر — کہ مرے نام کا خط آپ کی معطر آیا

شبِ وعدہ نہ ہوا ایک جگہ مجھ کو قرار — صبح تک میں کبھی گھر میں کبھی باہر آیا

اس قدر شاد ہوں گویا کہ ملی ہفت اقلیم — آئینہ ہاتھ میں آیا کہ سکندر آیا

اُس کے لکھے کو مٹا کر ہیں کچھ کہہ دیتے — کیا کریں سامنے اپنا نہ مقدر آیا

غیر نے آج کیا مہر و وفا کا دعوے — تمہیں انصاف سے کہہ دو تمہیں باور آیا

رنج اتنا نہیں میرا جسے لکھے کوئی — یہ مرے نامۂ اعمال میں کیونکر آیا

وصل میں ہائے وہ اترا کے مرا بول اٹھنا — اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا

نالہ وہ نالۂ مرا جس سے فلک کانپ گیا　　خوف آیا نہیں کیا ان کو مقدر آیا
راہ میں وعدہ کریں جاؤں ابھی گھر پہ تو کہیں　　کون ہے کس نے بلایا اسے کیونکر آیا

داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جلجاتے ہیں
ذکر کمبخت کا آنے کو تو اکثر آیا

ہجر میں عیشِ گذشتہ جو مجھے یاد آیا　　دادِ بیداد کو ہنگامۂ فریاد آیا
کبھی مسجد میں جو وہ شوخ پری زاد آیا　　پھر نہ اللہ کے بندوں کو خدا یاد آیا
تم ندا اور نہ گرا لوٹ سکے یہ خانہ خراب　　گنبدِ چرخ اب اے شورشِ فریاد آیا
اُس کے آنے کا تصور ہے کہ ہر دم ہر وقت　　ہے ترا تکیہ کلام اے دلِ ناشاد آیا
جلوہ گر کعبۂ دل میں ہے وہ بت اے زاہد　　کہہ کے لبیک یہاں عشقِ خدا داد آیا
اپنے سر کی مرے لاشے نے بلائیں لے لیں　　دستِ قاتل کا جو انداز مجھے یاد آیا
چھوٹ کر کنجِ قفس سے بھی یہ کھٹکا نہ گیا　　جب صبا آئی تو جانا وہی صیاد آیا
یہ وہ گھر ہے کہ خوشی کا تو بیاں کیا مذکور　　غم بھی آیا مرے دل میں تو بہت شاد آیا
سخت جاں کوئی نہ تھا اہلِ ہوس میں یارب　　لوٹ کر بھی نہ ادھر خنجرِ جلاد آیا
آتشِ غم نے جلایا ہے سراپا ایسا　　میرے سائے میں نہ میرا کبھی ہمزاد آیا
غیر جب ذبح ہوا تجھ کو مرے سر کی قسم　　کچھ مزا بھی تجھے اے خنجرِ فولاد آیا
حشر کیا شے ہے فقط چار پہر کا جھگڑا　　دیکھنا پھر میں سوئے عالمِ ایجاد آیا
رات بھر شور رہا ہے ترے ہمسائے میں　　کس کے ارمان بھرے دل کو خدا یاد آیا
پہلے ہی میرے رگِ جاں میں لگایا نشتر　　پٹی آنکھوں پہ مگر باندھ کے فصاد آیا
دھجیاں اُس کے فرشتوں نے اڑا دیں کر کیا　　ہاتھ اُنکے جو مرا دامنِ فریاد آیا
عارض آئینہ جبیں آئینہ رخ آئینہ　　اپنا منہ دیکھتے آگے ترے بہزاد آیا
داغ کو تُو نے بھلایا ہے کچھ ایسا دل سے　　وہ تو کیا شہر بھی اسکا نہ کبھی یاد آیا

کون سا طائرِ گم گشتہ اُسے یاد آیا / دیکھتا بھالتا ہر شاخ کو صیاد آیا

میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا / وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

کوئی بھولا ہوا اندازِ ستم یاد آیا / کہ تبسم تجھے ظالم دمِ بیداد آیا

لائے ہیں لوگ جنازے کی طرح محشر میں / کس مصیبت سے ترا کشتۂ بیداد آیا

اُس کے جلوے کو غرض کون و مکاں سے کیا تھی / داد لینے کے لیے حسنِ خداداد آیا

بستیوں سے یہی آواز چلی آتی ہے / جو کیا تو نے وہ آگے ترے فرہاد آیا

دلِ ویراں سے رقیبوں نے مرادیں پائیں / کام کس کس کے مرا خرمنِ برباد آیا

عشق کے آتے ہی منہ پر مرے پھولی ہے بسنت / ہو گیا زرد یہ شاگرد جب استاد آیا

ہو گیا فرض مجھے شوق کا دفتر لکھنا / جب مرے ہاتھ کوئی خامۂ فولاد آیا

عید ہے قتل مرا اہلِ تماشا کے لیے / سب گلے ملنے لگے جب کہ وہ جلاد آیا

چین کرتے ہیں وہاں رنج اٹھانے والے / کام عقبیٰ میں ہمارا دلِ ناشاد آیا

دی مؤذن نے شبِ وصل اذاں پچھلی رات / ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

میرے نالے نے سنائی ہے کھری کس کس کو / منہ فرشتوں پہ یہ گستاخ یہ آزاد آیا

غمِ جاوید نے دی مجھ کو مبارکبادی / جب سنا یہ کہ انہیں شیوۂ بیداد آیا

میں تمنائے شہادت کا مزا بھول گیا / آج اس شوق سے ارمان سے جلاد آیا

جذبِ وحشت ترے قربان ترا کیا کہنا / کھنچ کے رگ رگ میں مرے نشترِ فصاد آیا

شادیانہ جو دیا نالہ و شیون نے دیا / جب ملاقات کو ناشاد کی ناشاد آیا

لیجیے سنیے اب افسانۂ فرقت مجھ سے / آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

اس قدر ناز ہے کیوں آپ کو یکتائی کا / دوسرا نام ہے وہ بھی مری تنہائی کا

کیا چھپے راز کسی دل شیدائی کا — عرصۂ حشر تو بازار ہے رسوائی کا
جان لے جائے گا آنا شبِ تنہائی کا — کون اب روکنے والا ہے مری آئی کا
خوگرِ رنج و بلا حشر کے دن کیا خوش ہوں — کہ وصال آج ہوا ہے شبِ تنہائی کا
زندہ ہے نامِ شہادت کا اسی کے دم سے — تیرے کشتے نے کیا کام مسیحائی کا
ہر گلی کوچے میں پامال اسے ہو جانا — دل ہے یا نقشِ قدم ہے کسی ہرجائی کا
اس ادب سے تہِ شمشیر تڑپنا اے دل — کہ گمان تیری تڑپ پر ہو شکیبائی کا
فتنے بھی قاعدے سے اٹھتے ہیں جب اٹھتے ہیں — کیا سلیقہ ہے تمہیں انجمن آرائی کا
وہ یہ کہتے ہیں مرا صبر پڑے گا تجھ پر — اب مجھے رنج نہیں اپنی شکیبائی کا
یہ غرض ہے مری تقدیر کو تجھ سے پوچھے — آبرو کا ہے طلب گار کہ رسوائی کا
دن شبِ وعدہ کی یاد میں مہندی اس نے — یاں کلیجا کوئی ملتا ہے تمنائی کا
رات بھر شمع رہی ہجر میں وہ بھی خاموش — ملتجی تھا تری تصویر سے گویائی کا
سر مرا کاٹ کے رہنے دو اپنی رکھ دو — شوق باقی ہے ابھی ناصیہ فرسائی کا
یوں نہ مقبول ہوا ہوگا کسی کا سجدہ — بت کو ارمان رہا میری جبیں سائی کا
ہو گیا پرتوِ رخسار سے کچھ اور ہی رنگ — میں نے منہ چوم لیا اس کے تماشائی کا
تھم گئے جم گئے آنکھوں میں لہو کے قطرے — خون ظاہر ہے مری صبر و شکیبائی کا

بن گیا داغِ جگر مہرِ قیامت اے داغ
پر ابھی رنگ وہی ہے شبِ تنہائی کا

ذرا وصل پر ہو اشارہ تمہارا — ابھی فیصلہ ہے ہمارا تمہارا
بتو دین و دنیا میں کافی ہے مجھکو — خدا کا بھروسہ سہارا تمہارا
ان آنکھوں کی آنکھوں سے لوں میں بلائیں — میسر ہے جن کو نظارا تمہارا
محبت کے دعوے ملے خاک میں سب — وہ کہتے ہیں کیا ہے اجارہ تمہارا

رکاوٹ نہ ہوتی تو دل ایک ہوتا — تمہارا ہمارا ہمارا تمہارا
برائی جو کی تم نے غیروں کی ہم سے — ہمارا حال سب آشکارا تمہارا
نکل کر مرے گھر سے یہ جان لو تم — نہ ہوگا کسی گھر گذارا تمہارا
سنا ہے کسی اور کو چاہتا ہے — وہ دشمن ہمارا وہ پیارا تمہارا

کرینگے سفارش ہم اے داغ اُن سے
اگر ذکر آیا دوبارہ تمہارا

کیا کہوں تیرے تغافل نے حیا نے کیا کیا — اس ادا نے کیا کیا اور اس ادا نے کیا کیا
بوسہ لیکر جان ڈالی غیر کی تصویر میں — یہ اثر تیرے لب معجز نما نے کیا کیا
یاں جگر پر چل گئیں چھریاں کسی مشتاق کی — واں خبر یہ بھی نہیں ناز و ادا نے کیا کیا
میرے ماتم نے مرے قاتل کو ناخوش کر دیا — کیا کیا افسوس یہ اہل عزا نے کیا کیا
حشر میں پھرتے ہیں خوش خوش کیا وہ آئے ہوئے — اور کہتے ہیں مرا روز جزا نے کیا کیا
چاہ کر ہم نے حسینوں کو مزے لوٹا کئے — پند گو تیرے دل بے مدعا نے کیا کیا
رائیگاں جاتی نہیں محنت کسی کی ہمنشیں — ہم دکھا دینگے ہماری التجا نے کیا کیا
مار ڈالا آپ اپنے رنج فرقت میں مجھے — اور پھر کہتا ہے ظالم یہ خدا نے کیا کیا

سنتے ہیں اے داغ ہم اس بت سے بگڑا ہے رقیب
غیب سے سامان دیکھو تو خدا نے کیا کیا

چاہتا ہے کب مرنا کوئی سخت جاں اپنا — تجھ کو چاہیئے قاتل اول امتحاں اپنا
جب یقین عشق آیا پھر وہ بت کہاں اپنا — آ گئے غضب میں یا ہم دے کے امتحاں اپنا
لاکھ آفتیں آئیں لاکھ حسرتیں چھائیں — اک ترے نہ ہونے سے پھر گیا مکاں اپنا
غیر خوش ہے ہم ناخوش کاش مدعی ہوتا — ایک آسمان اس کا ایک آسماں اپنا
بچ رہیگا کوئی تو برق و باد و باراں سے — ہر درخت پر باندھا ہم نے آشیاں اپنا

وہم ہی سہی ہم کو ہو گئی خطا ہم سے — بس نہ کھائیے قسمیں تھا غلط گمان اپنا
دل میں جس قدر ہو درد اسکو کیا یقین آئے — داغ بے نمود اپنا زخم بے نشان اپنا
دوست اور ایسا دوست ایکدم میں پھر جائے — دل فریق رحمت ہوتا مزاجداں اپنا
کر دیا مجھے بیخود شوق سجدہ نے کیسا — یہ نہیں خبر یہ ہے سنگ آستاں اپنا
دوستی کے پردے میں کون دشمنی کرتا — اس کی مہربانی ہے جو ہی مہرباں اپنا
لوگ ماجرائے غم پوچھنے کو آتے ہیں — بھیجدو مرے در پر کوئی پاسباں اپنا
واں برائی سے بھی اب تذکرہ نہیں آتا — ذکر خیر رہتا تھا رات دن جہاں اپنا
ہائے میرے قاتل کو مفت کی ہے بدنامی — کام کر گئی ہوتی مرگ ناگہاں اپنا
ہم ستم رسیدوں کو زندگی مصیبت ہے — خضر پر دھرے احسان جاوداں اپنا

دھوم صبح محشر کی داغ سنتے آتے ہیں
پر نہیں کچھ اندیشہ خواب ہے گراں اپنا

دوست دشمن کو ترے ناز نے اکثر مارا — ایک ہی وار میں دونوں کو برابر مارا
پاس آنے نہ دیا آہ شرر افشاں نے — دور سے پھینک کے جلاد نے خنجر مارا
طائر نامہ بر اپنا تو ہوائے تقدیر — آج سنتا ہوں کوئی اس نے کبوتر مارا
اے محبت دل آشفتہ کا سودا دیکھا — اسکی زلفوں سے لیا اور مرے سر مارا
قلزم عشق میں ہے گوہر مقصود اے دل — تو نے غوطہ نہ کبھی اس میں شناور مارا
یہ ستم ظرف ستم ہے کہ تڑپتا ہی رکھا — جان سے تو نے کسی کو نہ ستمگر مارا
چشم کافر کی رہی بحث لب جاناں سے — کہ مرے مردے کو سو بار جلا کر مارا
ستم چرخ نے مارا ہے یہ ظاہر ہو جائے — اس لیے اڑ کے مری خاک نے چکر مارا
آسماں سے ترے کوچے میں بہت زور ہوئے — نہ ہٹے ایک قدم ہم نے جو لنگر مارا
مار شا دل کو سمجھتا ہوں جہاد اکبر — وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا

سخت جانی سے یقیں تھا نہ مرے مرنے کا — موت سے پوچھتے ہیں وہ اسے کیونکر مارا

رہ گئی قتل گہ عام میں عزت میری — آج قاتل نے مجھے لاکھوں میں چن کر مارا

مدعی کوئی بھی میدان سخن میں نہ رہا
تو نے کیا معرکہ اے داغ سخنور مارا

راز دل کوئی کہے لاکھ میں کیونکر اپنا — داور حشر جدا چاہیے محشر اپنا

خط میں لکھا ہی جو حال دل مضطر اپنا — واں بھٹکتا ہی پھرا ہائے کبوتر اپنا

توبہ کے بعد بھی خالی نہیں دیکھا جاتا — دور رہتا ہے بھرا شیشہ و ساغر اپنا

ہم تو برباد ہوئے عشق میں اپنے ہاتھوں — کوئی بدخواہ نہیں اپنے سے بڑھکر اپنا

عشق کا لطف تو جب ہے کہ مجھے دے ڈالیں — زندگی اپنی خضر بخت سکندر اپنا

گھر کی شکل سے نفرت ہے مگر بہر خبر — آدمی بھیجتے رہتے ہیں وہ اکثر اپنا

وہ ہمیں تھے کہ ترے جور سے گھبراتے تھے — وہ ہمیں ہیں کہ تقاضا ہے برابر اپنا

دھوم ہے کوچۂ قاتل میں قیامت آئی — فیصلہ ہم بھی کیے لیتے ہیں چل کر اپنا

روز جاتا ہوں نئے روپ سے اسکے در پر — روز رکھتا ہوں نیا نام بدل کر اپنا

ہم کسی کام میں تقدیر کے قائل ہی نہ تھے — کچھ نہ بن آئی تو کہتے ہیں مقدر اپنا

قتل پر میرے فرشتے بھی گواہی کر دیں — دے دیا دفتر اعمال کو محضر اپنا

ہم فقیروں کو کہاں جائیں کہ وہ کہتے ہیں — میرے در پر سے اٹھا لیجیے بستر اپنا

داغ اُسکا الم اُسکا غم ہجراں اُس کا — سینہ اپنا جگر اپنا دل مضطر اپنا

کم نہ تھی شوخیٔ رفتار سے بیتابیٔ شوق — راہ میں پاؤں پڑا اُن کے برابر اپنا

موئے کاکل سے تو کمزور مرے ہاتھ نہیں — تھام لیتے ہوں ابھی میں دل مضطر اپنا

سخت جانوں کا تو مشکل سے گلا کٹتا ہے — پہلے پتھر پہ لگا لیجیے خنجر اپنا

وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے تم کہتے تھے — دوست دنیا میں نہیں داغ سے بہتر اپنا

کچھ سعی سے اقبال میسر نہیں ہوتا
ہر آئینہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا

دنیا میں مزا عشق سے بہتر نہیں ہوتا
یہ ذائقہ وہ ہے کہ میسر نہیں ہوتا

کیا کوئی زمانے میں ستم گر نہیں ہوتا
ہوتا ہے مگر تیرے برابر نہیں ہوتا

ہے حوصلۂ مشق جفا اس کو الٰہی
ہر کوئی گنہگار مقرر نہیں ہوتا

بیداد حزیں دیکھ کے یہ حال ہوا ہے
عاشق کوئی دنیا میں کسی پر نہیں ہوتا

رہتا ہے شب و روز بغل ہی میں دل اپنا
تم ہوتے ہو جب پاس تو اکثر نہیں ہوتا

ہم چھیڑ کے کہہ دیتے ہیں کٹتے ہوئے ان کو
ملتے ہیں بہت ہاتھ جو خنجر نہیں ہوتا

میں صبر نہ کرتا کہ مرے حق میں الٰہی
بہتر یہی ہوتا ہے کہ بہتر نہیں ہوتا

کیا مر نہیں جاتا قلق ہجر سے کوئی
باور نہیں آتا تمہیں باور نہیں ہوتا

رہزن ہی کا ہے ہم پوچھتے ہیں راہ محبت
جب ہم کو میسر کوئی رہبر نہیں ہوتا

ہم شکوۂ بیداد کہیں بھول نہ جائیں
دنیا میں بپا فتنۂ محشر نہیں ہوتا

تم کہتے ہو معشوق اطاعت نہیں کرتے
عاشق بھی تو معشوق کا نوکر نہیں ہوتا

ہم جانتے ہیں آئے ہیں ماتم کو فرشتے
جس بزم میں شغل مے و ساغر نہیں ہوتا

عادت ہی عجب چیز بری ہو کہ بھلی ہو
مرتا ہوں جو بے چین گھڑی بھر نہیں ہوتا

اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ ناداں
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

راہبر بن کر رہ الفت میں رہزن بن گیا
دل نے کی یہ دوستی ہے کہ دشمن بن گیا

جھک کے نازاں اپنی صورت پر ہوا ہے خود پرست
وہ بت کافر صنم بن کر برہمن بن گیا

شب کو جب چھوڑائے تھے دل اس کوچے میں ہم
وہ بھی قسمت سے چراغ راہ دشمن بن گیا

رہروان معرفت کا داں سیاہ ہے مستعد
جادۂ راہ حقیقت تار سوزن بن گیا

کیا فروغ حسن ہے وہ شب کو ہمسائے میں تھے
خانۂ تاریک میرا دشت ایمن بن گیا

ہو نزاکت مانع جنبش لب جاں بخش کو
کام تیرا خوب چشم ساحری فن بن گیا

رہ سکی ثابت نہ جوش حسن سے اسکی نقاب
چاک چاک ایسا ہوا پردہ کہ چلمن بن گیا

کشت دل میں دیکھ تخم عشق کی بالیدگی
ہم تو قائل اُسکے ہیں جو دانہ خرمن بن گیا

میرے مرنے سے کیا ظالم نے گو سامان عیش
پر لب مطرب پہ آکر نغمہ شیون بن گیا

ہاتھ اپنا چارہ گر اس کو لگا سکتا نہیں
دامن زخم جگر مریم کا دامن بن گیا

ہاتھ ڈالے تھے گلے میں انکے میں نے خواب میں
کیا نزاکت ہے نشان طوق گردن بن گیا

ناتواں ایسا کیا ہو خوف نے صیاد کے
واسطے میرے رگ گل کا نشیمن بن گیا

گل کھلاتا ہے خزاں میں بھی مرا دست جنوں
جب چھٹے زخم کہن اک تازہ گلشن بن گیا

مست مے کل تک تو میخانہ میں تھا اور آج داغ
داغ مے دامن سے دھو کر پاک دامن بن گیا

سزا عشق کا ہے بُرا افسوس رہنا
ہماری تمنا ہے مایوس رہنا

بہ قید محبت اک آزادگی ہے
مگر کوئی جانے بھی محبوس رہنا

یہ سیکھا ہے اے اشک غماز کس سے
مری آنکھ میں بن کے جاسوس رہنا

کیا ہے رقیبوں نے سامان عشرت
خبردار اے چرخ منحوس رہنا

خوشا وہ زمانہ کہ تھا دل کا شیوہ
نہ مایوس رہنا نہ مانوس رہنا

اُلٹ دے ذرا روئے روشن سے پردہ
یہ کیا شمع ساں زیر فانوس رہنا

وہ محشر خرام آئیگا سوئے گلشن
الگ اُس سے اے کبک طاؤس رہنا

محبت میں یوں داغ عزت رہیگی
کہ تم دشمن ننگ ناموس رہنا

کیا ہو سکے مقابلہ مژگان یار کا
دل ایک ہاتھ کا ہے جگر ایک وار کا

انداز کچھ ملانے لگا جور یار کا
اب لطف دیکھنا ستم روزگار کا

داغ کی ضد سے ہے تلاش انہیں
کوئی اس نام کا نہیں ملتا

جب تک کسی کی چاہ نہ تھی کیا سرور تھا — میرا ہی دل بغل میں پری کا رشکِ حور تھا
یاں امتحان برقِ تجلی ضرور تھا — کیا میں نہ تھا اس آگ میں جلنے کو طور تھا
واعظ ترے لحاظ سے ہم گن کے پی گئے — کیا ذکر ناگوارِ شرابِ طہور تھا
کیوں نا امیدِ عفو ہوں کیا یہ سنے گا وہ — اس کا نہ بخشنا تری رحمت سے دور تھا
ہو خوشنما خراشِ دل اے پنجۂ جنوں — مر جاؤں میں تو یہ دیکھیں بے شعور تھا
ہم بوسہ لے کے اُن سے عجب چال کر گئے — یوں بخشوا لیا کہ یہ پہلا قصور تھا
رکھا جو تشنہ لب مجھے ساقی نے خیر تھی — جس کو نظر لگی وہی پیمانہ چور تھا
کیوں تو نے چشمِ لطف سے دیکھا غضب کیا — قربان اس نگاہ کے جس میں غرور تھا
پاسِ ادب سے رہ گئی فریاد کچھ ادھر — میں کیا کہوں کہ عرشِ بریں کتنی دور تھا
شکوہ جو تم نہ آئے تو پہنچے کہاں کہاں — کیا طبعِ بدگمان کو ہمارے عبور تھا
کرنی پڑیں فراق میں بیمارداریاں — باتوں میں ساری رات دلِ ناصبور تھا
دیکھا سلف سے آج تک انصافِ عشق کا — تقصیر وار تھا وہی جو بے قصور تھا
جو مر گیا ترا رخِ پُر نور دیکھ کر — دیکھا تو آنکھ میں اسی مردے کے نور تھا
احمد کے غم میں دیدۂ دل کیوں نہ ہو تباہ — دل کا سرور تھا مری آنکھوں کا نور تھا

اے داغ صدمۂ غمِ ہجراں بجا درست
یہ سب سہی مگر تمہیں جینا ضرور تھا

لکھا پر نہ ہوا شوق کا دفتر پورا — ایک ہی دن میں ہوا قصۂ محشر پورا
مجھ کو دم بھر کی بھی فرصت نہ ملی نالوں سے — ورنہ گھڑیال ٹھہرتا ہے گھڑی بھر پورا
تھک گئے ہاتھ مگر کثرتِ مطلب ہے وہی — فکر ہے مجھ کو خطِ شوق ہو کیونکر پورا

اپنے حصے کی بچا لیتے ہیں دینے والے — نہ بھرا ساقیٔ کم ظرف نے ساغر پورا
ایک ہی آن میں قاتل نے کیا قتل جہاں — حلق آیا نہ کسی کا تہِ خنجر پورا
نہ یہ دل ہے نہ یہ جرأت نہ یہ اعجاز بیاں — نامہ بر حال کہے یار سے کیونکر پورا
گو تری زلف پریشاں سے پریشاں ہو سوا — ابھی آشفتہ ہوا اک دلِ مضطر پورا
نہ کیا نیم اشارے سے مرا کام تمام — مژۂ یار لگاتی نہیں خنجر پورا
اُس کی رفتار نے کی اور قیامت برپا — اُٹھنے پایا بھی نہ تھا فتنۂ محشر پورا
قصد تسخیر کیا ہے جو خدا پہنچا دے — ہو گیا کام ہوا خیر سے اکثر پورا

ختم ہے شوخیٔ الفاظ و تلاشِ مضموں
ہے تو یوں داغ سخنور ہے سخنور پیدا

اس بت کو جب خیالِ ستم ہو کے رہ گیا — میں مضطرب خدا کی قسم ہو کے رہ گیا
نکلی پیامبر کی زباں سے نہ کوئی بات — کمبخت اس کے سامنے بکم ہو کے رہ گیا
بدلے جو تیور اُس کے شبِ وصل کیا کہوں — اظہارِ شکوۂ شبِ غم ہو کے رہ گیا
اے چارہ گر جگر کی کسک کس طرح سے مٹے — گو درد کم ہوا بھی تو کم ہو کے رہ گیا
ضرب المثل جہاں میں وہ دل ہو مٹا ہوا — جو پائمال زیرِ قدم ہو کے رہ گیا
جانا اسی کو میں نے یہ پورا ہے آشنا — جو تیر میرے دل سے بہم ہو کے رہ گیا
واعظ سے ہم سے بحث رہی کوئے یار میں — ذکرِ بہشت و خلد و ارم ہو کے رہ گیا
پورا ہوا نہ ایک بھی اس دل کا مسودہ — فرسودہ لاکھ بار قلم ہو کے رہ گیا
غالب ہوئی جو شوخیٔ پرتاثیرِ جذبِ دل — قاصد روانہ چار قدم ہو کے رہ گیا
دل نے تری گلی سے نہ اٹھنے دیا مجھے — سو بار قصدِ دیر و حرم ہو کے رہ گیا

اے داغ ہم نہ دیکھ سکے روزِ حشر کچھ
سر خجلتِ گناہ سے خم ہو کے رہ گیا

کوئی کلمہ بھی مرے منہ سے نکلنے نہ دیا — وہ لٹایا مجھے قاتل نے سنبھلنے نہ دیا
نفسِ سرد کی تاثیر شبِ غم دیکھو — شمع کو تا بسحر میں نے پگھلنے نہ دیا
بدگماں تھا کہ شبِ ہجر نہ کم ہو جائے — اُس نے کافور مری لاش پہ ملنے نہ دیا
اس جفا پر یہ وفا ہے کہ تمہارا شکوہ — دل میں رہنے نہ دیا منہ سے نکلنے نہ دیا
شوق نے راہِ محبت میں اُبھارا لیکن — ضعف نے ایک بھی گرتے کو سنبھلنے نہ دیا
عقل کہتی تھی نہ لکھ دفترِ مطلب اسکو — شوق نے ایک بھی مضمون بدلنے نہ دیا
اے شبِ ہجر ترا خلق پہ احسان ہوگا — حشر کے دن کو اگر تو نے نکلنے نہ دیا
بدگمانی نے نہ چاہا اُسے تنہا چھوڑوں — میں نے قاصد کو الگ راہ میں چلنے نہ دیا
کسی صورت نہ بچا عشق کی رسوائی سے — کہ مجھے نام بھی غیرت نے بدلنے نہ دیا
چھین لیتا اُسے میں حشر کے دن ظالم کے — کیا کروں مجھ کو فرشتوں نے مچلنے نہ دیا

بزمِ اغیار میں اس شوخ نے عیاری سے
کیا ہی اعجاز کیا داغ کو چلنے نہ دیا

دم عشق میں گیا دلِ مجبور رہ گیا — صدمہ کسی سے اٹھ نہ سکا کوئی سہہ گیا
شب کو جو گھر میں غیر کے وہ رشکِ مہ گیا — میں کیا بتاؤں کون مرے دل سے کہہ گیا
مجھ سخت جاں کو ناز کہ یہ جور سہہ گیا — قاتل کو یہ گلا کہ مرا ہاتھ رہ گیا
ہم اُس کی بزمِ ناز میں اس حال ہو گئے — گویا فقیر دیکھنے دربارِ شہ گیا
اٹھتی نہیں ہے ضربِ محبت پہاڑ سے — رستم دبا ہے گر وہ جو یہ درد سہہ گیا
قاتل کے آتے آتے سب آپس میں کٹ مرے — دریا لہو کا خنجرِ غیرت سے بہہ گیا
ہم نے ترے ہجر میں پیے قطرہ قطرہ خون — تھوڑا سا درد دل میں کھٹک کر رہ گیا
بوسہ دو اٹھاؤ تو عارض سے اپنی زلف — کیا چاندنی کا لطف ہو جب چاند گہہ گیا
ہنگامِ ضبط سینے میں سو گردشیں رہیں — اچھا رہا وہ اشک جو آنکھوں سے بہہ گیا

کیا حشر میں وہ دولت دیدار سے ہو شاد — دنیا میں جو وصال سے محروم رہ گیا

جی جائے موت آئے جو کمبخت داغ کو
سچ تو یہ ہے کہ تم سے کوئی چھوٹ کر گیا

کھینچا غم فرقت کا دل تو نے عذاب ایسا — ہم تجھکو نہ سمجھے تھے اے خانہ خراب ایسا
نیند آتی نظر آتی تا حشر نہیں ہم کو — دیکھا ہے پریشان سا کچھ آنکھوں نے خواب ایسا
جو عرض تمنا پر ظالم نے کہا مجھ سے — اب تک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا
تن تن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کماں ابرو — ایک ایک سے کہتا ہے چڑھتا ہے شباب ایسا
نومید کرم ہو کر ہم توبہ کریں مے سے — دوزخ میں پڑے زاہد بے لطف ثواب ایسا
پوچھا تھا محبت میں ہوتا ہے تعلق کیسا — قسمت نے کہا دیکھا اے خانہ خراب ایسا
قسمت نے بری پایا جو رنج محبت میں — دوزخ کے بھی حصے میں آیا نہ عذاب ایسا
مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے — احسان ترحم وہ انداز عتاب ایسا
میں شوق میں بیخود ہوں وہ غیر سے کہتے ہیں — کر دیتی ہے انساں کو بد مست شراب ایسا
جب خواب میں آتے ہو تو خود مجھ سے چھپاتے ہو — مشتاق سے شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا

اے حضرت داغ اسکو غیروں سے غرض کیا ہے
وہ اور یہ رسوائی سمجھیں نہ جناب ایسا

برا زمانے میں بد نام تیری خو نے کیا — دل فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا
ستم کیا تو میری دل کی آرزو نے کیا — مجال ہے یہ کہوں تجھ سے جور تو نے کیا
خدا کو رنگ نے مشہور گل کو بو نے کیا — جہاں میں شہرہ تمہارا رخ نکو نے کیا
شب اسکی بزم میں دو دو ئی غیر سے تعلیم — برا سلوک مرے ساتھ آبرو نے کیا
رقیب سے بھی تقابل نہیں خدا کی قسم — اگر ستم بھی کیا تو بھی لطف تو نے کیا
وہ عرض وصل سے رکھتے ہیں ہاتھ کانوں پر — اثر یہ خوب مری طرز گفتگو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شب وعدہ
بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا

غرور کیوں نہ ہو جب دل سی چیز ہاتھ لگے
بڑا دماغ تری زلف مشکبو نے کیا

اُٹھیگی گردن قاتل نہ بار خوں سے کبھی
ستم شعار کو نازک مرے لہو نے کیا

سوال وصل پہ اقرار کیا کیا ظالم
دماغ ہم سے کیا یا مزاج تو نے کیا

جگر کے ٹکڑے ملادے نہ بخیہ گر [illegible]
اگرچہ جیب کو ثابت ترے رفو نے کیا

وہ آئینہ سے لائے تھے خنجر فولاد
اسے بھی موم مری سختیٔ گلو نے کیا

اسیکو گردش دوراں سمجھ گئے مے کش
جو دور شیشہ و پیمانہ و سبو نے کیا

فرشتے بیٹھے نہ اڑ جائے عرش پر زاہد
اسے جو خاک سے پاک [illegible] نے کیا

جفا کشی کا مزہ مجھکو ہاں اب آئیگا
کہ امتحان کو اپنا شریک تو نے کیا

ہمارے دوست کی ہم پر یہ مہربانی ہے
ہمارے واسطے جو کچھ ہر اک عدو نے کیا

کھلا نہیں ان سے تو وہ اور داغ مجھ سے رُکے
خفا تو اُن کو مری شرح آرزو نے کیا

کعبے کی سمت جا کے مرا دھیان پھر گیا
اس بت کو دیکھتے ہی بس ایمان پھر گیا

تو وعدہ کر کے مجھ سے مری جان پھر گیا
حق سے پھرا جو قول سے انسان پھر گیا

الٹا ہوا نے پھیر دیا تیر یار کو
افسوس ہے کہ راہ سے مہمان پھر گیا

محشر میں دادخواہ ہوا دل [illegible]
تو جان لے یہ ہاتھ سے میدان پھر گیا

چھپکر کہاں گئے تھے وہ شب کو کہ میرے گھر
سو بار اُن کا کام کے نگہبان پھر گیا

تھی کاوش مژہ بھی تری نیم کش شریک
برے کی طرح سینے میں پیکان پھر گیا

رونق کچھ آ گئی جو پسینے سے موت کے
پانی ترے مریض پہ اک آن پھر گیا

دیکھا اسے جو دور سے اُڑ کر مرا غبار
اس شوخ شہسوار کی چوگان پھر گیا

گریہ نے ایکدم میں بنادی وہ گھر کی شکل
میری نظر میں صاف بیابان پھر گیا

قاتل نے وقت ذبح لیا جب خدا کا نام — خنجر ہمارے حلق پہ آسان پھر گیا

لائے تھے کوئے یار سے ہم داغ کو ابھی
لو اس کی موت آئی وہ نادان پھر گیا

وہ رسوائی سے ڈر جائے تو اچھا — برائی کام کر جائے تو اچھا
کہا ظالم نے میرا حال سنکر — وہ اس جینے سے مر جائے تو اچھا
خدا جانے کسے کیا جا کے قاصد — دل اس سے پیشتر جائے تو اچھا
غضب ہے انتظار وعدۂ حشر — یہیں کہکر مکر جائے تو اچھا
مبارک خضر کو ہو عمر جاوید — یہ تھوڑی سی گذر جائے تو اچھا
مسیحائی ہوا قاتل کا شیوہ — عدم تک یہ خبر جائے تو اچھا
کہا قاصد کو اس نے دیکے دشنام — سبک ہو کر اگر جائے تو اچھا
عدم میں کیا نہ ہوں گے صاحب درد — ہمارا چارہ گر جائے تو اچھا
رقیب دل کا تری محفل میں کیا کام — جہنم ان سے بھر جائے تو اچھا
نگاہ یار دل کو لوٹتی ہے — یہ مہماں اپنے گھر جائے تو اچھا

وہ تکلیف عیادت کیوں کریں داغ
مری ان کو خبر جائے تو اچھا

کوئی آگے نکل نہیں سکتا — تجھ سے فتنہ بھی چل نہیں سکتا
زور قسمت سے چل نہیں سکتا — دل سنبھالے سنبھل نہیں سکتا
ہے وہ افسردہ میری شمع مزار — جس سے پروانہ جل نہیں سکتا
آسماں دوست ہو گیا تیرا — اب زمانہ بدل نہیں سکتا
ضعف کے لاکھ لاکھ احساں ہیں — کف افسوس مل نہیں سکتا
تم تو سو بار مان جاؤ گے — دل ہمارا بہل نہیں سکتا

ہم تو اس مدعا کے قائل ہیں — جو زباں سے نکل نہیں سکتا
موت کیوں آ کے پھر گئی شب غم — وقت آیا تو ٹل نہیں سکتا
غم جو کھایا ہے کیا کہوں تجھ سے — میں یہ کھایا اگل نہیں سکتا
رشک اغیار کیا گوارا ہو — زہر کوئی نگل نہیں سکتا

نام کو داغ ہوں مگر ظالم
تو جلائے تو جل نہیں سکتا

عیش بھی اندوہ فزا ہو گیا — ہائے طبیعت تجھے کیا ہو گیا
دشمن ارباب وفا ہو گیا — دوست بھلا ہو کے برا ہو گیا
یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا — ہوش میں آؤ تمہیں کیا ہو گیا
داغ وہ بہتر ہے تو مرہم بنا — درد وہ اچھا جو دوا ہو گیا
آپ سے اقرار کے سچے کہاں — وعدہ کیا اور وفا ہو گیا
یہ تو نہ تھی کوئی مکرنے کی بات — حرف خوشامد بھی گلا ہو گیا
سامنے میرے جو چراتے ہو آنکھ — آئینہ کیا آج نیا ہو گیا
اے دل بیتاب خدا کی قسم — عشق میں جی تجھ سے برا ہو گیا
دم مرے سینے میں جو رکتا ہے آج — کون خدا جانے خفا ہو گیا
حال مرا دیکھ کے کہتے ہیں وہ — کوئی حسین اس سے جدا ہو گیا
نالے نے تاثیر نہ کی روز حشر — وہ بھی شب غم کی دعا ہو گیا
سب مجھے دیوانہ بنانے لگے — لو وہ تمھارا ہی کہا ہو گیا

داغ قیامت میں یہ مژدہ سنے
جا تجھے فردوس عطا ہو گیا

یہ قول کسی کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا — وہ کچھ نہیں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ردیف بائی موحدہ

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب
سن چکا ہیں چار دن آگے ترے یا

شیخ ہو حق کر رہا ہے اہلِ مستوں کے ساتھ
آج کل ہے میکدہ اللہ کے گھر کا جواب

خلق کے اعمال نامے چھین لونگا حشر میں
گم ہوا ہے ہاتھ سے قاصد کے دلبر کا جواب

میرے دل ہی سے نگہ تیری اٹک کر رہ گئی
دوسری جانب جگر بھی تھا برابر کا جواب

غیر کی تعریف لکھی ساری خط میں اور مجھے
یہ بھی لکھتے ہیں کہ لکھو میرے دفتر کا جواب

پہلے تو میری گذارش سن کے وہ چپ ہو رہے
کیا کہوں پھر کیا ملا عرضِ مکرر کا جواب

خط تمھارا ایک پہنچا ہے تو طوماری رسید
واہ کیا لایا ہے قاصد میرے دفتر کا جواب

امتِ عاصی کی بخشش کا کیا حق سے سوال
ہو کہاں کونین میں ایسے پیمبر کا جواب

لوگ کہتے ہیں بنا دلی بگڑ کر لکھنؤ
پر کہاں اے داغ اس اجڑے ہوئے گھر کا جواب

کیوں کہا یہ کسی سے کیا مطلب
اسی کہنے سے کھل گیا مطلب

بات پوری نہیں کہی میں نے
کہ وہ طرار لے اڑا مطلب

میں کہے جاؤں تم سنے جاؤ
ایک کے بعد دوسرا مطلب

ہے مرا درد آپ کی راحت
ہے مرے پاس آپ کا مطلب

خون ہونے کو خاک ہونے کو
یا مرا دل ہے یا مرا مطلب

مٹ گئے ایک ہی تغافل میں
شوق ارمان مدعا مطلب

ان کی جانب سے جو پیامِ وصال
ہے نئی چاہ کا نیا مطلب

غیر کا خط بھی چاک کر ڈالا
مل گیا تھا جو کچھ مرا مطلب

باندھ کر خط پر کبوتر پر — لکھ دیا ہم نے جا بجا مطلب

مر گیا مژدۂ وصال سے میں — یوں بھی نکلا رقیب کا مطلب

کبھی کہتا ہوں دل سے خوب کیا — کبھی کہتا ہوں کیوں کہا مطلب

بے غرض تھے تو لطفِ صحبت تھا — دشمنِ وضع ہو گیا مطلب

بیخودی میں رہا نہ یادِ القاب — خط میں پہلے ہی لکھ دیا مطلب

دل ہی میں گھٹ گھٹ کے رہ گئی حسرت — لب پہ آ آ کے رہ گیا مطلب

حضرت داغؔ توبہ کرتے ہیں
کاش پورا کرے خدا مطلب

ہم مٹ گئے تو پرسشِ نام و نشاں ہے اب — اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب

میں کیا کروں بلا سے جو تو مہرباں ہے اب — وہ دل کہاں ہے اب وہ طبیعت کہاں ہے اب

ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک — جس آسماں کی دھوم تھی وہ آسماں ہے اب

بیہودہ ہو گیا دلِ آزارِ دوستاں — تو ڈھونڈتا ہے جسکو وہ پیدا کہاں ہے اب

تم پر رسا بھی ہو جو دشمن تو سوچ لو — کچھ دیکھ ہی لیا ہے جو دل بدگماں ہے اب

دوزخ بنا ہے تیری لگی میرے واسطے — نامہرباں وہ ہے تو فلک مہرباں ہے اب

جنت بنی ہے کس کے یہ شوقِ جفاکشی — مقتل بھی میرے واسطے دارالاماں ہے اب

ظالم کہیں خدا نہ کرے تو سنے اُسے — جو کچھ شبِ فراق میں وردِ زباں ہے اب

سن لو جو ... کریں پھر کہاں یہ بات — جلتی ہوئی ہمارے دہن میں زباں ہے اب

شکوہ زمانہ تا نہ کیا ہوا — کہنے کے واسطے مرے لب پر فغاں ہے اب

بیٹھے ہیں ہم بھی گوش برآواز کہہ تو دو — آنا ہے جسکو آئے یہاں امتحاں ہے اب

قرباں جناب دل درد جگر کے وہ رکھ کے ہاتھ — یہ پوچھتے ہیں مجھ سے بتا تو کہاں ہے اب

ملنے کے بعد رنج اٹھائے ہیں اس قدر — شکرِ وصال بھی مرے لب پر فغاں ہے اب

کیا کیا ملائے خاک میں انساں چاند سے | سچ پوچھئے اگر تو زمیں آسماں ہے اب
اُسکو بھی میری وجہ سے ہیں بدگمانیاں | جو ہمنشیں مرا ہے ترا پاسباں ہے اب

مدت ہوئی کہ داغ کو سنتے تھے سوئے دیر
کیا جانے وہ خدائی کا مارا کہاں ہے اب

ردیف بائے فارسی

مہرباں ہو کے جب ملیں گے آپ | جو نہ ملتے تھے سب ملیں گے آپ
بن کے تیغ غضب ملیں گے آپ | یوں گلے مجھ سے کب ملیں گے آپ
غیر سے ہو گئے پیام و سلام | ہیں یہ ملنے کے ڈھب ملیں گے آپ
ہجر کا شکوہ حشر میں کرتا | واں تو ہے یہ غضب ملیں گے آپ
ڈرتے ڈرتے کہونگا راز نہاں | خواب میں مجھ سے جب ملیں گے آپ
دم رخصت یہ چھیڑ تو دیکھو | مجھ سے کہتے ہیں کب ملیں گے آپ
آپ کیوں خاک میں ملاتے ہیں | ہم محبت طلب ملیں گے آپ
کارواں کی تلاش کیا اے دل | آگے منزل پہ سب ملیں گے آپ
ایک تو وعدہ اور اس پہ قسم | یہ یقیں ہے کہ اب ملیں گے آپ
تیغ تیری کھنچی رہے قاتل | تشنۂ جاں بلب ملیں گے آپ

داغ اک آدمی ہے گرما گرم
خوش بہت ہوں گے جب ملیں گے آپ

کم نہیں ساماں ہیں ہنگامۂ محشر سے آپ | دیجئے دل کو دعا میں نہ لگے اس گھر کو آپ
برسوں آنکھوں میں رہے آنکھوں پھر ادھر گئے | راہ سیدھی تھی مگر پہنچے بہت چکر سے آپ

چراغ قمر کے ڈھونڈھا کرے — سحر کو نہ فرقت میں پائیگی رات
شب وصل میری شب قدر ہے — ہزاروں میں ایسی نہ آئیگی رات
قیامت کے آثار ہیں صبح ہجر — نہ جانا تھا یہ دن دکھائیگی رات
شب وصل واں شرم سے زیر زلف — یہاں یہ یقین اب نجائیگی رات
نہ نکلیگا دل کوچۂ زلف سے — مسافر کو رستہ بھلائیگی رات
شب ہجر چھپائے گی داغ دل — فلک تجھکو تارے دکھائیگی رات
گریزاں ہے کیوں اسقدر روز وصل — ٹھہر تجھکو کچھ کھا نہ جائیگی رات
غنیمت ہے تاریکیٔ شام غم — نہ دیکھوں گا میں جو دکھائیگی رات
شب ہجر کا ساتھ دینا پڑا — بہت عمر میری بڑھائیگی رات

شب وصل کی داغ یہ آرزو
خدا سے نہ تجھکو ملائیگی رات

تو نہ کر نخوت شباب بہت — ہم نے دیکھے ہیں انقلاب بہت
شعلہ رو سینکڑوں نظر آئے — ہیں زمیں پر بھی آفتاب بہت
آئی کس کی نگاہ میں شوخی — ہے زمانے میں اضطراب بہت
آئے جنت سے پھر نہ دنیا میں — بے مزہ ہو گیا ثواب بہت
پیر میخانہ کے دعاگو ہیں — یہ سلامت رہے شراب بہت
ہجر بت اور صحبت زاہد — خلد میں بھی تو ہیں عذاب بہت
شام ہونے تو دو چلے جانا — ہے ابھی تو ابھی آفتاب بہت
کچھ سمجھ کر وہ ہو رہے خاموش — تھے مری بات کے جواب بہت
بل تری زلف کے بھی دیکھ لیے — دود دل میں ہے پیچ و تاب بہت
دل بیتاب خط میں رکھ دوں میں — کر چلے نامہ بر شتاب بہت

دیکھیے کب عدم کو جاتا ہو
کر چکے داغ پا تراب بہت

ردیف تائے ہندی

نگاہِ یار نے اس شوق سے لگائی چوٹ
کہ جس طرح سے دل آتا ہو دلبر آئی چوٹ

قدم قدم رہ الفت میں میں نے کھائی چوٹ
کہ راہ بر کی بھی ٹھوکر سے پھیر آئی چوٹ

کہا بتوں سے یہ سینے پر اپنے کھائی چوٹ
ادھر ادھر کی جو کرتی ہے خود نمائی چوٹ

گرا جو میں در دلدار پر تو اٹھ نہ سکا
بڑا ہی کام کیا میرے کام آئی چوٹ

بتوں کے دل میں نہ کی میری آہ نے تاثیر
اچٹ کے مجھ پہ لگی میں نے جب لگائی چوٹ

شراب ناب سے تر تھی زمین میخانہ
پھسل کے محتسب سنگدل نے کھائی چوٹ

نہ کیوں ہو چوٹ مرے دل کی چوٹ پہ غالب
لگائے جگر پہ ترا پنجۂ حنائی چوٹ

لگائی آپ نے کیوں میری قبر پہ ٹھوکر
غضب کیا کہ عبث خاک میں ملائی چوٹ

وہاں سبکدوش ہوئی بار غم سے لاش میری
اٹھانے والوں نے گر کر بہت اٹھائی چوٹ

ادب سے جھک کے چلا راہ عشق میں ایسا
کہ میرے سر نے مری ٹھوکروں سے کھائی چوٹ

سلام میں نے کیا رکھ کے ہاتھ سینے پر
وہ جانتے ہیں مجھے دیکھ کر چھپائی چوٹ

نشان پائے صنم سنگ راہ ہوتے ہیں
وہ ناتواں ہوں کہ نقش قدم سے کھائی چوٹ

جب اپنے ہاتھ کے تیشے سے مر سکا فرہاد
حریف ہو کے اٹھائے گا کیا پرائی چوٹ

نگاہ راہ میں کس کس طرح چلیں چوٹیں
یہ حال تھا ادھر آئی ادھر لگائی چوٹ

علاج درد جگر کیا کروں میں اے ناصح
بری ہی کیا بھلی چنگی لگی لگائی چوٹ

فراق اور محبت فراق یار نہیں
کوئی بھی دل سے نہ دے چارہ گر جدائی چوٹ

ردیف جیم تازی

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج
یہ برقِ بلا دیکھیے گرتی ہے کدھر آج

انجامِ محبت پہ کریں خاک نظر آج
انسان ہیں مجبور نہیں کل کی خبر آج

وہ جانے میں آتی ہے قیامت کی سحر آج
روتا ہے گلے مل کے دعاؤں کا اثر آج

مہمان ہے وہ غیرتِ خورشید و قمر آج
دن آج ہے رات آج ہے شام آج سحر آج

موسیٰ نے نہ دیکھا تھا سرِ طور وہ جلوہ
دیکھا ہے جو کچھ ہم نے پسِ روزنِ در آج

زاہد کا عمامہ ہو کہ ہو شیخ کی دستار
ان دونوں پہ طرہ ہے مرا دامنِ تر آج

امید یہ کہتی ہے وہ آتے ہیں ٹھہر جا
ہے یاس کی تاکید کہ دنیا سے گزر آج

وعدے سے پلٹ جائیں نہ وہ داورِ محشر
انصاف کر انصاف میں تو دیر نہ کر آج

کل تابِ سخن بھی تو یہ تاثیر کہاں تھی
کیا کیا لبِ خاموش پہ قربان ہوا اثر آج

دھبا شبِ فرقت کی سیاہی کا نہ چھوٹے
گر چشمۂ خورشید میں منہ دھو لے اثر آج

روکا ہی کیا رشک بٹھاتا ہی رہا ضعف
بیتابیٔ دل لے ہی گئی غیر کے گھر آج

جس دوست کو دیکھا مجھے دشمن نظر آیا
جب تک مری نظروں میں رہی تیری نظر آج

اندیشۂ فردا نہ رہے حضرت زاہد
میخانے میں پی لیجے تھوڑی سی اگر آج

ہر نقشِ قدم میں ہے اثر خونِ جگر کا
ٹھوکروں سے ترے کس نے لئے دیدۂ تر آج

لاپایا کبھی ہی قاصد کو مرے خوف و خطر سے
سو مرتبہ خط باندھ کے کھولی ہے کمر آج

ہم ہجر کے دن جا نہ سکے سوئے عدم بھی
سب کہتے ہیں اچھا نہیں اس کا سفر آج

بسمل ہی کیا اس کو جسے خواب میں دیکھا
سوتے میں بھی لڑتی رہی قاتل کی نظر آج

داغِ دلِ سوزاں پہ رکھا مرہم کافور
کس شمع کو افسوس بجھاتی ہے سحر آج

وعدے پہ مرے انکے قیامت کی ہی تکرار — اور بات ہے آتی کو ادھر کل ہی ادھر آج

یاں قصد عدم کا ہے وہاں قتل کا ساماں — دیکھیں تو سہی پہلے بندھے کس کی کمر آج

یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا — کیا ہو مرے قابو میں تم آجاؤ اگر آج

معلوم نہیں کل مری تقدیر میں کیا ہے — اے نالۂ دل عالم بالا کی خبر آج

وہ میں کہ میسر تھا مجھے ساغر جمشید — قطرہ پیتا ہوں تو گرتا ہے کہیں خون جگر آج

وہ میں کہ مرا قصر ہر اک رشک ارم تھا — بستر ہے گدایانہ سر راہ گذر آج

وہ میں کہ مری عرش پہ تھی منزل عالی — کرتی ہے زمیں بھی مرے قدموں سے حذر آج

وہ میں کہ مجھے عالم بالا کی خبر تھی — ہے خون جگر اور مرا دیدہ تر آج

وہ میں کہ مجھے سیر گلستاں سے غرض تھی — دنیا سے گذرنے کو نہیں زاد سفر آج

سامان تھا دنیا کا مرے واسطے موجود — ہمکو نہ ملا ایک بھی پتھر کا جگر آج

بازار محبت میں لیا غیر نے کیا کیا — اے بیخبری خاک نہیں اپنی خبر آج

تھی کل سے تلاش ان کی مرے قتل پہ اے داغ
نکلے وہ عزادار بنے غیر کے گھر آج

آیا ہے جھوم جھوم کے ابر بہار آج — توبہ کو خشت خم سے کروں سنگسار آج

بیوقت کی چڑھی ہے نہ ہوگا اتار آج — ہوتے ہیں تیرے مست کوئی ہوشیار آج

اے بیخودی وہ آئیں تو میں آپ میں آؤں — وہ بھی تو میری طرح کریں انتظار آج

خالی نہ تھی خراش دل کاوش جگر — لایا ہے رنگ دیدۂ خوں نابہ بار آج

شاید لگی ہے ان کو مرے نزع کی خبر — وہ پوچھتے ہیں حال مرا بار بار آج

بے طرح ہے نگاہ سے دل کی کئی چھپی — بیڈھب ہے گرم معرکہ کارزار آج

آئینہ ہو گیا ترے دل میں ستم شعار — کتنا ہوا ہے صاف ہمارا غبار آج

قاصد نے میرا حال جو مجھ سے بیاں کیا — آنسو نکل پڑے مرے بے اختیار آج

پکے ہے کھٹک ہی جاتی ہو صورت حریف کی / بلبل نے تجھ کو دیکھ کے کہا یا ہے خار آج
فریاد و دردِ عشق میں کچھ آ گیا اثر / ہوتی ہے آپ سے آپ صدا دل کے پار آج
ہم خاک ہو کے اتنے گرانبارِ غم ہوئے / آندھی دبا رہا ہے ہمارا غبار آج
برسوں سے لگ رہی تھی لبِ بام ٹکٹکی / تھک تھک کے گر پڑی نگہِ انتظار آج
اب تیرے دردمند کا بس ہو گیا علاج / کل سے زیادہ اور ہے وہ بیقرار آج
کل جائیگا پیامبر اپنا یہاں یہ شوق / خط کے جواب کا ہے ہمیں انتظار آج

اے داغ دھن بندھی ہے تجھے کوئے یار کی
کمبخت موت ہے ترے سر پر سوار آج

ردیف جیم فارسی

غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ / اے داغ پر زمانے سے دستِ سوال کھینچ
نازک بہت ہے رشتۂ الفت نہ ٹوٹ جائے / اتنا نہ اپنے آپ کو اے مہ جمال کھینچ
ہو جائے تو نہ طائرِ دل کی طرح اسیر / صیاد اپنی سمت کو آہستہ جال کھینچ
ظالم پہنچ اٹھا مرا دل بھی سناں کے ساتھ / سینے سے دیکھ بھال کے برچھی کی بھال کھینچ
قامت دکھا کے آج صنوبر کو کر قلم / سولی پہ سروِ باغ کو لے نونہال کھینچ
کھینچی تھی جب مصورِ قدرت نے تیری شکل / کہتا ہے کون تو نہ اسے بے خیال کھینچ
وہ شعلۂ شکستہ چمن سے مگر کو چلے گئے / ہے اور آہِ سردِ دلِ پر ملال کھینچ
ناصح قمار گاہِ محبت میں جی نہ ہار / دل کو لگا کے نقد اٹھا خوب مال کھینچ

اے داغ جذبِ عشق کی دیکھینگے اب کشش
کی اس کشیدہ رو نے تو ہم سے کمال کھینچ

یوں مصور یار کی تصویر کھینچ — کچھ ادا کچھ ناز کچھ تقریر کھینچ
لے کے دشمن سے خطِ تقدیر کھینچ — یہ حصارِ لعل ہے تسخیر کھینچ
ہے گداز دل سے نالہ بے خدنگ — میں ہی کھینچوں تو نہ قاتل تیر کھینچ
کیوں کھٹکتا ہے عبث اے خارِ عشق — یا نکل یا دامنِ تاثیر کھینچ
کھینچ لو رمال میرا زائچہ — شکل کی جا یار کی تصویر کھینچ
اے مصور کاش اٹھ جائے نقیب — اس جبیں پر یہ خطِ تقدیر کھینچ
لے اڑے جو بجلی اے پیرِ مغاں — اب کی ایسی تند پر تاثیر کھینچ
ہو چکا سفاک غمزہ ناز کی — تو کماں کس طرح دل سے تیر کھینچ
تیرہ بختوں کا خطِ تقدیر دیکھ — آنکھ میں اس سرمے کی تحریر کھینچ
دامنِ یوسف اگر کھینچا تو کیا — اے زلیخا دامنِ تاثیر کھینچ
رو چکا تقدیر کے مٹنے کو میں — اب تو ہاتھ اے کاتبِ تقدیر کھینچ
سنگِ مقناطیس ہیں ہم سخت جاں — کھینچ کے اے قاتل ذرا شمشیر کھینچ
اے فغاں کر دو دلوں کو بھی شریک — یوں اثر کو باندھ کر زنجیر کھینچ
خواب میرا سن کے ہمدم منہ سے بول — یوں نہ تو آہیں دمِ تعبیر کھینچ

داغ کو تو نیم بسمل چھوڑ دے
دل سے اے سفاک آ معا تیر کھینچ

ردیف حائے حطی

نکالتی ہے خموشی مری فغاں کس طرح — نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل زباں کس طرح
بگڑ گئی ہو یہاں بے طرح جہاں کس طرح — کماں کی تیغ کماں کی ادا کہاں کس طرح

چھڑا دے قید سے اے قید ہم اسیروں کو — لگا دے آگ قفس کو بھی آشیاں کیطرح
کبھی تو صلح بھی ہو جائے زہد و مستی میں — الٰہی شیخ بھی میخوار ہو مغاں کیطرح
جلا کے داغ محبت نے دل کو خاک کیا — بہار آئی مرے باغ میں خزاں کیطرح
حیا نے روک لیا جذب دل نے کھینچ لیا — چلے وہ تیر کی صورت کھنچے کماں کیطرح
جناب خضر ہیں وہ مردہ دل کہ جن کو یہاں — ملی ہے مرگ ابد عمر جاوداں کیطرح
تلاش یار میں چھوڑی نہ سرزمیں کوئی — ہمارے پاؤں میں چکر ہے آسماں کیطرح
جو سمجھے خضر تو قول شہید الفت کو — گرہ میں باندھ رکھے عمر جاوداں کیطرح
سنے جو حضرت زاہد سے وصف جنت کے — تو صاف پھر گئی آنکھوں میں اس مکاں کیطرح
جھکے ہی جاتی ہے کچھ خود بخود حیا سے وہ آنکھ — گری ہی پڑتی ہے بیمار ناتواں کیطرح
یہ سدِ راہ ہوا کس کا پاس رسوائی — رکے ہوئے ہیں مرے اشک کارواں کیطرح
ادائے مطلب دل ہم سے سیکھ جائے کوئی — انھیں سنا ہی دیا حال داستاں کیطرح
مزے ہیں اس دہن زخم کے لیے کیا کیا — چوسے تیر کے پیکاں کو زباں کیطرح
سمجھ کے کیجئے برباد میرا مشت غبار — یہ لے نہ آئے کوئی چکر آسماں کیطرح
یہ دل ہے آپکا گھر رہیئے شوق سے لیکن — شکیب و راحت و صبر و قرار جاں کیطرح
قیامت آئی شب وصل میرے گھر کے پاس — رقیب نے اسے آواز دی اذاں کیطرح
شب اسکی بزم میں تھا شمع پر بھی رشک ہمیں — کہ منہ میں شعلے کو گلگیر لے زباں کیطرح
مجھے یہ حکم ہے زنہار تم نہ کرنا عشق — نصیحتیں بھی وہ کرتے ہیں امتحاں کیطرح
ہم اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا — ہلے نہ در سے ترے سنگ آستاں کیطرح
کچھ ان سے کہنے کو بیٹھے تھے ہم کہ خلوت میں — رقیب آ ہی گیا مرگ ناگہاں کیطرح
شکستہ بال ہوں وہ مرغ ناتوان و ضعیف — کہ مینہ میں نہ اڑے میرے آشیاں کیطرح
نہ ہو گئے سوز محبت سے دل جلے ٹھنڈے — بھری ہے آتش غم مغز استخواں کیطرح

نہ چھوڑ صید محبت کو خاک پر صیاد | اسے بھی ڈال لے تو دوش پر کماں کیطرح
زبان خار ہوئی تر ہماری وحشت سے | کہ چھالے پھوٹ پڑے چشم خونفشاں کیطرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم
چلے ہو عشق بتاں لے کے ارمغاں کیطرح

دل نہ رہا سینے میں اب دم کیطرح | ٹوٹ گیا تیری قسم کیطرح
تم مرے دل میں رہو دم کیطرح | دم نہ سہی حسرت و غم کیطرح
خامہ گرا ضعف سے پر انگلیاں | چلتی ہیں کاغذ پہ قلم کیطرح
کوچۂ دشمن کو وہ جنت کہیں | مٹ نہ گیا باغ ارم کیطرح
عہد کسی طرح گوارا نہ تھا | اس نے قسم کھائی ہے سم کیطرح
اختر داغ دل و بخت سیہ | عمر کٹی ہے شب غم کیطرح
میری وفا بھی عجب استاد ہے | تم کو سکھاتی ہے ستم کیطرح
جب یہ کہا مرتے ہیں کہتے ہیں وہ | مر نہ گئے اہل عدم کیطرح
غیر کے آگے وہ مرے حال پر | لطف بھی کرتے ہیں ستم کیطرح

داغ در یار ہے کعبہ اگر
بچ نہ گئے صید حرم کیطرح

ردیف خائے معجمہ

ہوئی جب سے زبان یار گستاخ | خوشامد گو ہوئے ناچار گستاخ
وہ بد خو بد زبان عیار گستاخ | بجا ہے یار کا دربار گستاخ
نگاہ مست کچھ یوں کہہ رہی ہے | کہ جیسے ہو کوئی میخوار گستاخ

آئی حضرت ناصح کی ہو خیر
وہ بت ہے بے ادب عیار گستاخ

رہوں چپ تو کہیں چپ لگ گئی ہے
اگر بولوں بتائیں یار گستاخ

کہا کیا کیا دم عرض تمنا
ہوا سو بار چپ سو بار گستاخ

مجھے پاس ادب نے روک رکھا
کیا تھا شوق نے ہر بار گستاخ

خبر بھی سنائی نامہ بر نے
کہ بیٹھے تھے وہاں دو چار گستاخ

رکھا دل نے لب جاں بخش پر حرف
مسیحا سے ہوا بیمار گستاخ

تری رحمت اگر حامی نہ ہوتی
نہ ہوتے کافر و دیندار گستاخ

تہ خنجر رہے پاس ادب داغ
نہ ہونا مرتے دم زنہار گستاخ

ردیف دال مہملہ

اس نے اگر کرم بھی کیا تو جفا کے بعد
آیا مری خبر کو ستمگر قضا کے بعد

بے درد کون سا ہو پھر اس آشنا کے بعد
ہم جی کے کیا کرینگے دل مبتلا کے بعد

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیے
کیجئے گا آپ کیا ستم ناروا کے بعد

حسرت سے تک رہا ہوں تجھکو بہت ہر
خاک اڑتے دیکھتا ہوں میں اپنی فنا کے بعد

یہ چاہتا ہے شوق کے جائیں حال دل
جبتک ہماری زیست ہو دم توڑنے کے بعد

بھاگوں علاج درد محبت سے کیوں نہ میں
دینگے طبیب زہر یقیں ہے دوا کے بعد

دیتے ہیں داغ لطف و عنایت سے پیشتر
دل مانگتے ہیں کینہ و جور و جفا کے بعد

بھولے ہم ان کو پہلے ہی ناراض کر دیا
چوکے ہم ایسے کرنے تھے شکوے دعا کے بعد

خاموش میں جو ہوں تو جہاں کا حجاب ہے
تاثیر پھر ملیگی نہ میری دعا کے بعد

آرام کے لیے ہے تمھیں آرزوئے مرگ
اے داغ اور جو چین نہ آیا فنا کے بعد

ہے فکر اگر ابھی نہ ہو رازِ نہاں بند | لب بند نفس بند دہن بند زباں بند
جس دل کو لگی ہو وہ کرے خاک فغاں بند | کھنچے تری فریاد پہ کس کس کی زباں بند
موت آئی ہمیں ہائے دمِ عرضِ تمنا | دل کھلنے نہ پایا کہ ہوئی اپنی زباں بند
ہے عشق نے کیا قفل لگایا ہے دلوں پر | کینہ ہے وہاں بند تو حسرت ہے یہاں بند
[illegible] خریدار بہت تھے | اک بار ہوئی حسن فروشوں کی دکاں بند
اس زلف کا بے طرح [illegible] تصور | اندھیر ہے اس گھر میں ہوا گھٹ کے جواں بند
[illegible] | میخانہ کا دروازہ نہ کر پیرِ مغاں بند
[illegible] کدھر سے | تا صبح جو دیکھا تو رہا قفلِ مکاں بند

وہ [illegible] نہیں موت ہے اے داغ پھر اس کو
زندانِ علائق میں ہو جو کوئی جواں بند

[illegible] رنج و الم حرص و ہوا بند | دنیا میں [illegible] کا ہمارے نہ کھلا بند
موقوف نہیں [illegible] قفس پر ہے اسیری | ہر غم میں گرفتار ہوں ہر فکر میں پابند
ہم دام [illegible] پھنستے ہیں ہوئے عاشقِ صیاد | یہ اور بھی اک بند ہے مضبوط لگا بند
[illegible] جائے میرا بھی خدا ہے | بے آپ کے رہنے کا نہیں کام مرا بند
اک حرفِ حکایت پہ بگڑتے ہیں وہ سو بار | اب دفترِ افسانۂ الفت ہی ہوا بند
اس کوچے میں جانے کی اجل آئی ہماری | جنت میں بھی یارب نہ ہوئی راہِ قضا بند
اے محتسب اکرم سے ترے کتنے خفا ہیں | شیشے کا ہے دم بند صراحی کا گلا بند
دم رکتے ہی سینے سے نکل پڑتے ہیں آنسو | بارش کی علامت ہے جو ہوتی ہے ہوا بند
تقدیر سے تا صبح کیا ہو دلِ خاک شگفتہ | کرتا نہیں کمبخت لبِ ہرزہ سرا بند

کہتے ہیں ہم نشیں کو مرے غیر کے عوض
ایسوں سے تم کو ربط ہوا ایسوں کی خو پسند

پہلے اسی کو چشم خریدار مول لے
یا رب دلوں کے ساتھ بکے چار سو پسند

یا درد واں ہے ناز دل خوں گیا وہ تیر
زخم جگر پسند نہ زخم گلو پسند

آنسو گرا جو آنکھ سے تقدیر نے کہا
ملتے ہیں یاد دیکھ خاک میں یوں آبرو پسند

بدنام کر دیا ہے تمہیں عشق غیر نے
اب ہو گیا خطاب تمہارا عدو پسند

حسرت کا یہ مزا ہے کہ دل میں خلش رہے
نکلی ہوئی ہمیں تو نہیں آرزو پسند

گل شمع کا بنے تری محفل میں سب حسیں
آیا نہ ایک کا بھی ہمیں رنگ و بو پسند

پہروں پڑھی ہے حضرت داؤد پر درود
جب آ گیا ہے داغ کوئی خوش گلو پسند

ہوتی ہے جنس مہر و وفا چار سو پسند
آنگے ترے پسند کرے جس کو تو پسند

ظاہر بگاڑ دل سے مجھے ہے عدو پسند
یہ جنگ زرگری تو نہیں جنگجو پسند

ممکن ہے تجھ سا دیکھ لے چشم غلط نگر
اس کا کہاں جواب جسے آئے تو پسند

میری طرح سے جا بنے تجھ پر کسی کی جاں
میری طرح سے آئیگا عالم کا تو پسند

جنت میں پھول پھول کو میں سونگھتا پھرا
دنیا میں تھی کسی گل عارض کی بو پسند

افسانۂ کلیم و تجلی بہت سنا
وہ آنکھ آنکھ ہے جسے آ جائے تو پسند

اے شیخ جس کو جو ملیگا بڑھے گا شوق
جنت کو ہی پسند جہنم کو تو پسند

کیا کیا بری طرح سے ملایا ہے خاک میں
آنکھوں کو بھی نہیں مرے دل کا لہو پسند

دینے لگے وہ غیر دو باتوں میں گالیاں
جانا کہ اسکو آئی مری گفتگو پسند

رگ رگ سے دم نکال لیا ڈھونڈ ڈھونڈ کر
درد فراق کی ہے مجھے جستجو پسند

سو حسرتیں ہیں ایک تو معلوم ہو مجھے
یہ شوق ناپسند ہے یہ آرزو پسند

محشر میں خلق اپنی مصیبت میں مبتلا
یاں یہ تلاش آئے کوئی خوبرو پسند

خطِ گلزار سے وہ حرف جو کاغذ پہ لکھے — رشکِ گلزار ہوا اس رشکِ چمن کا کاغذ

ہم نے مضمونِ گرانباریِ غم لکھا تھا — دستِ قاصد میں ہوا سینکڑوں من کا کاغذ

ناتواں ہوں نہ گلے میں مرے باندھو تعویذ — توڑ ڈالے مری گردن کا نہ منکا کاغذ

[illegible] ہم نے جو دیکھا تو صفت سے تیری — کوئی خالی نہیں اربابِ سخن کا کاغذ

اف یہ پیری تو کہاں رنگِ جوانی کی بہار — کہ بگڑ جاتا ہے تصویرِ کہن کا کاغذ

ورقِ دل پہ کھنچی داغ صنم کی تصویر
تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

چاہوں جو پئے مزار تعویذ — ہوں سنگِ ستم ہزار تعویذ

ہیں میرے گلے کے ہار تعویذ — اک دردِ جگر ہزار تعویذ

کھینچی ہیں زمیں پہ لکیریں — یوں لکھتے ہیں خاکسار تعویذ

دشمن مرے زہر گھولتے ہیں — اور مونس و غمگسار تعویذ

تسکین کیلئے ہے جنوں میں — نقشِ کفِ پائے یار تعویذ

قرطاس فلک جو مجھکو ملتا — لکھتا پئے حُبِّ یار تعویذ

لائے گا اسے یہ گردِ نامہ — ہے دیدۂ انتظار تعویذ

ان بازوؤں پر فدا ہیں جوشن — صدقے قربان نثار تعویذ

جوڑا جو کھلا تو کھل پڑا دل — ہم سمجھے تھے اے نگار تعویذ

پردے میں رقیب کی ہے تصویر — سینے پہ ہے آشکار تعویذ

آیا دمِ نزع بھی جو قاصد — بن جائے گا خطِ یار تعویذ

دیکھا نہیں نقشِ دل سا کوئی — چلتا ہوا سحر کار تعویذ

تسخیرِ پری کے واسطے داغ
لکھتا ہوں میں بار بار تعویذ

ردیف رائے مہملہ

تمام عالم میں خاک چھانی یہ عشق آخر کو تنگ ہو کر
جب آدمی کا بنایا تودہ تو دل پہ بیٹھا خدنگ ہو کر

وہی تو ہے شعلۂ تجلی کہ دستِ ایمن سے تنگ ہو کر
جب اس نے اپنی نمود چاہی کھلا حسینوں پہ رنگ ہو کر

نہ دیکھو دیکھو تم آئینے کو کہ مجھ کو رہتا ہے ہول ہر دم
کہیں نہ جم جائے عکس اس کا رخِ مصفا پہ زنگ ہو کر

نگاہِ دزدیدہ کس نے دیکھی دکھاؤ آنکھیں کرو نظارے
لڑے گی میدان میں نگہ کیا لڑی اگر خانہ جنگ ہو کر

وہ ہم ہیں مجنونِ دشتِ پیماں جنوں کو ہوتا ہے ہم سے سودا
کہ چشمِ آہو میں جا بیٹھی وحشت ہماری وحشت سے تنگ ہو کر

بہارِ گل کیا ہے اس کو چھوڑو چمن میں چل کر یہ سیر دیکھو
کہ شمعِ رخسار پر تمہارے جلے گی بلبل پتنگ ہو کر

برنگِ حسرت مثالِ ارماں جو آگیا یاں سے پھر نہ نکلا
رہے گا سینے میں تیر تیرا اسیرِ قیدِ فرنگ ہو کر

کچھ ایسے فتنوں پہ فتنے اٹھے کہ شورِ محشر بھی چیخ اٹھا
اٹھی قیامت بھی ساتھ میرے بتوں کے کوچے سے تنگ ہو کر

دمِ قلق وقتِ بے قراری جو دل پہ رکھا بھی ہاتھ ہم نے
تو ناتوانی سے رہ گیا ہے ہمارے سینے پہ سنگ ہو کر

نہ وہ نظارے نہ وہ اشارے نہ وہ لیے غمزے نہ ویسی چشمک
غضب ہے پابندِ شرم ٹھہری نگہ تری شوخ و شنگ ہو کر

وہ تجھ سے کرتے ہوئے جو جھجکے تو یاد آغازِ عشق آیا
کہ بارہا یونہی رہ گئی تھی ہمارے دل میں اُمنگ ہو کر

کھلے الٰہی نہ عقدۂ دل کہ اس سے امید بندھ رہی ہے
عجب نہیں آرزو نکلیں جو دل کی تنگی سے تنگ ہو کر

بھرے ہوئے ہیں ہزاروں ارماں بھرا ہے پر حسرتوں کی حسرت
کہاں نکل جاؤں یا الٰہی میں دل کی وسعت سے تنگ ہو کر

چلی ذرا چشمِ جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

رہے گا خنجر پہ تیرے دھبا کہ تو نے بے جرم اس کو مارا
یہ داغ کا خون ہے ستمگر چھٹے گا ہرگز نہ زنگ ہو کر

مرے ہی واسطے بیٹھا ہے پاسباں در پر
ملے جو راہ میں کہتے ہیں آیئے گھر پر

گمان مجھ سے پہ تھا مجھے یقیں عدو پر
کسی نے خاک نہ ڈالی مرے مقدر پر

سنا ہے ہم نے یہ آتا ہے موت کا آنا
الٰہی آئے نہ وہ وعدۂ مقرر پر

رکا جو ہاتھ دمِ ذبح اس ستمگر کا
نگاہِ تیز سے چھریاں لگائیں خنجر پر

نہ رکھو حشر پہ موقوف داستاں میری
کرو خدا کے لیے رحم اہلِ محشر پر

اڑی ہے خاک زمانے میں جس قدر اب تک
جمی ہے آ کے ہمارے دلِ مکدر پر

وہ چشمِ مست پھرا اس پردہ مژگاں
کہ جیسے ہاتھ کسی نازنیں کا ساغر پر

نیاز و ناز دکھاتا ہے یہ نشیب و فراز
زمیں ہے زیرِ قدم آسماں ہے سر پر

عجب نہیں تپشِ داغِ معصیت سے مرے
حباب بلبلے بن جائیں آبِ کوثر پر

کرینگے خوب ہم آزردہ خاطر احباب — پڑیگا صبر کسی کا تو جان مضطر پر

شب فراق میں کانٹوں پہ میں لٹاؤں اسے — سلاؤں طالع خفتہ کو اپنے بستر پہ

نگاہ ملتے ہی تلوار کا اٹھایا ہاتھ — رکھیں نہ تم نے ابھی چار انگلیاں سر پر

ہمارے ناوک آہ اٹھے کے حشر تیغ اٹھا — اخیر بیٹھ رہا تھک کے یار کے در پر

امید وصل ہو کیا ایک وعدۂ دیدار — اسے بھی تو نے تو رکھا ہے روز محشر پہ

کہاں کرشمۂ برق جمال و طور کہاں — پڑی تھی آہ کسی دل جلے کی تقدیر پر

نہیں ہے ہوش سو خالی ہماری بیہوشی — کہ بیخودی میں گرے بھی جو ہم تو ساغر پر

نفس نفس ہے غبار سیاہ کی صورت — پڑی ہے خاک کہاں کی دل مکدر پر

فلک کرے بھی جو سامان عیش کو برباد — تو جام جم پہ گرے آئینہ سکندر پر

الجھ رہا ہے وہ دیوانہ داغ درباں سے
بپا ہے حشر کا ہنگامہ آپ کے در پر

کوئی آئے اس بزم سے کیا نکل کر — کہ رہ رہ گیا ہے مرا دل جل کر

کیا دل کا جو رنگ غم نے مسل کر — کسی پھول کو دیکھ چٹکی میں مل کر

وہ نازک کہ جائے سے باہر نکل کر — تھکے اس طرح جس طرح کوئی چل کر

رکھوں کاٹ کر ہاتھ قاصد کے دل پر — کہ ان سے کہیں چار باتیں سنبھل کر

مری تشنگی دیکھ کر روز محشر — چھلک جائیگا آب کوثر ابل کر

محبت نے کی جب مری دستگیری — مقدر نے رو رو دیا ہاتھ مل کر

ہماری گواہی نہ دی حشر کے دن — ہوئے کچھ ادھر کچھ ادھر لوگ ٹل کر

نہ اٹھنے دیا دل نے اس انجمن سے — کیا قصد سو بار زانو بدل کر

لکھا خط میں جب انکا القاب میں نے — قلم حرف مطلب پہ آیا پھسل کر

مجھے شمع رو بزم میں دل کو دیکھوں — گری ہے کوئی شے بغل سے نکل کر

کشتگانِ ابروئے پُرخم کی دعا دو نیاز
تم نے رکھی ہو کماں اول ہی اول دوش پر

یہ تجلی جل بے اُسکے عارضِ پُرنور کی
جم گیا ہے نور گویا دو دو انگل دوش پر

لے گئے ہیں آپ تو اے داغ وہ سینے سے دل
سر سلامت آپ پائیں گے انہیں کل دوش پر

یاں دم میں خیال اور ہے واں دم میں نظر اور
ہو حال طبیعت کا اِدھر اور اُدھر اور

ہر وقت ہو چتون تری اے شعبدہ گر اور
اک دم میں مزاج اور ہے اک پل میں نظر اور

ناکارہ و ناداں کوئی مجھ سا بھی نہ ہوگا
آیا نہ بجز بے ہنری مجھ کو ہنر اور

دل دیکے نیا رنج دلا جائے ری قسمت
ہم سمجھے تھے کچھ اور ہوا ہائے مگر اور

جیتا نہ بچے ایک بھی جانبر نہ ہو کوئی
دو چار ستم گار ہوں تجھ سے اگر اور

ہوں پہلے ہی میں عشق میں غرق تا بخجالت
کیوں مجھکو ڈبوتے ہو اے دیدۂ تر اور

ٹھہرا ہے وہاں مشورہ قتل ہمارا
او حضرتِ دل ایک سنو تازہ خبر اور

اور اور ہیں آپ میں کیا آپ سے نسبت
ہوں لاکھ زمانے میں اگر رشکِ قمر اور

بھر بھر کے جو دیتے ہیں وہ جام اور کسی کو
لے لیکے مزے پیتے ہیں یاں خونِ جگر اور

ہم جانتے ہیں خوب تری طرزِ نگہ کو
ہے قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور

اے داغ مئے عشق سے کیا زہر کو نسبت
ہے اسمیں اثر اور وہ رکھتا ہے اثر اور

حیف شرمندہ نہیں تو ستم آرا ہو کر
ہم پہ کرتا ہے ستم یار ہمارا ہو کر

یہ تمنا ہے شہیدوں کو ترے اے قاتل
کہ یونہی قتل ہوں ہم زندہ دوبارہ ہو کر

جوشِ گریہ بھی تماشا ہے کہ میرے مژگاں
رہ گئیں اشک فشاں ایک ہزارا ہو کر

کل کچھ اقرار بھی تھا آج ہے بالکل انکار
مٹ گئی حیف ہے اتنا بھی سہارا ہو کر

دل کو جب رنج دیا تم نے یہ پھر جائے گا
کہ ہمارا نہیں ہونے کا تمہارا ہو کر

خاک کس سوختہ جاں کی ہے ترے کوچے میں
کہ ہر اک ذرہ جو اڑتا ہے شرارہ ہو کر

بے مزہ عشق کا آغاز سے انجام ہوا
ناگوارا دل نازک ہے گوارہ ہو کر

چھد گئی سوزن مژگاں سے نقاب اس رخ کی
رہ گیا گر کبھی پردے میں اشارہ ہو کر

غیر کے سر میں وہ کرتے ہیں جو کنگھی اپنی
رشک دل چیرتا ہے داغ کا آرا ہو کر

دیکھئے اب بہر عیادت نہ قدم گن گن کر
لے رہا ہے یہ مریض آپ کا دم گن گن کر

دے خوشی کے عوض اندوہ و الم گن گن کر
دے شب وصل کے بدلے شب غم گن گن کر

یاد آتی ہے اگر اک نگہ لطف تری
بھول جاتا ہوں ترے لاکھ ستم گن گن کر

چلتے ہیں ساتھ جنازے کے جو چالیس قدم
تو نزاکت سے وہ رکھتے ہیں قدم گن گن کر

پیچ تقدیر کے کیا کیا مجھے یاد آتے ہیں
شب کو اس کاکل پر پیچ کے خم گن گن کر

تھا ہمیں ہجر میں ایک ایک مہینا برسوں
دن گزارے ہیں ترے سر کی قسم گن گن کر

انگلیوں پر جو ہوا کرتی ہے گنتی ہر روز
اسے وہ کرتے ہیں انداز ستم گن گن کر

چار ہی داغ دیے تو نے فلک لاکھوں کو
جو سخی ہیں انہیں دیتے ہیں درم گن گن کر

دس کے دو کہتے ہیں جب لیتے ہیں بوسے انکے
بھول ہم ڈال دیا کرتے ہیں کم گن گن کر

ابر گھرا نہیں ہوتا ہے تو ہم فرقت میں
صبح کرتے ہیں تارے شب غم گن گن کر

ہمکو مطلب نہیں دینار و درم سے اے داغ
شاد ہیں داغ جگر عشق میں ہم گن گن کر

روتا ہے تجھ بغیر دل زار زار زار
اور کھینچتا ہے آہ شرر بار بار بار

اے دل قمار عشق میں شاید ہو تیری جیت
پہلے نکال منہ سے نہ زنہار ہار ہار

بیمار عشق کا نہ کسی کو خدا کرے
جیتے کو بھی رلائے یہ آزار زار زار

ہم کو اسیر کر کے جو صیاد لے چلا
کیا روئے دیکھ کر سوئے گلزار زار زار

کہ توبہ کرتی گئی ہے توبہ ابھی یہاں سے شکست پا کر

جو ظلم کرنا تھا سر پہ میرے تو اور فتنے اٹھائے ہوتے
اٹھائی ہے تم نے تو قیامت رقیب کو بزم میں بٹھا کر

خیال میں سدِ راہ زنداں نگاہ میں دیدۂ نگہباں
ہمیشہ ہاتھوں میں تولتا ہوں سلاسل اپنی اٹھا اٹھا کر

نگہ کو بیباکیاں سکھاؤ حجابِ شرم و حیا اٹھاؤ
بھلا کے مارو تو خاک مارا لگاؤ چوٹیں جتا جتا کر

نہ ہر بشر کا جمال ایسا نہ ہر فرشتے کا حال ایسا
کچھ اور سے اور ہو گیا تو مری نظر میں سما سما کر

یہ امتحان ہے کہ جو سخی ہیں ہمیشہ محتاج تر وہی ہیں
دعا نے میری اثر دیا ہے تمام عالم کو ہاتھ اٹھا کر

خدا کا ملنا بہت ہے آساں بتوں کا ملنا ہے سخت مشکل
یقیں نہیں گر کسی کو ہمدم تو کوئی لائے اسے سنا کر

الٰہی قاصد کی خیر گزرے کہ آج کوچے سے فتنہ گر کے
صبا نکلتی ہے لڑکھڑا کر نسیم چلتی ہے تھرتھرا کر

رقیب اچھے یہ میں نے مانا برا مجھے تو نے دل سے جانا
بھلوں سے کرتے ہیں سب بھلائی کسی برے کا تو کچھ بھلا کر

قریبِ دلدار کا ہے احساں کہ ہم کو گردش سے باز رکھا
بچے ہزاروں بلاؤں سے ہم نہ جا سکے اس کے دم میں آ کر

جنابِ سلطانِ عشق وہ ہیں کرے جو لے داغ اک اشارہ
فرشتے حاضر ہوں دست بستہ ادب سے گردن جھکا جھکا کر

رہے گی اک روز جان جاکر رہے نہیں ہوش دل لگاکر
عدو سے کہتا ہوں تنگ آ کے تو مرے حق میں کچھ دعا کر

بچے گی بار دسا میں کوئی آکر یہ تو یہ زاہد خدا خدا کر
کہاں کی حجت ہے فیصلہ کر شتاب ناداں پی پلاکر

طبیب کہتے ہیں کچھ دوا کر حبیب کہتے ہیں بس دعا کر
رقیب کہتے ہیں التجا کر غضب میں آیا ہوں دل لگاکر

ہمیں جب انصاف کچھ نہ دیکھا تو روز محشر کو خاک ہوگا
پٹک کے اعمال نامہ اپنا پھروں گا مشعل جلا جلا کر

غضب سے چین ہو بر جبیں ہے یہ نقش دل کندہ نگیں ہے
لکیر دنیا کی یہ نہیں ہے جو صاف کر دو مٹا مٹا کر

جفا پھر ایجاد ہی نہ ہوگی کسی کی فریاد ہی نہ ہوگی
فلک کی بنیاد ہی نہ ہوگی کیا جب اک نالہ دل لگاکر

ہوئی ہے اب موت زندگانی کہاں سے لاؤں تجھے جوانی
کہ زور کرتی ہے ناتوانی نحیف و کمزور مجھ کو پاکر

تلاش تھی مجھ کو نامہ بر کی خبر نہ تھی ہائے اس خبر کی
نہ پاؤں کی سدھ رہی نہ سر کی گئی ہے ایسی صبا سنا کر

تمام ہو خاک اپنا مطلب کہ یار پر تھا شوق بیڈھب
لکھا ہے اک حرف آرزو اب سودہ بھی کیا کیا مٹا مٹا کر

یہ جی میں یاں ٹھن گئی ہے بالکل کہ حال دل کہتے بے تامل
غضب کیا کیوں کہ تو نے قاتل گنوا دیا حوصلہ بڑھا کر

وہ بدگماں نکتہ چیں ہے بیڈھب کہیں نہ تا حد ہوتی یاریہ

اگرچہ لکھا ہے حرفِ مطلب ہزار پہلو بچا بچا کر
خدنگِ دل دوز سے خدایا بچا نہ پہلو بہت بچایا
اگر جگر سے میں کھینچ لایا تو دل میں بیٹھا یہ گھر بنا کر
جو سوزِ الفت کے دل جلے ہیں انھیں قیامت کے ولولے ہیں
یہ تافتہ دل آپ سے جلے ہیں بغل میں دوزخ دبا دبا کر
نگاہِ دزدیدہ پُر شرارت ہے اور اُس پہ دزدِ حنا ہے آفت
مگر وہ عیار ہے قیامت کی چور دیں جس کو دل چرا کر
یہاں نہ ہو خیر جسم و جاں کی بچے کہیں جان اک جہان کی
ہوس رہے گی نہ امتحاں کی انھیں مرا عشق آزما کر
ملا نہ ایسا تو کوئی ہمدم جو دل کا ہو پاسبان شبِ غم
وہ بخت خفتہ نہیں کہ اک دم ہم آپ سو بیٹھے جسے جگا کر
نثار اس طرزِ گفتگو پر نہیں کہیں داغ سا سخنور
ہنسا دیا ہے رلا رلا کر رلا دیا ہے ہنسا ہنسا کر

زہے تلاش کہ سرگرم جستجو ہو کر
ملا ہوں رنگ میں رنگ اور باس میں بو ہو کر
تری گلی میں ترے دل کا نقش ہو کے رہا
رقیب مٹ نہ گیا میری آبرو ہو کر
وہاں کلیم سے وہ نازیاں یہ دعوے ہیں
کبھی حجاب نہ ہو ہم سے گفتگو ہو کر
نگاہِ شوق نے کیا خواب میں نہیں دیکھا
نیا حجاب ہے چھپتے ہو روبرو ہو کر
جگہ تنگ سے ترے دار تھا کہ دل میرا
مژہ مژہ سے ٹپکتا رہا لہو ہو کر
ذرا سی چھیڑ پہ حیا سے بار آپ ہو گئے
یہ عیب ہے کہ ہو چیں خوبرو ہو کر
لگی ہے پنجۂ مژگاں میں خونِ دل کی حنا
ہماری آنکھ ملی ہے سرخرو ہو کر
سوال وصل پہ وہ گالیاں ہی دیں لیکن
کوئی تو بات ٹھہر جائے گفتگو ہو کر

ہمارے جذبِ محبت کو دیکھتا قاتل — کہ رہ گیا ترا خنجر رگِ گلو ہو کر

بتوں کے خوف سے ڈر ڈر کے رہ گیا نہ پیا — ہزار مرتبہ آمادۂ وضو ہو کر

ہوا ہوں میں بھی اب اے داغ اپنا دشمن آپ
زمانہ دوست ہوا اس کا مرا عدو ہو کر

بزمِ جاناں کا خط ہے اتر آنکھوں پر — مہرباں آپ کی خفت مرے سر آنکھوں پر

دہن اس کا مگر اس کی نظر آئے نہ کبھی — ہو اگر عینک خورشید و قمر آنکھوں پر

گہ نظر جانب درگاہ نظر سوئے فلک — سینکڑوں صدمے یہ رہے تابسحر آنکھوں پر

تھم نہ جائے دمِ ذبح نہ تجھکو قاتل — اپنے دامن کو بچھا دے مری تر آنکھوں پر

ہوگیا باغ میں گلشن کو تماشا اس کا — چشمِ گل اب یہ تو نرگس کی نظر آنکھوں پر

تیری زلفوں پہ بلائیں جو بلا گرد اس میں — کتنے قربان ہیں اے شعبدہ گر آنکھوں پر

مرتبہ دیکھنے والے کا ترا ایسا ہے — کہ بٹھاتے ہیں جسے اہلِ نظر آنکھوں پر

صبح اس فتنۂ محشر کو جو دیکھا ہم نے — ایک آشوب رہا چار پہر آنکھوں پر

داغ کے دل کا تو کچھ بھید نہ پایا ہم نے
ایک حسرت سی برستی ہے مگر آنکھوں پر

دوستی کا بھی زمانے میں بھروسا کس پر — تو بھی چھوڑ چلا اے دلِ شیدا کس پر

اثر نالۂ دل کا تو دکھا دوں لیکن — یہ تو سمجھو کہ فلک ٹوٹ پڑے گا کس پر

یوں تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہیں — دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پر

فتنہ پرداز دغاباز فسوں گر عیار — ہائے افسوس دل آیا بھی تو آیا کس پر

مجھ سے کہتے ہیں نکالینگے ہمیں کچھ تدبیر — صاف کہہ دو کہ دل آیا ہے تمہارا کس پر

لیکے دل بھی نہ دیا بوسہ جو مانگا تو کہا — کوئی سنتا بھی ہو کرتے ہو تقاضا کس پر

غرقِ خوں ہے مری مژگاں بھی ترا پیکاں بھی — رنگ کھلتا ہے مگر دیکھئے اچھا کس پر

حور کے ناز و ادا کو تو فرشتے سمجھیں
خلد میں کھائیں گے ہم آپکا دھوکا کس پر

وہی قاتل وہی مخبر ہے وہی منصف بھی
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

اسکی تصویر جو یوسف کے مقابل رکھ دوں
دیکھئے گرتے ہیں پھر اہل تماشا کس پر

جو کیا میں نے کیا کتنے ترے ساتھ سلوک
جو ہوا مجھ پہ ہوا ہے ستم ایسا کس پر

دیدیا اُسکے مریضوں کو خدا نے بھی جواب
آپ بھولے ہوئے بیٹھے ہیں مسیحا کس پر

سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو
چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

کون گل باغ میں اس غیرت گل سا تو نہیں
آنکھ پڑتی ہے تری نرگس شہلا کس پر

جانب چرخ اشارے سے بتایا اس نے
جب کہا میں نے مرا صبر پڑیگا کس پر

دل چرایا ہے مرا اب تو بھری محفل میں
اور کہتے ہیں کہ ہے شبہ تمھارا کس پر

داغ جاتے تو ہیں مقتل میں برابر سب کے
دیکھئے وار کرے وہ ستم آرا کس پر

تنگ ہے دل وسعت دامان محشر دیکھکر
اے جنوں ہم پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھکر

چلتے پھرتے بیٹھے بیٹھے یاں پہنچتے ہیں ہم
ہائے ظالم غیر کے دل میں ترا گھر دیکھکر

حسرتیں اترا رہی ہیں آرزو گی شاد ہیں
میری قسمت دیکھ کر میرا مقدر دیکھکر

دشنۂ قاتل ہلال عید ہے اپنے لیے
ہم تو ملتے ہیں گلے یاروں سے خنجر دیکھکر

لن ترانی سے غرض کیا حسن عالم سوز کو
ہم نظر آپ چرا جاتے ہیں اکثر دیکھکر

خشک ہوتی ہے زبان زاہد کی استغفار سے
منہ میں بھر آتا ہے پانی دامن تر دیکھکر

روز جا کر اس کے کوچے سے پلٹ آتے ہیں ہم
دیدۂ حسرت سے پھر دل جانب در دیکھکر

سنتے ہی نالا مرا وہ رہ گئے مجھ بکف
کچھ سمجھ کر سوچ کر ڈر کر سنبھل کر دیکھکر

دید کے قابل ہے اے زاہد تماشا حشر کا
جائینگے جنت میں لیکن سیر دل بھر دیکھکر

وہ خوشی بھی دید کے قابل ہے جب تھا ہی شاد
مضطرب کو مضطرب مضطر کو مضطر دیکھکر

غربت میں عادت ہو گئی صحرا نوردی کی مجھے
کترا کے پھر جاتا ہوں میں آتا ہوں جب منزل کے پاس

بیٹھے تھے زلفیں چھوڑ کر اک روز وہ بہرِ سنگار
اُس دن سے ساری مچھلیاں اپنے نگیں سا دل کے پاس

ہے مجھکو بیدا امتحاں کیوں دم چرا لینا گماں
یہ ولیسے اپنے دور رکھو کہا نہیں کچھ دل کے پاس

نالوں کے ناوک میں رساں آہو کے چلتے ہیں خدنگ
ترکش میں قاتل کے نہیں جو تیر ہیں بسمل کے پاس

خط آ گیا رخ پر ترے پر ہے نظر اپنی وہی
رہتا ہے اب تک پاسباں اس کشتِ بے حاصل کے پاس

دیکھی ہو اس مہتاب میں نورِ تجلی کی جھلک
برسوں کیا ہو امتحاں آئینہ رکھکر دل کے پاس

دیکھے ہیں حسن و عشق کے ہم نے نرالے شعبدے
موسیٰ کی جو مٹھی میں تھا وہ داغ نکلا دل کے پاس

ردیف شین معجمہ

وہ سمجھے کیا فلک کینہ خواہ کی گردش
اٹھائی جس نے تمہاری نگاہ کی گردش

طریقِ عشق میں ہو راہ راہ کی گردش
کبھی کبھی کا سکوں گاہ گاہ کی گردش

بلا ہے قہر ہے چشمِ سیاہ کی گردش
کہ پھیرتی ہے چھری اس نگاہ کی گردش

جواب کروں ابھی چکرا گئے آسمان و زمین
بری بلا ہے مرے دودِ آہ کی گردش

شبِ فراق جو میرے ہی گرد پھرتی ہے
مگر شریک ہے بختِ سیاہ کی گردش

بنا ہے یار کا ناصح پیامبر دیکھو
مرے لیے کرے اس خیر خواہ کی گردش

بلائے جل کے دلِ سخت طوطیا ہوتا
کہ پیس کا دے چشمِ سیاہ کی گردش

کبھی زمیں پہ کبھی آسماں پہ تھی شبِ غم
رہے گی یاد مجھے برقِ آہ کی گردش

الٰہی دم مری آنکھوں میں پھر کھلے نہ آئے
کہ راہ روکو قیامت ہے راہ کی گردش

اسی دورا ہے میں اپنے تو پاؤں ٹوٹ گئے
کہ برسوں دیر سے تا خانقاہ کی گردش

کسی کو گردش کعبہ کسی کو گردش دیر
ہمیں تو وہ ہے تری جلوہ گاہ کی گردش

اسے جو ڈھونڈھنے بیٹھے بٹھائے ملتا ہو
نہ یہ کہ خضر سے گم کردہ راہ کی گردش

اٹھے نہ غیر کے پہلو سے آپ کیا جانیں
کسی غریب خراب و تباہ کی گردش

وہ اور پھول کے یوں غیر گھر چلے آئیں
مگر نصیب سے آئی راہ کی گردش

حصول محفل رنداں سے کیا ہوا ان کو
مگر حباب مشیخت پناہ کی گردش

اگر یہی ہے نزاکت تو وقت نظارہ
نہ لے اڑے تمھیں دیکھو نگاہ کی گردش

یہ دل تو کیا ہے کہ طوف حرم کو چکرائے
مژہ کی جنبش و کافر نگاہ کی گردش

جنھیں فروغ ہے عالم میں یاں وہ سرگرداں
یہ دیکھ آئینہ ہے مہر و ماہ کی گردش

زمین و چرخ کو کوئی دم میں ہیں نہ و بالا
یہی رہی جو تمھاری نگاہ کی گردش

اشارے کرکے لا غیر سے وہ روز حساب
مری نظر میں ہیں چشم گواہ کی گردش

پھریں گے داغ نہ دلی کے لات لیکن مانو
نہیں ہے چرخ میں دولاب چاہ کی گردش

مری موت خواب میں دیکھ کر ہوئے خوب اپنی نظر سے خوش
انھیں عید کی سی خوشی ہوئی رہے شام تک وہ سحر سے خوش

کبھی شاد و درہم داغ سے کبھی آبلوں کے گہر سے خوش
یہ بڑی خوشی کا مقام ہے غم ہجر یار ہے گھر سے خوش

انھیں بزم غیر میں تھا گماں کہ یہ سادہ لوح بہل گیا
مجھے خوف عزت و آبرو کہ رہا فقط اسی ڈر سے خوش

کہوں وصف بادۂ ناب کیا نہیں زاہد ایسی کوئی دوا
جو دماغ اس کے اثر سے تر تو مزاج اسکے اثر سے خوش

اگر آبلے سے بھرا ہوا تو ہر ایک داغ جلا ہوا

ردیف صاد مہملہ

یہ نہ کہیئے کہ نہیں کام کی حرص
اور جو کافر کو ہوا اسلام کی حرص

ہم نے توبہ میں یہ لذت پائی
ہو گئی بادۂ گلفام کی حرص

اُس نگہ سے مجھے تیغے کی طمع
اُس دہن سے مجھے دشنام کی حرص

ہو گیا جان کا خواہاں قاصد
دے نہ اتنا جو ہوا انعام کی حرص

ہائے ساقی کا تغافل مجھ سے
اور مجھ رند سے آشام کی حرص

فتنہ گر وہ بھی ہوئی ہے مشہور
تھی قیامت کو ترے نام کی حرص

آنکھ پھرتی ہے تری لیل و نہار
ہے اسے گردش ایام کی حرص

مل گئی میری سیہ بختی میں
دیکھنا زلفِ سیہ فام کی حرص

غیر کے ڈھنگ اڑا دو اے داغ
ہے اگر راحت و آرام کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

آئے وہ جو وفا یہاں اُسکی بلا کو کیا غرض
جائے در قبول تک میری دعا کو کیا غرض

موت کو اے دل حزیں راہ و بہانے ہیں بہت
آئے جو اُسکے ہاتھ سے میری قضا کو کیا غرض

دعوئ دیں اگر کیا کہنے لگا وہ بت بجا
بخش دے آپکو خدا ایسی خدا کو کیا غرض

جبکہ ہو خانۂ رقیب خانۂ یار سے قریب
لائے جو میری راہ پر راہنما کو کیا غرض

جوش ہے اب شباب کا خاتمہ ہے حجاب کا
اس نگہ شریر سے چشمِ حیا کو کیا غرض

اس کی گلی سے آئے کیوں نکہت زلف لا کے کیوں
مجھکو صبا سے ہے امید مجھ سے صبا کو کیا غرض

یہ تو مرا ہی کام ہے سجدہ کروں تو میں کروں
کیوں ترے پاؤں پر گرے زلف رسا کو کیا غرض

بعد فنا یقین ہے کھائیگا استخواں مرے
سایہ فگن ہو کس لئے بال ہما کو کیا غرض

ماتم داغ میں شریک ہو نہ ہو اختیار ہے
گھر سے تجھے بلائیں کیوں اہل عزا کو کیا غرض

ردیف طائے مہملہ

میں اور حرف شکوہ غلط اے صنم غلط
واللہ جھوٹ ہے یہ خدا کی قسم غلط

دیکھے ہزار آئینہ و جام جم جیسے
افسانۂ سکندر و احوال جم غلط

آتا ہے وہم لغزش مستانہ دیکھکر
پڑتے ہیں نامہ بر کے ہزاروں قدم غلط

معشوق کس طرح نہ کرم کے عوض ہو گرم
ہے ان کی سرنوشت میں لفظ کرم غلط

مطلب نکال لیتے ہیں اب حرف حرف سے
پڑھتے ہیں وہ صحیح جو کہتے ہیں ہم غلط

تعریف حسن سنکے وہ بولے بہت بجا
مضمون شوق پڑھکے کہا یک قلم غلط

سن سنکے عرض حال کی تکرار بار بار
کہنا کسی کا ناز سے وہ دمبدم غلط

مصحف نہیں ہے نامۂ اعمال ہی مرا
یارب یہ ہر ہزار جگہ کم ہے کم غلط

وہ نیم وعدہ کرتے ہیں دل میں پلٹ گئے
آدھی قسم صحیح تھی آدھی قسم غلط

کل چھیڑنے کو ہم نے کہا کیوں ستم شعار
کہتے ہیں ہم فسانۂ رنج و الم غلط

کیا ہم وہ راہ غیر سے رکھتا نہیں ہے تو
کیا جھوٹ ہے یقین ہمارا بھرم غلط

تجھسے امید ہو تو خدا سے ہوں نا امید
کیا جانتے نہیں ترے وعدے کو ہم غلط

کیا کوچۂ رقیب میں چھپ کر نہیں گیا
ہو جائیگا سراغ و نشان قدم غلط

مشہور کس کا نام ہے جھوٹا جہان میں
کھاتا ہے روز کون قسم پر قسم غلط

دیکھا ہے تجھ کو آخر شب پاس غیر کے
کہتے ہیں خواب صبح کا ہوتا ہے کم غلط

ایسے ہی خوش گئے ہیں ترے کشتۂ فراق
تڑپیں گے تیری یاد میں اہل عدم غلط

اپنے ہی گھر کو آپ سمجھا کرے بہشت
اسکے سوا حکایت خلد و ارم غلط

کہتا ہے نامہ بر سے لب وہ تو مر گیا
جھوٹا ہے تو یہ نامہ غلط یہ رقم غلط

تجھ سے یقیں کیسے جور و جفا بجا
چشم وفا و الفت مہر و کرم غلط

بولے وہ داغ آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ
معشوق سے شکایت جور و ستم غلط

حوروں سے ملئے خلد بریں کو سدھاریئے
دنیا میں آپ کا نہیں ہونے کا غم غلط

ردیف ظائے معجمہ

غم جاوید ہے ہم سے محفوظ
اور ہم تیرے ستم سے محفوظ

دل میں رہتے ہیں جو رہنے والے
کب ہوئے خلد و ارم سے محفوظ

کیوں نہ ہوں چشم کرم کے مشتاق
ہوتے ہیں اہل کرم سے محفوظ

کیوں نہ بس جائے قیامت ظالم
فتنے ہیں تیرے قدم سے محفوظ

نامہ بر تجھ سے وہ مسرور ہوئے
یا مرے طرز رقم سے محفوظ

وائے تقدیر کہ مر کر بھی ہم
نہ ہوئے سیر عدم سے محفوظ

نہ ملے وہ تو کہیں بھی کیا خوب
پھر ہوں ہم دیر و حرم سے محفوظ

وصل میں شاد ہو گیا کیسا
جو ہو جھوٹی بھی قسم سے محفوظ

بیکسی میں ہے غنیمت اے داغ
کیوں نہ ہوں عشق کے غم سے محفوظ

ہم تشنہ کام بزم سے اٹھ آئے لاکھ بار — اس کی نہیں ہے ساقی محفل کو اطلاع
مرتا ہے کون عشق میں کس نے کیا ہے وار — قاتل کو اطلاع ہے نہ بسمل کو اطلاع
وہ پہلوئے رقیب میں ہے مست و بے خبر — دے لے فغاں پکار کے غافل کو اطلاع

راتوں کو چھپ کے جب وہ گئے ہیں عدو کے گھر
اے داغ [illegible] کو اطلاع

ردیف غین معجمہ

مانند گل ہیں میرے جگر میں چراغ داغ — [illegible] تماشائے باغ داغ
کب تنگ دل کے دل میں سماتا ہے داغ عشق — [illegible] ہر چراغ داغ
پھیر جائے سوز دل کا مزہ آنکھ میں اگر — [illegible] نرگس ایاغ داغ
گہرا ہو داغ دل مرا ناخن جنوں — [illegible] ایاغ داغ
مرگ عدو سے آپ کے دل میں چھپا نہ ہو — میرے جگر میں اب نہیں ملتا سراغ داغ
ہنسیں قمر کے جیسے ملی ہے اسے جگہ — اس دن سے ہو گیا ہے فلک پر دماغ داغ
جائیں جو لیکے داغ جنوں وحشیان عشق — ہو جائے نام گلشن فردوس باغ داغ
تاریکی لحد سے نہیں دل جلے کو خوف — روشن رہیگا تا بقیامت چراغ داغ

مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا
رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

ردیف ف

کیسی حیا و شرم طبیعت ہے بر خلاف
بولے ہزار بار وہ مجھ سے مگر خلاف

باہم تمھارے عشق میں یہ پھوٹ پڑ گئی
آنکھوں سے دل خلاف ہے دل سے جگر خلاف

کشتی نہ ہو تباہ کسی نامراد کی
چلتی ہے آج صبح سے بادِ سحر خلاف

مجھکو گمان تھا کہ ملے گا رقیب سے
یہ اتفاق ہے کہ رہا نامہ بر خلاف

بے مہر تیرے جور سب اس نے بھلا دیئے
کس درجہ بر خلاف ہے دل کسقدر خلاف

افسوس کچھ نباہ کی صورت نہیں رہی
قسمت ادھر خلاف طبیعت ادھر خلاف

تجویز چارہ گر نے تو کی ہے دوائے عشق
یارب مرے مزاج کے ہو بیشتر خلاف

اس سے زیادہ اور معلم نہیں کوئی
ہے خوش نصیب جس کو زمانہ ہو بر خلاف

مجھ سے مری نگاہ بھری دیکھنا اثر
دیکھی تھی آج میں نے کسی کی نظر خلاف

کیا شعبدے اٹھائینگی یہ بدگمانیاں
لکھے ہیں میں نے ان کو گلے سر بسر خلاف

ایسا نہ ہو کہ مجھ سے بگڑ جائے راہ میں
سب سے مرا طریق ہے اے راہبر خلاف

اے داغ زندگی کی توقع ہو کس طرح
قسمت خراب سخت مرض چارہ گر خلاف

کیوں نہیں ہو مجھ سے میری جاں صاف
چاہئے انسان سے انسان صاف

موت کی صورت نظر آئی مجھے
ہے وہ تیرے تیر کا پیکان صاف

چھٹ گئی سب بھیڑ مشتاقوں کی آج
کر دیا سفاک نے میدان صاف

کینہ جو اک صاف باطن تو نہیں
ہیں تری محفل میں سب سامان صاف

خط شدہ دیکھا مصحف رخ پر ترے
پر نظر آیا عجب قرآن صاف

ان کے گھر میں مجمع اغیار تھا — ہم یہ سمجھے تھے کہ ہے میدان صاف
خانۂ دل کی صفائی ہو گئی — پھر نہیں مجھ سے مرا مہمان صاف
اس کے ہاتھوں خاک میں مل جائینگے — دل کدورت سے نہیں اک آن صاف

مشغلہ ہے یہ جناب داغ کا
ہو رہا ہے آج کل دیوان صاف

دیکھا نہ ہم نے رشک سے اغیار کی طرف — منہ پھیر بیٹھے بزم میں دیوار کی طرف
اے دل خوشا وہ دل جو پھرے یار کی طرف — دونوں جہاں میں ایسے طرفدار کی طرف
وہ دیکھتے ہیں بزم میں اغیار کی طرف — میں دیکھتا ہوں چرخ ستمگار کی طرف
سیل سرشک اپنے ہی گھر میں بہینگے — کیوں جائے یہ بلا تری دیوار کی طرف
بیٹھے بٹھائے آئے جو شامت تو کیا علاج — دل نے کہا کہ آؤ چلیں یار کی طرف
شوخی سے دیکھنا نہیں آتا ابھی انھیں — غمزے سے جھانک لیتے ہیں بازار کی طرف
جادو کیا رقیب پر اُس نے تو کیا کیا — دیکھو تم اپنی چشم فسوں کار کی طرف
بیکس رہینگے حشر میں کب مجرمان عشق — رحمت کہیگی ہم ہیں گنہگار کی طرف
چاہی تھی داد ہم نے دل صاف کی مگر — آئینہ ہو گیا ترے رخسار کی طرف
تصویر کو بھی اسکی یہانتک غرور ہے — دیکھے کبھی نہ طالب دیدار کی طرف
تقصیر میفروش کی اے محتسب نہیں — یہ چیز اڑ کے جاتی ہے میخوار کی طرف
آتا نہیں قریب کوئی دور ہی سے — اٹھتی ہیں انگلیاں ترے بیمار کی طرف
بولے وہ آپ کیسے بنے ہیں حیائی — یہ کہکے جھک پڑے ترے غمخوار کی طرف
چلتے نہیں وہ شرم سے نیچی نظر کئے — آنکھیں لگی ہیں شوخیٔ رفتار کی طرف

دی جان کس خوشی سے تہ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

ردیف قاف

غم اٹھانے کے ہیں ہزار طریق — کہ زمانے کے ہیں ہزار طریق
غیر کے ذکر پر نہیں موقوف — جی جلانے کے ہیں ہزار طریق
نہیں خالی تسلیاں ان کی — آزمانے کے ہیں ہزار طریق
مہربانی کی ایک راہ تو ہو — گر ستانے کے ہیں ہزار طریق
خواب میں تم کو کس نے روکا ہو — آنے جانے کے ہیں ہزار طریق
دل میں آیا ہزار راہ سے غم — اس ٹھکانے کے ہیں ہزار طریق
ان کو سو سو بہانے آتے ہیں — ہر بہانے کے ہیں ہزار طریق
جان سے جائیں گے ہم لے دربان — قید خانے کے ہیں ہزار طریق
دی ہے مے اس نے غیر کو جھوٹی — منہ لگانے کے ہیں ہزار طریق
ابھی کم سن ہو تم نہیں واقف — دل دکھانے کے ہیں ہزار طریق

داغ اب فاقہ مست بن بیٹھے
مانگ کھانے کے ہیں ہزار طریق

ردیف کاف تازی

دعا مانگے دل غمگیں کہاں تک — کہوں میں ربنا آمیں کہاں تک
مسلمانوں سے بغض و کیں کہاں تک — کہاں تک لے بت بے دیں کہاں تک
ترے بیمار کو آتی نہیں موت — پڑھے جائے کوئی یٰسیں کہاں تک

گل بازی ہے حسینوں میں مرا افسانہ
پھینک دیتا ہے محبت کی کتاب ایک پر ایک

جوش پر ہے جو ترا حسن تو اے پردہ نشیں
زور کرتا ہے غضب بند نقاب ایک پر ایک

توڑا سطر جسے اے نالۂ دل ساتوں فلک
کہ گریں ٹوٹ کے یہ خانہ خراب ایک پر ایک

تہ و بالا جو کیا واں بھی لگا ہوں مٹنے تری
تو پڑا ہوگا یونہی روز حساب ایک پر ایک

گر سنے بزم طرب میں مرے آہنگ فغاں
چڑھ کے بولے دکھی تار رباب ایک پر ایک

دیکھو سودا غم زدہ جان کو سو رنج زدہ
منصفی شرط ہے لازم ہو عذاب ایک پر ایک

کبھی پورا نہ ہوا تیری جفاؤں کا شمار
ہم بڑھاتے ہی گئے وقت حساب ایک پر ایک

اب جو سیر کو آیا ہے جو وہ بحر کمال
ٹوٹا پڑتا ہے تماشے کو حباب ایک پر ایک

جور پر جور غضب پر ہے غضب ظلم پہ ظلم
لب پہ قہر ایک پر ایک اف رے عتاب ایک پر ایک

یاد آتی ہے انھیں دمبدم اک بات نئی
روز آتا ہے مرے خط کا جواب ایک پر ایک

جب کبھی داغ کیا ہم نے سوال بوسہ
سینکڑوں اسنے دیے سخت جواب ایک پر ایک

نہ سب عشق کے اُسنے ورق اول سے آخر تک
مگر سمجھے نہ ہم اسکا سبق اول سے آخر تک

جدی سے ابتدا بھی انتہا بھی تیری الفت کی
کہ اسمیں ہیں غم و رنج و قلق اول سے آخر تک

کبھی ہو عرش اعلیٰ پہ کبھی تحت الثریٰ میں ہے
کھلے ہیں چشم پر چودہ طبق اول سے آخر تک

مئے انگور رکھنے میں تجھے دیتا ہوں اے زاہد
رہیگا تیز یکساں یہ عرق اول سے آخر تک

ہزاروں دوست دشمن بزم میں اسکی رہے لیکن
رہا اک شکل پر نظم و نسق اول سے آخر تک

ازل سے تا ابد پائی نہ راحت اس جراحت نے
رہا ہم بسملوں کا سینہ شق اول سے آخر تک

بہار عارض گلگوں سے تیرے اسکو کیا نسبت
نہیں اک رنگ پر رہتی شفق اول سے آخر تک

بشر کو گر نہ ملتی کسکو ملتی حسن کی دولت
نہیں تھا کوئی اسکا مستحق اول سے آخر تک

لکھوں اسکو جواب اے داغ کیا میں سخت حیراں ہوں
لکھے ہیں خط میں مضمون ادق اول سے آخر تک

ردیف گاف فارسی

کیوں نہ جانیں ہو عیاں عیب و ہنر الگ الگ
دیکھتے ہیں بچشم غور اہل نظر الگ الگ

اسکی تلاش میں مگر ایک کا ایک ہے رقیب
پھرتے ہیں روز و شب جو یوں شمس و قمر الگ الگ

راہ میں انکو وہم تھا کوئی نہ بدگمان ہو
آئے تو ساتھ ساتھ وہ مجھ سے مگر الگ الگ

تیغ نگاہ یار کو دیتے ہیں ہر گھڑی دعا
پارۂ دل جدا جدا لخت جگر الگ الگ

روح فزا کسیکو ہے روح گزا کسیکو ہے
بادۂ عشق نے کیا اپنا اثر الگ الگ

کس کا یقین کیجیے کس کا یقین نہ کیجیے
لائے ہیں اُسکے بزم سے یار خبر الگ الگ

صبح شب وصال میں پاؤں پہ انکے گر پڑا
کہنے لگے وہ ناز سے وقت سحر الگ الگ

میں ہوں ادھر تو وہ اُدھر میں ہوں یہاں تو وہ وہاں
رہتے ہیں مجھ سے دور دور آٹھ پہر الگ الگ

ہوتے ہیں کیونکر اک جگہ یہ عجیب اتفاق ہے
جاتے ہیں جانب عدم یاس سے بشر الگ الگ

رنج فراق یار بھی صدمۂ روزگار بھی
ایک دل اور اتنے غم چاہیئے گھر الگ الگ

غوث کا مرتبہ کیا تو نے قتیل تیغ کا
کٹ کے گرے ہیں دست و پا سینہ و سر الگ الگ

ان کو یہ وہم ہو کہیں ایک سے ایک مل نہ جائے
لوگ بہت ہیں بزم میں سب ہیں مگر الگ الگ

حشر کو اس نے چن لیے داغ گنہگار عشق
تاڑ گئی ہزار میں اُس کی نظر الگ الگ

ردیف لام

مجھ سا نہ دے زمانے کو پروردگار دل
آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

ہر بار مانگتی ہے نیا چشم یار دل
اک دل کے کس طرح سے بناؤں ہزار دل

مشہور ہو گئی ہے زیارت شہید کی
خون کشتہ آرزو کا بنا ہے مزار دل

ہے عید گاہ عشق سے شہزادئے نگاہ
صیاد مضطرب ہو نہ ہوگا شکار دل

خود وقت قتل بھی ہو تو جائے خاک میں
افسردہ ہے غبار تہ ابر غبار دل

پوچھا جو اُس نے طالب دیدار کون
نکلا مری زبان سے بے اختیار دل

کرتے ہو عہد وصل تو اتنا رہے خیال
پیمان سے زیادہ ہے ناپائدار دل

تاثیر عشق یہ ہے ترے عہد حسن کا
مٹی کا بھی بنائیں تو ہو بیقرار دل

اس کی تلاش ہے کہ نظر آئے آرزو
ظالم نے روز چاک کیے ہیں ہزار دل

عالم ہوا تمام رہا اس کا شوق جور
برسائے آسمان سے پروردگار دل

پہلے پہل کی چاہ کا سمجھے نہ امتحاں
آتا تو سیکھ لے ابھی دو چار بار دل

نکلے مری بغل سے وہ آئی تڑپ کے ساتھ
یاد آگیا مجھے رہا بے اختیار دل

اے عندلیب تجھکو لگی کب ہوائے عشق
کلیوں کی طرح تجھ میں نہ ہوتے ہزار دل

عاشق ہوئے وہ جب کہ عدو پر یہ حال ہے
رکھ رکھ کے ہاتھ دیکھتے ہیں بار بار دل

اس نے کہا ہے صبر پڑیگا رقیب کا
لے اور بے قرار ہوا بیقرار دل

بیتاب ہو کے بزم سے اس کی اٹھا دیا
غافل ہوں میں مگر ہے بہت ہوشیار دل

مشہور ہیں سکندر و جم کی نشانیاں
اے داغ چھوڑ جائینگے ہم یادگار دل

ہوا زمانۂ پیری عذاب میں داخل
جوان تھے تو جوانی تھی خواب میں داخل

پڑھی نماز جنازہ کی میرے قاتل نے
گناہ کر کے ہوا ہے ثواب میں داخل

غلط رہا ہے وہی ابتدا سے آخر تک
ہوئی ہے دل کی رقم جس حساب میں داخل

کسی نے دستِ تسلی سے ایسی چٹکی لی
سکونِ دل بھی ہوا اضطراب میں داخل

بہت ہی ناز تجھیں خالِ مصحفِ رخ پر
مگر یہ نقطہ نہیں انتخاب میں داخل

ہوا یہ شرمِ معاصی سے پانی پانی میں
تمام خلط عناصر ہیں آب میں داخل

رقیب کو مرے آگے پلائے ہے ساقی
کیا نہ زہر ذرا سا شراب میں داخل

بتوں کا روئے کتابی ہوا ہے کیوں مقبول
خدا کا نام نہیں اس کتاب میں داخل

وہ لطفِ خاص ترا جس سے جان پڑ جائے
نہ ہو کہیں ستمِ بے حساب میں داخل

اگر نہیں مے و مینا و ساقی و معشوق
بہشت بھی ہے جہانِ خراب میں داخل

یہ رشکِ مانعِ توبہ ہوا ہے اے زاہد
بُرے بھلے ہیں سبھی اس ثواب میں داخل

دکھا کے منہ جو چھپاتے ہو کوئی چھپتا ہے
نگاہِ شوق رہیگی نقاب میں داخل

کسے مجال جو دیکھے وہ حسنِ عالم سوز
وہاں ہے برقِ تجلی حجاب میں داخل

مقامِ اہلِ خرابات اور ہے زاہد
نہیں یہ لوگ جہانِ خراب میں داخل

یہاں ادائے خموشی کو ہم جفا سمجھے
وہاں جواب نہ دینا جواب میں داخل

زمانہ بختِ جواں لائیگا کہاں تجھ سا
کہیں ہوئی بھی ہے پیری شباب میں داخل

وہ لطفِ توسنِ عمرِ رواں سے کیا جانے
ہوا ہے پاؤں خضر کا رکاب میں داخل

دوبارہ ہم کو کبھی بھول کر نہ لکھنا تھا
یہ شرط ہے مرے خط کے جواب میں داخل

غش آگیا جو مجھے راحت اسکو وہ سمجھے
ہوئی ہے بیخودیِ شوق خواب میں داخل

گئے تھے داغ تلاشِ صنم میں کعبے کو
خدا نے مفت کیا ہے ثواب میں داخل

کیوں کہیے دل کا حال کریں ہائے ہائے دل
اچھی کہی کہ ہم سے کہو ماجرائے دل

افسوس میں نے روزِ ازل یہ نہ کہہ دیا
دے مجھ کو سب جہان کی نعمت سوائے دل

گھبرا کے بزمِ ناز سے آخر وہ اٹھ گئے
سُن سُن کے ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل

بہرِ عیادت آج وہ آ کر یہ کہہ گئے
ہو زندگی عزیز جسے کیوں لگائے دل

رہتا ہے دم خفا مرے سینے میں ہر گھڑی
روٹھے ہوئے کو ہائے کہاں تک منائے دل

بیدل رہا ہے اب سے یکہ بہ نہال ہوں
پروا انہیں ہے کیا ہمیں جاتا ہے جائے دل

کیا اب بھی مشقِ ظلم کے ارمان رہ گئے
ایک ایک دن میں تو نے ہزاروں ستائے دل

آئینہ جان کر انہیں اغماض ہو گیا
یہ کیا کیا بُرا جو ترا اے صفائے دل

شکوہ کیا کہ شکر کیا تیرِ یار کا
تھم تھم کے زم زم کچھ آئی صدائے دل

پایا نہ اُس گلی میں دل اپنا کسی جگہ
دل ہم گرے پڑے تو بہت ڈھونڈ لائے دل

تعریف ان کی ہوتی ہے کیوں ہرزہ درو
تم چاہتے ہو یہ کہ رقیبوں پہ آئے دل

جو جو سپہرِ ظلم تیاں سہہ گئے بہت
رستم وہی ہے جس نے اٹھائی جفائے دل

ایسا بناؤں ٹھیک کہ یہ یاد ہی کرے
اب کی کسی طرح مرے قابو میں آئے دل

کہتے نہ تھے وہ سن کے بُرا مان جائیں گے
اے داغؔ اُن سے اور کہو ماجرائے دل

ردیف میم

چھک گئے ہیں آج اک ساغر سے ہم
ہاتھ دھو بیٹھے مئے کوثر سے ہم

بتکدے میں جا کے اُس بُت کا پتا
پوچھتے پھرتے ہیں ہر پتھر سے ہم

قصدِ صحرا ہے دلِ ویران کے ساتھ
اک بیاباں لے چلے ہیں گھر سے ہم

جب رگِ جاں سے کمی کرتا ہے خون — چھیڑ دیتے ہیں اُسے نشتر سے ہم
تیز تیرا بڑھ کے مژگاں سے نہیں — کچھ کھٹکتے ہیں اسی نشتر سے ہم
کس قدر کٹتی ہے راہِ شوق جلد — تیز چلتے ہیں ترے خنجر سے ہم
آیا کہیں کس سے کہیں کس کے لیے — پھرتے ہیں چاروں طرف مضطر سے ہم
حضرتِ واعظ نے جو چاہا کہا — پر نہ بولے کچھ خدا کے ڈر سے ہم
دل جو اپنا ہم نے مانگا تو کہا — کیا چرا لائے تمھارے گھر سے ہم
ہمسری تجھ سے کرے گر آسماں — صدقہ کر ڈالیں ترے سر پر سے ہم

وہ ستمگر روبرو ہوگا تو داغ
کیا کہیں گے داورِ محشر سے ہم

ڈرتے ہیں چشم و زلف و نگاہ و ادا سے ہم — ہر دم پناہ مانگتے ہیں ہر بلا سے ہم
معشوق جانے جو ملے ہے بجائے آب — محشر میں دو سوال کرینگے خدا سے ہم
گر تو کسی بہانے سے آجائے وقتِ نزع — ظالم کریں ہزار بہانے قضا سے ہم
گو حالِ دل چھپاتے ہیں پر اسکو کیا کریں — آتے ہیں خود بخود نظر اک مبتلا سے ہم
ناچار اختیار کیا شیوۂ رقیب — کچھ بے حیا ہی خوب ہیں گزرے حیا سے ہم
مانگی نہ ہوگی خضر نے یوں عمرِ جاوداں — کیا اپنی موت مانگتے ہیں التجا سے ہم
دیکھیں تو پہلے کون مٹے اُسکی راہ میں — بیٹھے ہیں شرط باندھ کے ہر نقشِ پا سے ہم
مجبور اپنے شیوۂ شرم و حیا سے تم — ناچار اضطرابِ دلِ مبتلا سے ہم

یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے
اے داغ خاکِ پائے رسولِ خدا سے ہم

شبِ وصال نہ بیٹھے بنے حیا کے تم — جفا کے تم سے گلے ہم کریں وفا کے تم
کوئی خوشی تو ہوئی ہے کہ ہنستے آتے ہو — گئے تھے کیا کسی مردے پہ آشنا کے تم

مزا ہو حشر میں دونوں ہوں ایکبار طلب
ہمارے ساتھ چلو سامنے خدا کے تم

کسی طرح نہیں ملتے بغیر دل کے لئے
یہ ڈھنگ سیکھ گئے کس کی التجا کے تم

مجھے جو ناز ہوا اپنی بے گناہی پر
کہا انھوں نے سزاوار ہو سزا کے تم

مری زبان جلائے سے کیا جلے گا اثر
کہ جانتے ہی نہیں ہتھکنڈے دعا کے تم

کیا جو شکوہ عزیزوں نے میرے قاتل سے
کہا انھوں نے کہ قاتل نہیں قضا کے تم

کہیں نہ حضرت دل ہم سے تم دغا کرنا
ہمارے دوست پرانے ہوا ابتدا کے تم

تمھارے شعر میں گرمی ہے کس قیامت کی
جلے ہوئے ہو مگر داغ انتہا کے تم

ردیف نون

بیکسی شب ہجران کی مجھے تاب نہیں
کاش دشمن ہی چلے آئیں جو احباب نہیں

قبر میں بھی نہ بجھی آتش غم دل نصیب
ہم جہاں دفن ہیں واں زیر زمیں آب نہیں

بخت بیدار نہ یہ دیدۂ درباں یارب
چشم مشتاق کی تقدیر میں کیوں خواب نہیں

تجھکو اے بخت سیہ آگ لگا کر دیکھوں
شب ہجراں میں اگر جلوۂ مہتاب نہیں

جام کوثر اسی میکش کو ملے گا زاہد
بول اٹھا جو کوئی مجھکو مے ناب نہیں

چھیڑ کھٹتی ہے کوئی نالہ کوئی رکتا ہے
چارہ گر ناخن وحشت ہیں یہ مضراب نہیں

اب لفافہ بھی نہیں خط کا خدا کی قدرت
پہلے اتنی ہی شکایت تھی کہ القاب نہیں

واں یہ ٹھہری ہے کہ اسکو بھی نظر میں رکھئے
اب جو ٹھہرے تو ہمارا دل بیتاب نہیں

دیکھ بتخانے میں تصویر کا عالم اے شیخ
یاں مصلا نہیں منبر نہیں محراب نہیں

آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ نیند آتی ہے
آنکھ اپنی جو لگی چین نہیں خواب نہیں

راز دل کس سے کہوں حضرت ناصح کیجیے
جو مرے دوست ہیں کیا غیر کے احباب نہیں

نامہ بر مجھ سے یہ کہتا ہے کہ تم تو کیا ہو
بادشہ بھی ہو تو واں قابل القاب نہیں

نہ ملے مجھ کو مرے حال پہ رونے والے
عیش کیسا کہ یہاں غم کے بھی اسباب نہیں

مجھ سے بیتاب کی میت پہ ملیں کیوں کافور
کیا میسر مرے احباب کو سیماب نہیں

جستجو چاہیے جو خون جگر ہی کھائے
رزق انسان کا کمیاب ہے نایاب نہیں

پوچھتے کیا ہو کہ دیکھا شب وعدہ کیا کیا
تم سے تعبیر بن آئے وہ مرا خواب نہیں

موت اب کوچۂ قاتل میں کھڑی رہتی ہے
یہ بھی قسمت کہ تری اے دل بیتاب نہیں

طعنے دینے کو محبت میں بڑا سمجھے کو
کون سے روز یہاں مجمع احباب نہیں

حال دل جس سے کہا اُس نے کہا بس خاموش
داغ اس درد کے سننے کی ہمیں تاب نہیں

کیا فریب دل کو دیے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

ہے پائدار رشتۂ عمر مسیح سے
میرا بھی تار جیب لگا تا نقاب میں

کچھ شان مغفرت سے نہیں دور زاہدو
ڈوبیں گناہ بادہ کشوں کے شراب میں

کیا جانیں کیا سکھائیں گے انکو صبح تک
ہر روز گفتگو ہے نئی میرے باب میں

اے اہل حشر جمع ہیں یاں ہر طرح کے لوگ
دو کچھ صلاح مجھ کو طبیعت کے باب میں

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

پیر مغاں کی دل شکنی کا رہا خیال
داخل ہوا ہوں توبہ سے پہلے ثواب میں

ہر وقت انتظار طلب میں ہیں مستعد
رہتا ہے ایک پاؤں ہمارا رکاب میں

گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُس سے ہمکلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

دنیا کی باز پرس سے اب تک نہیں نجات
الجھا ہوا ہوں حشر کے دن بھی حساب میں

کوئی گلہ کرے گا نہ غصّے کی بات کا
کہنا ہو جو کسی کو وہ کہہ دے عتاب میں

رکھنا قدم تصوّرِ جاناں سنبھال کر
کائی ہے جا بجا مری چشمِ پُر آب میں

اے شیخ جو بتائے مئے عشق کو حرام
ایسے کے دو لگائیے بھگو کر شراب میں

اے داغ کوئی مجھ سا نہ ہوگا گناہگار
ہے معصیت سے میرے جہنم عذاب میں

سوز و گداز عشق کا لذت چشیدہ ہوں
مانندِ آبلہ ہمہ تن آب دیدہ ہوں

سرو سہی ہوں اور نہ شاخِ خمیدہ ہوں
تسلیم و راستی کے لیے آفریدہ ہوں

گر تو نہ ہو تو پھر کسی کافر کا دل لگے
دوزخ میں آ، امیدوار سے رسیدہ ہوں

نازک مزاجیوں نے مجھے تجھ سا کر دیا
اے بے خبر میں اپنے سے آپ ہی کشیدہ ہوں

اللہ رے کشاکشِ دیر و حرم کہ میں
ظالم ہزار ہاتھ سے دامن دریدہ ہوں

پروانہ پاسِ شمع کے بلبل ہے گل کے پاس
اک میں کہ تیری بزم میں خلوت گزیدہ ہوں

بیتاب درد ہوں تو دل راز دار ہوں
لبریز شکوہ ہوں تو زباں بریدہ ہوں

افتادگی پہ بھی نہ گئی اس کی جستجو
گویا زمیں پہ سایۂ مرغِ پریدہ ہوں

اے آرزوئے تازہ نہ کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ
میں پائے شوق و دستِ تمنا بریدہ ہوں

صیاد پر ہوں بار تو ہوں باغباں کو خار
آزادۂ دام و تا بہ چمن نارسیدہ ہوں

اے داغ جس کے واسطے روزِ جزا بنا
وہ کون ہے وہ میں ہی تو آفت رسیدہ ہوں

الٰہی کیا کریں ضبطِ محبت ہم تو مرتے ہیں
کہ نالے تیر جاں بن بن کے کلیجے میں اترتے ہیں

جفا پر جان دیتے ہیں ستم پر تیرے مرتے ہیں
یہ ناکامِ محبت سچ تو یہ ہے کام کرتے ہیں

کہیں کیا ہم پہ جو صدمے گزرتے ہیں گزرتے ہیں
لگایا جس گھڑی دل اس گھڑی کو یاد کرتے ہیں

تماشا جیسے دیکھا ہے مرے دل کے تڑپنے کا
تماشا ہے کہ وہ اپنی نظر سے آپ ڈرتے ہیں

بپا تعظیم عشق ہے قیامت کوئی جاناں میں
اجل کہتی ہے بسم اللہ جہاں وہ پاؤں دھرتے ہیں

بڑھا یا نبض دل اسکا یہ کہہ کر دم بسمل
لگا چک تیغ اے قاتل کہیں قاتل بھی ڈرتے ہیں

مزا ہے نامۂ دلبر میں کیا جس وقت پڑھتا ہوں
تو سن کر کاتب اعمال اسکو حفظ کرتے ہیں

نہ کر نا منفعل اے ناخن غم تیغ قاتل سے
کہ رنگ گریہ کہتا ہے جگر کے زخم بھرتے ہیں

نہیں آتے نہ آئیں وہ گئے تا بے تواں جا تک
تجھی پر آج ہم اے بیقراری صبر کرتے ہیں

یہ خنجر یہ کہتا تھا تنگ ہے گلو اپنا
جو یوں کٹ کے گلے کٹتے ہیں یا وہ کب گلے کٹتے مرتے ہیں

تسلی دلدہی کا دلجوئی ایک حیلہ بہانہ ہے
مرا دل دیکھتے ہیں وہ جو دل پر ہاتھ دھرتے ہیں

نہ پوچھو کچھ مصیبت دردمندان محبت کی
خدا پر خوب روشن ہے گذر جس طرح کرتے ہیں

قیامت ہی نہ کیوں گذرے یہیں دل سنگ رہ ہوتا
سنا جس رہگذر کو یہ ادھر سے وہ گذرتے ہیں

یہاں تک بدگماں ہیں پیر مرغ نامہ بر وہ
کہ پہلے ذبح کرتے ہیں تو پیچھے پر کترتے ہیں

خدا ہے کوئی پوچھے حشر میں ہم سے ترے آگے
کہ داں تم کس پہ مرتے تھے کہیں ہم آپ مرتے ہیں

ہم اس غفلت کے صدقے کوئی دم چھپتے تو ہیں غم سے
کہ جس دم ہوش آتا ہے تو پہروں فکر کرتے ہیں

مرے ہر زخم دل پر بدنصیبی سی برستی ہے
وہ کیسی شور بختی سے نمکداں اپنا بھرتے ہیں

گلی کوچوں میں تیرے اشتہار عشق پھیلائے
کہ اڑا اڑ کر مرے مکتوب کے پرزے بکھرتے ہیں

کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا
اب اس میں حسرت و شوق و تمنا سیر کرتے ہیں

زباں سے گر کیا بھی وعدہ تو نے تو بھلا کس کو
نگاہیں صاف کہتی ہیں کہ دیکھو یوں مکرتے ہیں

کبھی جھکتا ہوں شیشے پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر
مری بیہوشیوں پر ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

الٰہی دیدۂ دل تو نہ ٹھہرے رہگذر ٹھہرے
کہیں حسرت گذرتی ہے کہیں جلسے گذرتے ہیں

کوئی کہدے کہ تم نے دل لیا پھر دیکھیے کیا کیا
اچھلتے ہیں اکڑتے ہیں پلٹتے ہیں مکرتے ہیں

ادا بیساختہ ان گیسوؤں کی کچھ نرالی ہے
بنانے سے بگڑتے ہیں سنوارے سے بکھرتے ہیں

تمھاری بدمزاجی سے ہمیں کیونکر نہ خوف آئے — مثل مشہور ہے صاحب بڑے سے سب ہی ڈرتے ہیں
ستم دیکھو بیان رنج پر کہتا ہے وہ ظالم — یہ صدمہ تو نہیں آخر کسی پر ہم بھی مرتے ہیں

نہ پوچھو داغ ہم سے انتظار یار کی صورت
یہ آنکھیں جانتی ہیں خوب جو نقشے گزرتے ہیں

اس چمن میں گو برنگ سبزۂ بیگانہ ہوں — گل ہر رنگیں نہ ہوں میں اپنے رنگ کا دیوانہ ہوں
میں تو ہر انداز معشوقانہ کا دیوانہ ہوں — گل پہ بلبل ہوں اگر تو شمع پر پروانہ ہوں
غفلت خوابیدگاں خاک کے اڑتے ہیں ہوش — میں شراب بیخودی سے اسقدر مستانہ ہوں
مجھ پہ سو سو ظلم دل کے واسطے اک اضطراب — اور پھر کہتا ہے میں ہی عشق میں مردانہ ہوں
غیر ناکامی ہوا حاصل نہ اس میخانے میں — جائے مے حسرت بھری ہے مجھ میں وہ پیمانہ ہوں
جسم عاشق ہے صبا اس خاک کا ذرہ نہیں — برق جس پر لوٹ ہو اس کھیت کا میں دانہ ہوں
کر رہینگی کام کچھ آخر ہی ناکامیاں — جسقدر نادان ہوں اتنا ہی میں فرزانہ ہوں
مجھ سے اے گبر و مسلماں کس لیے اتنا تپاک — قابل مسجد نہ ہرگز لائق بت خانہ ہوں
وصل کی گرمی بھی ہے بار ابھی نازک طبع پر — شمع سے کافور ہو جاتا ہوں وہ پروانہ ہوں
میں اگر ہمدرد کے دل میں ہوں تو اک درد ہوں — میں زباں پر ہمزباں کی ہوں تو اک افسانہ ہوں

ہے سراسر تیرگی اے داغ میری روشنی
گو چراغ خانہ ہوں پر آفت کاشانہ ہوں

میرا چرچا ہوا نہ کس کس میں — میں بنا چور ان کی مجلس میں
ہائے کس طور سے بنے وہ کام — ہو قدم دل کا درمیاں جس میں
ہے کسی کا تو انتظار تجھے — آنکھ ملتی ہے تیری نرگس میں
دل کا ویرانہ ہو گیا لیکن — اب بھی ہے تیری آرزو اس میں
درہم داغ دل کو ہاتھ لگا — مل آیا ہے دست مفلس میں

دلِ بیتاب کے تڑپنے سے — آ گئی جان جسمِ بے حس میں

ہم ستم سے بھی خوش ہیں اے ظالم — وہ ستم کوئی لطف ہو جس میں

آنکھ اُن کی صبا نے دیکھی تھی — ڈال دی خاک چشمِ نرگس میں

تم پہ عاشق نہیں تو کس پر ہوں — تم میں جو بات ہے وہ ہر کس میں

گر کہا تم گلے سے مل جاؤ — مل گیا زہر کون سا اس میں

مجھ کو دشمن سے کیا گلہ اے داغ
اُنس پاتا نہیں ہوں مونس میں

جب کہا اور بھی دنیا میں حسیں اچھے ہیں — کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں

نہ اٹھا خوابِ عدم سے ہمیں ہنگامۂ حشر — کہ پڑے چین سے ہم زیرِ زمیں اچھے ہیں

کس بھروسے پہ کریں تجھ سے وفا کی امید — کون سے ڈھنگ ترے جانِ حزیں اچھے ہیں

خاک میں آ ملا کر ہمیں کیا پوچھتے ہو — خیر جس طور ہیں ہم خاک نشیں اچھے ہیں

ہمکو کوچے سے تمھارے نہ اٹھائے اللہ — صدقے بس خلد کے کچھ ہم تو یہیں اچھے ہیں

نہ ملا خاک میں تو ورنہ پشیمان ہوگا — ظلم سہنے کو ہم اے چرخِ بریں اچھے ہیں

دل میں کیا خاک جگہ دوں ترے ارمانوں کو — کہ مکان ہے یہ خراب اور مکیں اچھے ہیں

مجھ کو کہتے ہیں رقیبوں کی برائی سن کر — وہ نہیں تم سے برے بلکہ کہیں اچھے ہیں

بت وہ کافر ہیں کہ اے داغ خدا اُن سے بچائے
کون کہتا ہے یہ غارت گرِ دیں اچھے ہیں

جلوے ہیں عجب ادائیں اس شوخ سیم تن میں — اک شیوہ سادگی میں اک سیدھا بانکپن میں

مطلب کی چھیڑ اُن سے پنہاں سخن سخن میں — سچ یہ کہ داغ پرفن یکتا ہوا اپنے فن میں

جیسے لیا ہے میں نے اے شوخ نام تیرا — مشکل ہوا زباں کو رہنا مرے دہن میں

میں سر بسر ہوں شکوہ اے تیغِ یار تجھ سے — سو سو گلے بھرے ہیں اک ایک عضوِ تن میں

میں ناتواں نہ پہنچا مر کر بھی تا بمنزل
زنجیر ہے مجھے وہ جو تار ہے کفن میں

پوچھو نہ کچھ کدورت اس داغدار دل کی
آتی ہے خاک لینے آندھی اسی چمن میں

یہ گرم سرد عالم دیکھیں دکھائیں کیا اب
شعلے تھے پیرہن میں کافور ہے کفن میں

دست جنوں ہمارا چھوڑے نہ تار باقی
گر دامن قیامت پیوند ہو کفن میں

آفت ہے میکشوں کا پیاسا ہلاک ہونا
پھرتی ہے روح میری ساقی کی انجمن میں

مجنوں کا حوصلہ تھا جو راز دل چھپاتا
اک مشت استخواں بھی رکھے نہ پیرہن میں

میت پہ آئینگے وہ یاں دم ہے مجھ میں باقی
یارو لپیٹ دینا زندہ مجھے کفن میں

اچھی بھی اسیری مجھ سے شکستہ دل کی
اچھا شگون بڑھایا گیسوئے پر شکن میں

اس رنج بیکسی کی یارب خبر نہ پہونچے
جائے نہ شام غربت سر پیٹتی وطن میں

خط کو کمر سے باندھا آخر تو پوچھ اٹھ آیا
میری زباں بھی رکھ لے اے نامہ بر دہن میں

ہے چارہ ساز گلچیں گلہائے داغ دل کا
شامت بہار کی ہے آئے جو اس چمن میں

اک دن حریف محشر ہونا ہے اس سبب سے
بھرتے ہیں روز فتنے وہ چشم سحر فن میں

یہ شوق خود نمائی کیا کچھ جنوں سے کم ہے
بیتاب تجھ کو لایا خلوت سے انجمن میں

یہ کیا کہ دیکھیں آؤ تو خاک میں ملاؤ
رونق ہو انجمن کی بیٹھو جس انجمن میں

اے داغ ہم نہایت سمجھے اسے غنیمت
جو دم خوشی سے گذرا یاران ہم وطن میں

ساز یہ کینہ ساز کیا جانیں
ناز والے نیاز کیا جانیں

شمع رو آپ گو ہوئے لیکن
لطف سوز و گداز کیا جانیں

کب کسی در کی جبہہ سائی کی
شیخ صاحب نماز کیا جانیں

جو رہِ عشق میں قدم رکھیں
وہ نشیب و فراز کیا جانیں

پوچھیے میکشوں سے لطف شراب
یہ مزہ پاکباز کیا جانیں

بل بے چتون تری غضب رے نگاہ — کیا کریں گے یہ ناز کیا جانیں

جن کو اپنی خبر نہیں اب تک — وہ مرے دل کا راز کیا جانیں

حضرت خضر جب شہید نہ ہوں — لطفِ عمر دراز کیا جانیں

جو گزرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں

مانا کہ لطفِ عشق میں ہے سم مگر کہاں — کیا سوجھتا نہیں کہ پڑی ہے نظر کہاں

زاہد مری شراب کے چسکے ہی اور ہیں — توبہ کے طہور میں ایسا اثر کہاں

بھرتا ہزار غنچۂ پیکاں کو توڑ کر — اتنا گر یہ دامن زخم جگر کہاں

اے آہ دل میں رہ کے جو پردہ ہے ترا — جاتی ہے دوڑ دوڑ کے تو بے اثر کہاں

الفت جتائیے تو غلط جھوٹ نادرست — دل مانگیے تو کہتے ہیں کیسا کدھر کہاں

تھم تھم کے وار کر کہ مرا در دٹ نہ جائے — جب میں نہیں تو لذتِ زخم جگر کہاں

بھولا ہوں راہ فرطِ محبت میں دیکھئے — ہوتی ہے آج شام غریبی سحر کہاں

اب آہ بے شرر ہے جلے خاک آسماں — [illegible] نہیں شجر میں [illegible] ثمر کہاں

اس زلف میں بھی اے دل مضطر نہ رہ سکا — خانہ خراب تیرے ٹھکانے کو گھر کہاں

دیتے ہیں یار کن کی خبر کیا میں بے خبر — یہ تو کہیں ہم اس سے ہے بہتر کہاں

صورت میں اتحاد تو سیرت میں اختلاف — تجھ سا ہوا اور تجھ سا نہ ہو وہ بشر کہاں

آغاز شوق میں نہیں انجام کی خبر — اس مبتدا کی دیکھئے نکلی خبر کہاں

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں

ہیں گھر یار کے پیکان کئے بیٹھے ہیں — مجھ پہ قبضہ مرے مہمان کئے بیٹھے ہیں

تیرے وعدے کے جو ارمان کئے بیٹھے ہیں — تین دن پہلے سے سامان کئے بیٹھے ہیں

اللہ اللہ رے اُنھیں میری نظر سے پرہیز — کہ رقیبوں کو نگہبان کیے بیٹھے ہیں
اس طرح بیٹھے ہیں سر کاٹ کے میرا سرِ بزم — مجھ پہ گویا کہ وہ احسان کیے بیٹھے ہیں
ایسی وحشت نہیں اپنی کہ ہو محتاجِ بہار — پہلے ہی چاک گریبان کیے بیٹھے ہیں
مہندی ملنے کے بہانے ہیں عبث یوں کیسے — آج اغیار سے پیمان کیے بیٹھے ہیں
دیکھ اے دشمنِ ایمان کہ وفا پر تیری — کس قدر صبر مسلمان کیے بیٹھے ہیں
دیکھیے کون گرفتارِ بلا ہوتا ہے — آج وہ زلف پریشان کیے بیٹھے ہیں
اب ہے کیا ہم میں جو لیگی نگہِ ناز تری — پہلے ہی جان کا نقصان کیے بیٹھے ہیں
حسرت و یاس و تمنا کے لیے اک دل تھا — ہم اسے پہلے ہی ویران کیے بیٹھے ہیں

حضرتِ داغ کو پھر کیا کہیں وحشت اچھلی
آج گھر کو جو بیابان کیے بیٹھے ہیں

نالے کرنے دلِ ناکام برے ہوتے ہیں — کہ بُرے کاموں کے انجام بُرے ہوتے ہیں
ذبح کیجے نہ مجھے میں تو یونہی مرتا ہوں — آپ کیوں لیجیے یہ الزام بُرے ہوتے ہیں
خوب ہوں اہلِ ہوس کیا نہیں پختہ مزاج — ہے یہ ظاہر ثمرِ خام بُرے ہوتے ہیں
ہو تسلی تو گزاروں شبِ ہجراں ساری — طور میرے تو سرِ شام بُرے ہوتے ہیں
چھیڑ معشوق سے کیجے تو ذرا تھم تھم کر — روز کے نامہ و پیغام بُرے ہوتے ہیں
مہربانی نہ کرو اور غضب آئے گا — اس بھلائی میں مرے کام بُرے ہوتے ہیں
ہر قدم ہم کو رہِ عشق میں اک منزل ہے — طور اپنے سرِ ہنگام بُرے ہوتے ہیں
راہ پر حضرتِ زاہد کو لگا ہی لائے — سچ تو یہ ہے کہ مے آشام بُرے ہوتے ہیں

درہم داغ نہ ہو داغ کو کس طرح عزیز
چارہ گر مفت کے کیا دام بُرے ہوتے ہیں

پھرا کیا میرا اپنا خراب رستے میں — دیا نصیب نے اچھا جواب رستے میں

وہ یوں رقیب سے ہو بے حجاب رستے میں
کرے جو سائے سے بھی اجتناب رستے میں

یہ پیچ ہے راہ محبت بڑی ہے ٹیڑھی کھیر
نہ آئے خضر کبھی اس خراب رستے میں

وہ گھر پر آکے مرے عرض حال بھول گئے
رہا وہ رستے کا سارا حساب رستے میں

بھٹکتے پھرتے ہیں اس رہگذار میں عاشق
مسافروں کی ہوئی مٹی خراب رستے میں

لگا کے باتوں میں لے آئے ہم انہیں گھر تک
ہزار ہم پہ ہوئے گو عتاب رستے میں

عجب نہیں کشش دل سے میرے اے قاصد
ملے اگر تجھے خط کا جواب رستے میں

گلی سے یار کی ہم اٹھ کے چل چکے تھے مگر
مچل گیا دل پر اضطراب رستے میں

یقین سا ہے زندہ نہ پہنچیں گے کوئے جاناں تک
جو شوق کا ہے یہی اضطراب رستے میں

وہ رستہ کاٹ کے چلتے ہیں اسلئے مجھ سے
کہ کچھ کہے نہ یہ خانہ خراب رستے میں

بغل میں داب کے لے چل عدم کو شیشہ مے
ملے گی داغ نہ تجھ کو شراب رستے میں

زاہد نہ کہہ برے کہ یہ مستانے آدمی ہیں
تجھ کو لپٹ پڑیں گے یہ دیوانے آدمی ہیں

غیروں کی دوستی پر کیوں اعتبار کیجیے
یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں

جو آدمی پہ گزری وہ اک سوا تمہارے
کیا جی لگا کے سنتے افسانے آدمی ہیں

کیا چور ہیں جو ہم کو درباں تمہارا ٹوکے
کہہ دو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہیں

مے بوند بھر پلا کر کیا ہنس رہا ہے ساقی
بھر بھر کے پیتے آخر پیمانے آدمی ہیں

تم نے ہمارے دل میں گھر کر لیا تو کیا ہے
آباد کرتے آخر ویرانے آدمی ہیں

جب داور قیامت پوچھے گا تم پہ رکھ کر
کہہ دیں گے صاف ہم تو بیگانے آدمی ہیں

اس شمع سے کوئی کہہ دے کیجے کلام ایسا
حضرت کو تا کہ کوئی یہ جانے آدمی ہیں

ہیں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت
تم شمع وہ کہ تم پہ پروانے آدمی ہیں

نقل بھری ہوئی ہے سودائیوں سے اسکی
اس غیرت پری پر دیوانے آدمی ہیں

شاباش داغ تجھ کو کیا تیغ عشق کھائی
جی کرتے ہیں وہی جو مردانے آدمی ہیں

سیکڑوں مژدہ کر گنج شہیداں میں آئیں
شب رحمت جو ہوئی توبہ یہ بلائیں آئیں

تجھ پر افلاک سے میری ہی بلائیں آئیں
سینکڑوں بڑھتی ہوئی پھر کے دعائیں آئیں

موت نے تجھکو بچا کر بہت قاتل نے
آئیے آئیے مقتل سے ندائیں آئیں

کسکی زلفیں مجھے یاد آئیں شب ہجراں میں
کہ بلائیں مری لینے کو بلائیں آئیں

آئے دل میں بھی وہ ہمراہ نگہبانوں کے
برچھیاں تانے ہوئے ساتھ ادائیں آئیں

جب ہوئی خاک مری جمع ترے کوچے میں
شرط باندھے ہوئے اڑ اڑ کے ہوائیں آئیں

گو محبت سے مرے خاک نہ آیا مجھ کو
اس پہ مرتا ہوں کہ تم کو تو ادائیں آئیں

ناز ہے ان کو کرم پر کہ نہیں جسکا حساب
کس خطاوار کی گنتی میں خطائیں آئیں

کیا بڑی بات تھی یا تو نہیں اُسے بھلانا
نہ نکلے آئے زباں پر نہ دعائیں آئیں

کوئے قاتل کی زمیں پر جو رکھا میں نے قدم
آسماں سے مرے ماتم کی صدائیں آئیں

آئینہ دیکھتے ہی بیٹھ گئے تھام کے دل
پھر کہا آہ مجھے کیوں یہ ادائیں آئیں

دو نشہ ہے ابتک ہے امید الفات
کیا کرینگے جو پسند اس کی جفائیں آئیں

درد دل کچھ نہ کہا داغ مگر وقت اخیر
داد بیداد کی دو چار صدائیں آئیں

ہم تری بزم سے اے یار چلے جاتے ہیں
لے چلے جاتے ہیں ناچار چلے جاتے ہیں

اُس کا کوچہ ہے کہ ہے عرصہ محشر یارب
سیکڑوں طالب دیدار چلے جاتے ہیں

حضرت دل کی قضا آئی ہے اس کوچے میں
کہ یہ دوڑے ہوئے ہر بار چلے جاتے ہیں

مرض عشق سے بگڑا ہوں کچھ ایسا کہ مجھے
دور سے دیکھ کے غمخوار چلے جاتے ہیں

منتظر دیر سے ہیں جلوہ دکھا دے ظالم
ورنہ یہ طالب دیدار چلے جاتے ہیں

Gulzar-e-Dagh ebooks

اسطرح جلتے ہیں اُس بزم شیادکے ہاتھوں — کہ بندے جیسے گنہگار چلے جاتے ہیں

بل بے ضد آپکی اللہ رے ہٹ اُف رے مزاج — آجتک وصل کے انکار چلے جاتے ہیں

گرچہ سوسو میں تغافل کہ نہ جانے کوئی — اُن نگاہوں کے مگر وار چلے جاتے ہیں

ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حرم کا رستہ — ہم ئے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں

بھول کر راہ جیسے آئے ہیں للہ بخشو — ہم خطاوار گنہگار چلے جاتے ہیں

داغ ۔۔۔ [illegible] نے کی اپنی تو منزل کھوئی
ہم رہے جاتے ہیں سب یار چلے جاتے ہیں

شوخی نے تیری کام کیا اک نگاہ میں — صوفی ہے بتکدے میں صنم خانقاہ میں

آنکھیں بچھائیں ہم تو عدو کی بھی راہ میں — پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

بڑھتا ہوں آگے تو جھگڑا اس سے مقام عشق — جو فتنہ مجھ غریب کو ملتا ہے راہ میں

دلمیں سماگئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

راتیں مصیبتوں کی جو گذریں تھیں آجتک — ماتم کو آئی ہیں مرے روز سیاہ میں

اس توبہ پر بھی ناز تجھے زاہد اس قدر — جو ٹوٹ کر شریک ہو میرے گناہ میں

آتی ہے بات بات مجھے یاد بار بار — کہتا ہوں دوڑ دوڑ کے قاصد سے راہ میں

تاثیر بجلکے سنگ حوادث سے آئے کیا — میری دعا بھی ٹھوکریں کھاتی ہے راہ میں

کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات — سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں

جو کینہ آج ہے ترے دل میں ستم شعار — جائیگا کل بھی تو دلِ دادخواہ میں

مشتاق اس صدا کے بہت دردمند تھے
اے داغ تم تو بیٹھ گئے ایک آہ میں

بھولے بھٹکے جو ترے گھر میں چلے آتے ہیں — اپنی تقدیر کے چکر میں چلے آتے ہیں

تجھ میں تاثیر ہو گر اے کشش دل کچھ بھی — تو وہ دوڑے ہوئے دم بھر میں چلے آتے ہیں

وحشت ایسی ہو کہ سائے سے کبھی میں کتراؤں
آپ کیوں میرے بازار میں چلے آتے ہیں

ہمسری کون کرے فتنہ خرامی سے تری
سیکڑوں کبک سے ٹھوکر میں چلے آتے ہیں

چشم بدمست سے پھر ہم کو نہ دکھیو دیکھو
عشق یہاں ایک نہ ساغر میں چلے آتے ہیں

روز سنتے ہیں نیا ایک نہ اک شیدائی
نام نکلے ترے دفتر میں چلے آتے ہیں

سیر بازار بھی ہے اُن کیلئے ایک شکار
دل بندھے زلف معنبر میں چلے آتے ہیں

آپ حسرت میں ہیں ارمان نہ ہیں سوز و گداز
کس لیے پھر دل مضطر میں چلے آتے ہیں

تشنہ جان وہ ہیں دم ذبح کرانے قاتل دیکھ
جوش آب دم خنجر میں چلے آتے ہیں

خاک کے سطحوں بھی جو وحشت میں تو سر پھوڑا کر
پاؤں کے چکر تو مرے سر میں چلے آتے ہیں

داغ جا کر پھر سوئے عدم اپنے رفیق
ہم یہ سمجھے تھے کہ دم بھر میں چلے آتے ہیں

کشتۂ یاس ہوں مقتول تمنا ہوں میں
اور اس زندگیٔ عیش پہ مرتا ہوں میں

کچھ خبر ہی نہیں اللہ ری مری بے خبری
کس کا مشتاق ہوں میں کون ہوں میں کیا ہوں میں

نظر آتا نہیں اے جوش سرشک اپنا شباب
کشتیٔ نوح نہیں ہوں کف دریا ہوں میں

ظالم و قاتل و سفاک و غضبناک ہو تم
عاشق و شیفتہ و والہ و شیدا ہوں میں

میں اٹھوں تو طرف غیر نگاہیں اٹھیں
مگر اس بزم میں اُس چشم کا پردا ہوں میں

توڑ دیتے حوادث نہ کریں کیوں افلاک
کہ اسی واسطے ہوں خاک کا پتلا ہوں میں

شمع ساں گھلتے ہی گھلتے سحر آجائے گی
اے شب ہجر کوئی منھ کا نوالا ہوں میں

داب کر تجھ کو بغل میں دل مضطر لیجاؤں
پر یہ ڈر ہے نہ رقیبوں میں تماشا ہوں میں

[illegible] نے لیا کام تمام
اسی اعجاز پہ کہتے تھے مسیحا ہوں میں

جان دینے پہ اجازت ہے وہاں بسم اللہ
دل بیتاب پہ لو فاتحہ پڑھتا ہوں میں

ارزو بنکے رہا ہوں کہ نکالے نہ نکاش
اُس گلی میں ہمہ تن آج تمنا ہوں میں

چپ رہ ناصح مشفق مجھے غافل نہ سمجھ / بار کہے جا جو ترے دل میں ہے سنتا ہوں میں

داغ کیا پوچھتے ہو میں نہیں کچھ کہہ سکتا
خیر جس حال میں ہوں شکر ہے اچھا ہوں میں

دل مہجور کو آزردہ جو پاتا ہوں میں / اپنے روٹھے کو شب وعدہ مناتا ہوں میں

جبہہ سائی تری دہلیز پہ کچھ فرض نہ تھی / اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹاتا ہوں میں

ایک نظارۂ گلشن کی ہوس باقی ہے / رخصت اے کنج قفس پھر نہیں آتا ہوں میں

فرقت یار میں بے موت جو مر جاتا ہوں / ملک الموت کو دیوانہ بناتا ہوں میں

دیکھنا شوق شہادت کہ جو وہ بھول ہی جائے / جرم اپنا اسے خود یاد دلاتا ہوں میں

قفس تنگ سے چھٹنا تو بہت مشکل ہے / تو جگر پر سوئے گلزار اڑاتا ہوں میں

میرے سامان سے تری بزم میں ہنگامۂ حشر / اپنی تقلید کو سو فتنے اٹھاتا ہوں میں

آسماں ٹوٹ پڑا ہے ستم بیجا کا / یہ ہے میرا ہی کلیجہ کہ اٹھاتا ہوں میں

دیکھ کر شکل زبوں اس سے نہ دل بھر جائے / اس لیے آئینے سے آنکھ چراتا ہوں میں

چپ کھڑا ہوں پس دیوار جو اس کوچے میں / شور محشر کی طرف کان لگاتا ہوں میں

کتنے ہمدرد ہوا خواہ ہیں یوں تو اے داغ
پر یہ کوئی نہیں کہتا اسے لاتا ہوں میں

باغ میں گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں / انگلیاں سرو اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

جان مشتاق مری آنکھوں میں آ جاتی ہے / یار جب مژدہ سناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

جیتے جی کون عیادت کے اٹھائے احسان / اس لیے جان سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دیر قاصد کو لگی اے دل مشتاق چال / دیکھیے ہم کو بلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

سیکڑوں دو قدم آگے ہیں جلو میں فتنے / ساتھ اک حشر کو لاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

ساتھ دشمن کے وہ کیا آئے قیامت آئی / خاک میں ہم کو ملاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

دل و جاں پاس سے جاتے ہیں کہ وہ جاتے ہیں
صبر و ہوش و خرد آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

نہیں منظور جو بچنا تو دم چارہ گری
ہم مسیحا کو ڈراتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کون آتا ہے برے وقت کسی پاس اے داغ
لوگ دیوانہ بناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

یہ ذکر کیا ہے رسوائے عام کرتے ہیں
مرے جنازے پہ کیوں اژدہام کرتے ہیں

تمھاری تیغ و تیر خاک کام کرتے ہیں
گلے پڑے ہی کے سودے دام کرتے ہیں

جفا کے شکوے پہ صاحب نگاہ کیوں پھیری
جواب دو نہیں تم سے کلام کرتے ہیں

وہ ناتواں ہوں زباں میرے کاتب اعمال
صریر خامہ کی بھی روک تھام کرتے ہیں

تری گلی سے نکل نہیں قیامت ہے
قدم قدم پہ ہزاروں مقام کرتے ہیں

نہیں ہے غور انھیں جن تم پہ سید دل کی
وہاں وہ چرخ کو قائم مقام کرتے ہیں

وہی تو عشق کی توہین کوہکن نے کیا
یہ خوب کام تمھارے غلام کرتے ہیں

الٰہی ہجر نے کی کونسی وفا داری
کہ آج وہ مجھے جھک کر سلام کرتے ہیں

جفائیں کیونکر اٹھیں سب کو جان و دل ہیں عزیز
عدو اب اُن سے ہمارا پیام کرتے ہیں

وہی خیال وہی انتظار یار انھیں
یہ چشم و دل کوئی میرا ابھی کام کرتے ہیں

کہاں وہ زہرہ جبیں داغ پاکباز کہاں
فرشتے پر بھی یہ لوگ اتہام کرتے ہیں

جوش گریہ سے یہ آنکھیں ابر نیساں ہوگئیں
اب مری بیتابیاں مشہور دوراں ہوگئیں

راز الفت چھپ سکا مجھ سے نہ اُس کے روبرو
صاف دل کی حسرتیں منہ پر نمایاں ہوگئیں

مرگئے ہم اک اشارے میں نگاہ ناز کے
آج اپنی مشکلیں اک پل میں آساں ہوگئیں

سیکڑوں دل ہوگئے انداز پر تیرے نثار
سیکڑوں جانیں تری چتون پہ قرباں ہوگئیں

دن نہ پورا ہو چکا ہم ہو گئے آخر تمام
روز فرقت کی خدا کیا سخت گھڑیاں ہوگئیں

جب پیا اُسنے دلاسا شب کو وقتِ اضطراب — دل کی وہ بیتابیاں سب راحتِ جاں ہو گئیں

اب کسی سے دل لگا کر ہم نہ ہونگے پائمال — جو خطائیں ہو گئیں اے چرخِ گرداں ہو گئیں

واہ اے جوشِ جنوں آخر الجھ کر ضعف سے — انگلیاں ہاتھوں کی بھی تارِ گریباں ہو گئیں

وہ نہ آئے جب شبِ وعدہ نہ آئی مجھ کو نیند — آرزوئیں دل کی سب خوابِ پریشاں ہو گئیں

شکوے غیروں کے اگر بیجا ہیں بیجا ہی سہی — اب تو یہ گستاخیاں مجھسے مری جاں ہو گئیں

داغ اب یوسف کہاں لیلیٰ کہاں شیریں کہاں
جو حسین شکلیں تھیں زیرِ خاک پنہاں ہو گئیں

دل کو بہلاؤں کہاں تک کہ بہلتا ہی نہیں — یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں

آپ کا زور مرے دل پہ نہ کیونکر چلتا — کیا مرا حب کا عمل تھا کہ جو چلتا ہی نہیں

چمنِ دہر میں یہ عاشقِ ناکام ترا — وہ شجر ہے کہ کبھی پھولتا پھلتا ہی نہیں

نالہ نکلا کبھی دل سے تو کبھی آہ و فغاں — پر ترے وصل کا ارمان نکلتا ہی نہیں

اُسکے ہاتھوں نہو جبتک کسی مظلوم کا خون — اپنے ہاتھوں میں حنا وہ کبھی ملتا ہی نہیں

ہیں تری راہِ محبت میں ہزاروں فتنے — دیکھ مجھکو بجز اس راہ کے چلتا ہی نہیں

دن ڈھلے آنیکا وعدہ ہے کسی سے لیکن — آج یہ دن وہ قیامت ہے کہ ڈھلتا ہی نہیں

شمع کی طرح سے روتا ہی ہے عاشق تیرا — مثلِ پروانہ فقط آگ میں جلتا ہی نہیں

موم ہوتا ہے مری آہ سے پتھر لیکن — سنگدل ایک ترا دل کہ پگھلتا ہی نہیں

خضر بھی تو اسی گرداب سے گھبراتے ہیں — ڈوب کر بحرِ محبت میں اچھلتا ہی نہیں

تیرہ بختی نہ گئی اپنی تو جانا ہم نے — کہ کبھی رنگ زمانیکا بدلتا ہی نہیں

کس طرح دل خمِ ابرو سے نکالوں اے داغ
پڑ گیا پیچ کچھ ایسا کہ نکلتا ہی نہیں

حضرتِ دل آپ ہیں جس دھیان میں — مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں

عشق جس کشتی کا ہو تو نا خدا
وہ نہ آئے کس طرح طوفان میں

اُس سے پوچھو تم مری آشفتگی
زلف کہدے گی تمہارے کان میں

میرے مرنے کی خبر سنکر کہا
واقعی کچھ بھی نہیں انسان میں

گر فرشتہ وش ہوا کوئی تو کیا
آدمیت چاہیئے انسان میں

دل کی قیمت اک نگہ ہے اے صنم
آگئے جو آئے ترے ایمان میں

جس نے دل کھویا اُسی کو کچھ ملا
فائدہ دیکھا اسی نقصان میں

لیجئے دیتا ہوں میں دل کے سوا
اور جو کچھ ہے مرے امکان میں

کس نے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ
آج ہو تم اور ہی سامان میں

کس مصیبت سے بسر ہم شبِ غم کرتے ہیں
رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہیں

برسوں ترساتے ہیں جب تیغ علم کرتے ہیں
کس تکلف سے وہ تکلیف ستم کرتے ہیں

دلکو جو لاگ تو ہو کچھ کسی صورت کا لگاؤ
لطف کیا کہ وہ اب جور بھی کم کرتے ہیں

اشک خون خجلت عصیاں سے نہیں بے تاثیر
نار دوزخ کو یہ گلزار ارم کرتے ہیں

ڈر ہے منھ پھیر دے دم ذبح نہ خنجر اس کا
پڑھ کے ہم سورۂ اخلاص کو دم کرتے ہیں

شوخ تم شیفتہ ہم دونوں ہیں بے چین مگر
پھر ذرا صبر جو کرتے ہیں تو ہم کرتے ہیں

آپکو دوست کے مرنے کی خوشی یاں یہ حال
کوئی دشمن بھی جو مرتا ہے تو غم کرتے ہیں

ہائے اس کشتے کے تربت کا مقدر جس کو
سجدے رشک سے ترے نقش قدم کرتے ہیں

ہمیں بدنام ہیں جھوٹے بھی ہمیں ہیں بیشک
ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں

خوف ہے ان کو یہاں تک تو ہم آغوشی کا
میری تصویر کے بھی ہاتھ قلم کرتے ہیں

بانکپن کرتی ہیں فتنوں سے نگاہیں تیری
چال محشر سے ترے نقش قدم کرتے ہیں

مجھسے کہتا ہے یہ احسان جتا کر ظالم
ہم سوا تیرے کسی پر بھی ستم کرتے ہیں

جن کو تم داغ بڑا عہد شکن کہتے تھے
لو مبارک ہو وہ پھر قول و قسم کرتے ہیں

دل ہی تو ہے نہ آئے کیوں دم ہی تو ہے نہ جائے کیوں
ہم کو خدا جو صبر دے تجھ سا حسیں بنائے کیوں

تیری تلافیٔ جفا جب نہ ہو تا بروزِ حشر
عاشقِ نامرادِ عشق اپنے کئے کو پائے کیوں

جلد رفیق و ہم طریق رہزنِ راہِ عشق ہیں
سایۂ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں

گو نہیں بندگی قبول پر ترا آستاں تو ہے
کعبہ و دیر میں ہے کیا خاک کوئی اڑائے کیوں

لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں
بنکے فرشتہ آدمی بزمِ جہاں میں آئے کیوں

جرأتِ شوق پھر کہاں وقت ہی جب نکل گیا
اب تو ہیں یہ ادا شناس صبر کیا تقاضائے کیوں

رونے پہ میرے وہ نہیں ہنسنے پہ میرے شاد ہوں
چھیڑ میں کچھ تو ہے مزہ ورنہ کوئی ستائے کیوں

عشق و جنوں سے مجھکو لاگ ہوش و خرد سے اتفاق
پر یہ کہوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں

ہاں نہیں غیرتِ رقیب خیر ہی بے حیا سہی
جو نہ دوبارہ آسکے بزم سے تیری جائے کیوں

فکر میں ہم تو رہ گئے اور وہ آج کہہ گئے
عیب نہیں تو راز داں ہم سے کوئی چھپائے کیوں

پردۂ عشق ہو چکا داغ یہی قرار تھا
صبر پہ آہ آہ کیا ضبط پہ ہائے ہائے کیوں

کیا کہا پھر تو کہو دل کی خبر کچھ بھی نہیں
کیوں یہ کیا ہے خمِ گیسو میں اگر کچھ بھی نہیں

نہ یہ خورشیدِ قیامت نہ یہ مہرِ لبِ غنچہ
کچھ تو ہو مال گر داغِ جگر کچھ بھی نہیں

جوشش ہے اہلِ ہوس کا مگر الطاف ترا
ابھی سب کچھ ابھی اے شعبدہ گر کچھ بھی نہیں

نہ بصارت نہ اشارت نہ خجالت نہ حیا
تجھ میں تو دیکھنے کو دیدۂ تر کچھ بھی نہیں

آنکھ پڑتی ہے کہیں پاؤں کہیں پڑتا ہے
سب کی ہے تم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں

ظلم ہے سینے میں نہاں دل میں نہاں کیا کیا کچھ
پھوٹ نکلی تری در دیدہ نظر کچھ بھی نہیں

رات کی رات کا مہماں ہے مریضِ ہجراں
صبح تم آئے تو کیا آئے سحر کچھ بھی نہیں

دھوم ہے حشر کی سب کہتے ہیں یوں ہے یوں ہے
فتنہ ہے اک تری ٹھوکر کا مگر کچھ بھی نہیں

ان کو بیتاب کیا کچھ نہ کیا نالۂ دل
یہ تو کچھ بھی نہ ہوا یہ تو اثر کچھ بھی نہیں

نہ کروں نالہ تو کس شغل میں کاٹوں اوقات
یہ تو نالہ کہ یہ مانوس اثر کچھ بھی نہیں

کیسے جانا بھی تو بتخانے سے ہو کر زاہد
دور اس راہ سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں

لامکاں میں بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا ہے
بیکسی میں تو ادھر ہوں کہ جدھر کچھ بھی نہیں

اک جفا تیری جو کچھ بھی نہیں تو سب کچھ ہے
اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں

خواب میں دیکھ لیا خلد کو ہم نے واعظ
اجی بس بیٹھو بھی وہاں لطف بشر کچھ بھی نہیں

کچھ ہے یاں خاک تو اک جنبش داماں کیلئے
تیری موجوں کیلئے باد سحر کچھ بھی نہیں

آئینہ دیدۂ اعمیٰ ہی سہی پر اے چشم
وہ ہی کچھ دیکھتے ہیں جن کی نظر کچھ بھی نہیں

میرے ہی جوش طبیعت نے اٹھائے ہیں فساد
خیر سے آپ کی طینت میں تو شر کچھ بھی نہیں

عیب بے عیب ہے جب حد سے گذر جاتا ہے
اب بجز بے ہنری مجھ میں ہنر کچھ بھی نہیں

اے نگاہِ غلط انداز ادھر دیکھ تو سہی
اے تغافل اثر و عربدہ گر کچھ بھی نہیں

غیر کے وصل کا انکار مزہ دیتا ہے
پھر اسی طرح کہو اور مگر کچھ بھی نہیں

حشر میں دست جنوں سے خجل ہوئے داغ
کہ مرے پاس بجز دامن تر کچھ بھی نہیں

دست وحشت کیلئے تاب رگ جاں میں نہیں
ہاتھ اس تار میں الجھا جو گریباں میں نہیں

لخت دل کون سے دن بچۂ مژگاں میں نہیں
میں نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

ترے اقرار میں انکار ترے ہاں میں نہیں
عہد میں عہد یہ پیماں کسی پیماں میں نہیں

بے ثباتی کے سوا اور کوئی کیفیت
میری توبہ میں نہیں آپ کے پیماں میں نہیں

راہ میں ہم سے ملا دیتی ہے شوخی ان کو
کہ ابھی ہیں تو ابھی چشم نگہباں میں نہیں

ہم ندامت سے یہ کہتے تھے کہ مر جائینگے
تم تو برسوں سے یہ سنتے تھے کچھ انساں میں نہیں

گذر جائے ہنس بول کر کوئی دم — کہ نزدیک آئے ہیں رخصت کے دن
یہ افسانہ پورا تو ہوگا جبھی — جو دو چار ہوں گے قیامت کے دن
ستم کرنے پہلے ہی لے نوجواں — ابھی آئے ہیں تیری شہرت کے دن
جوانی کو ترسا کریں خضر آپ — پھریں گے قیامت کو حضرت کے دن
بھلا دا تجھے دے دیا اے اجل — بلائیں گے ہم تجھ کو فرقت کے دن
وہ راتیں وہ باتیں وہ گھاتیں غضب — جوانی میں تھے کس شرارت کے دن

یہ ہے داغ کی عرض یا مصطفےٰ
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دن

دستِ گلچیں سے چھٹا آیا کفِ صیاد میں — میں گل بازی ہوں کیا اس گلشن ایجاد میں
کوئی سی خوبی نہیں تیرے قدِ آزاد میں — شاخ ہو کیا سرو میں طرہ ہو کیا شمشاد میں
حشر میں انکا مرا اس دھوم سے ہوگا ملاپ — اہل محشر کو کہے گا دن مبارک باد میں
یارب ایجادِ ستم کوئی نیا نکلا کہ آج — غش ہو وہ بیداد گر خود لذت بیداد میں
بنتی ہیں تیری کمر کی کیا خیالی صورتیں — کھنچتی ہیں باریکیاں کیا مانی و بہزاد میں
ناتوانی ناتمامی نا امیدی نارسی — ہم نے بھر رکھا ہے کیا کیا دامنِ فریاد میں
ہم اسیروں کی ہے اک بادِ صبا پرسانِ حال — پوچھ جاتی ہے کہ کیا باقی رہا صیاد میں
آگئے یہ گردش کہاں تھی پر کوئی گردش زدہ — آگیا تیری نگاہ خانماں برباد میں
ہے یہی ذوقِ اسیری تو اسیری ہو چکی — میں ہنسی بھولا سمانے کا کفِ صیاد میں
ہیں جگہ [illegible] داغ ہے گنجِ قاروں میں یا درم — غم ہو دل میں یا ہے قیدی قلعۂ فولاد میں
عشق کے کوچے [illegible] کو وہ دکھایا ہو بہشت — حضرت آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد میں
منتسب [illegible] — ڈالدے [illegible] کی بنیاد میں
نیر سے دل [illegible] کوئی دن کے [illegible] — لطف تھا وہ دن جینا اک جہاں آباد میں

میں کہاں اور بزمِ خواب کہاں — لائی اسے ہستی خراب کہاں
اُن سے کہدی ہے آرزو دل کی — آہ میری بات کا جواب کہاں
ہم نے بھی صبر دل کو دے ہی لیا — اب وہ اگلا سا اضطراب کہاں
دل پہ گزری سی تیر سے ہے بلبل — یوں کلیجا ہوا کباب کہاں
رات اور رات بھی جدائی کی — اب نکلتا ہے آفتاب کہاں
بات کرنی ... جسے نہ آتی ہو — بات سننے کی اس کو تاب کہاں
وعدۂ حشر آپ کرتے ہیں — چار دن بعد یہ شباب کہاں
کافروں سے ہے جب بھری دوزخ — غیر کے واسطے عذاب کہاں

کعبہ و دیر میں جو داغ نہیں
پھر ہے یہ خانماں خراب کہاں

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں — مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں
کھلتے نہیں ہیں راز جو سوزِ نہاں کے ہیں — کیا پھوٹنے کے واسطے چھالے زباں کے ہیں
کرتے ہیں قتل وہ طلبِ مغفرت کے بعد — جو تھے دعا کے ہاتھ وہی امتحاں کے ہیں
جس دن سے کچھ شریک ہوئی میری مشتِ خاک — اس روز سے زمیں پہ ستم آسماں کے ہیں
قاصد یہاں سے برق تھا پر نصف راہ سے — بیمار کی سی چال قدم ناتواں کے ہیں
بازو دکھائے تم نے لگا کر ہزار ہاتھ — پورے پڑیں تو وہ بھی بہت امتحاں کے ہیں
ناصح کے سامنے کبھی سچ بولتا نہیں — میری زباں میں رنگ تمھاری زباں کے ہیں
کیسا جواب حضرتِ دل دیکھئے ذرا — پیغامبر کے ہاتھ میں ٹکڑے زباں کے ہیں
کیا اضطرابِ شوق نے مجھ کو خجل کیا — وہ پوچھتے ہیں کہیے ارادے کہاں کے ہیں
عاشق ترے عدم کو گئے کس قدر تباہ — پوچھا ہر ایک نے یہ مسافر کہاں کے ہیں
ہر چند داغ ایک ہی عیار ہے مگر — دشمن بھی تو چھٹے ہوئے سارے جہاں کے ہیں

کھویا گیا ہوں دے کے پتہ نامہ بر کو میں
اپنی خبر کو جاؤں الٰہی کدھر کو میں

مجھ کو تباہ چشم مروت نے کر دیا
مل جائے تو چراؤں کسی کی نظر کو میں

بس جاؤ کیا کرو گے نظر سے جگر میں چھید
لو آؤ تم ادھر کو کھڑا ہوں ادھر کو میں

خاموش اب تو شکوۂ ہمسایہ نے کیا
پھر تو ہے آہ نیم شبی اور سحر کو میں

جا کر در قبول پہ جھٹ سے کی گئی دعا
صد شکر جا کے آپ نہ لایا اثر کو میں

مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب
جور و جفا و کاوش و خون جگر کو میں

میرا طریق عشق جدا ہے جہان سے
چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہگذر کو میں

تم تو وہ پارسا ہو کہ در تک کبھی نہ آؤ
آتا تھا منہ چھپائے کہیں سے سحر کو میں

دل دے کے اُن کو اور بھی امید بڑھ گئی
جانا تھا یہ کہ چھوٹ گیا عمر بھر کو میں

دونوں میں ایک تو نکل آئے گا لخت جان
دیکھوں گا آج دل سے لڑا کر جگر کو میں

اے داغ صبح حشر تھی مری شب وصال
جب یہ کہا کسی نے کہ جاتا ہوں گھر کو میں

بات میری کبھی سنی ہی نہیں
جانتے وہ بری بھلی ہی نہیں

دل لگی ان کی دل لگی ہی نہیں
رنج بھی ہے فقط ہنسی ہی نہیں

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

جان کیا دوں کہ جانتا ہوں میں
تم نے یہ چیز لے کے دی ہی نہیں

ہم تو دشمن کو دوست کر لیتے
پر کریں کیا تری خوشی ہی نہیں

ہم تری آرزو پہ جیتے ہیں
یہ نہیں ہے تو زندگی ہی نہیں

دل لگی دل لگی نہیں ناصح
تیرے دل کو ابھی لگی ہی نہیں

داغ کیوں تم کو بے وفا کہتا
وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں

سحر جو آئینہ پہ رشک ماہ دیکھتے ہیں — نگاہ دیکھنے والے نگاہ دیکھتے ہیں

کچھ اس طرح سے وہ قاتل سوال کرتا ہے — ہمارے منہ کو ہمارے گواہ دیکھتے ہیں

ہمیشہ کس کی نبھی اور کس کی نبھتی ہے — نباہے جاتے ہیں جب تک نباہ دیکھتے ہیں

کوئی بھی مجھ سے شب وعدہ یہ نہیں کہتا — اٹھو چلو کہیں جلدی وہ راہ دیکھتے ہیں

خدا کا خوف نہیں پر بتوں سے ڈرتا ہوں — کہ روز شب یہ سفید و سیاہ دیکھتے ہیں

غرض نہیں ہے انہیں طور کی تجلی سے — جو خوش نصیب تری جلوہ گاہ دیکھتے ہیں

خدا کے واسطے لو داغ کی خبر جلدی
ہم اس کا حال نہایت تباہ دیکھتے ہیں

کیوں قسم کھاتے ہو ہم جور سے باز آتے ہیں — ان فریبوں میں کہیں واقف راز آتے ہیں

یوں تو آفت ہے ہر انداز پری زادوں کا — وہ قیامت ہیں جنہیں راز و نیاز آتے ہیں

کچھ نہ پوچھو جو صدا آتی ہے میخانے سے — کبھی مسجد سے جو ہم پڑھ کے نماز آتے ہیں

سیکھ لے اے فلک اس کی نگہ پرفن سے — شعبدے تجھ کو کہاں شعبدہ باز آتے ہیں

قاتل اس شوخ کے انداز قیامت ہوں گے — جس کی تصویر کو سو طرح کے ناز آتے ہیں

آپ کی بزم سے لیجاتے ہیں سو رنج و ملال — جی سے جانیکو ہم اے بندہ نواز آتے ہیں

لاکھ تو جال بچھائے مگر آزاد مزاج — تیرے پھندے میں کب اے زلف دراز آتے ہیں

شمع کی طرح سے اپنا نہیں جلنا رونا — غش پہ غش ہم کو دم سوز و گداز آتے ہیں

ساتھ نواب کے حج کر کے پھرے ہم اے داغ
ہند میں دھوم ہے مہمان حجاز آتے ہیں

ابھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں — اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں

فریب یاس نے یاں کام ہی تمام کیا — زبان یار سے نکلی تھی ناتمام نہیں

وہ کاش وصل کے انکار پر ہی قائم ہوں — مگر انہیں تو کسی بات پر قیام نہیں

الٰہی تو نے حسینوں کو کیوں کیا پیدا
کچھ اُن کی ذات سے دنیا کا انتظام نہیں

سنائے جاتے ہیں وہ بیہودہ گالیاں مجھ کو
جو میں کہوں تو کہیں آپ سے کلام نہیں

وہ آئیں گے شب وعدہ یقین نہیں اے دل
چراغ گھی کے جلاؤں یہ ایسی شام نہیں

سوائے جور و جفا اور سوائے بغض و دغا
بتوں کے واسطے دنیا میں کوئی کام نہیں

میں کیوں پلاؤں تجھے دور ہی سے ترساؤں
یہ روز عید ہے زاہد مہ صیام نہیں

دباؤ کیا ہے سنے وہ جو آپ کی باتیں
رئیس زادہ ہے داغ آپکا غلام نہیں

مزہ جو چاہئے ان کے ستم میں خاک نہیں
جب آئے خاک اڑانے کہ ہم میں خاک نہیں

مرے غبار کی اٹکھیلیاں تماشا ہیں
ابھی فلک پہ ابھی ایکدم میں خاک نہیں

چلا ہے کعبے کو تو خاک چھاننے زاہد
فقط خدا ہی خدا ہے حرم میں خاک نہیں

ہمیشہ کافر و مومن پہ ظلم ہوتے ہیں
سوائے سنگدلی اُس صنم میں خاک نہیں

بنا ہے فتنہ خرامی سے فتنہ ہر روز
زمیں پہ تیرے نقش قدم میں خاک نہیں

بتوں کے بدلے جو حوریں ملیں تو خاک ملیں
ہمارے واسطے باغ ارم میں خاک نہیں

کہیں تھے وہ جو کبھی تھے خزانۂ عرفاں
کہیں ہیں اب کہ جو ڈھونڈو تو ہم میں خاک نہیں

ملے تھے خاک میں اس واسطے کہ یار ملے
گر ملا ہمیں ملک عدم میں خاک نہیں

گئے رقیب کے گھر داغ وہ شب وعدہ
اثر تری تپش و رنج و غم میں خاک نہیں

پھرا رہا جو کسی کی نظر کو دیکھتے ہیں
لگا کے تیر ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں

نظر چرا کے وہ یوں ہر بشر کو دیکھتے ہیں
کسی کو یہ نہیں ثابت کدھر کو دیکھتے ہیں

بنے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورت تصویر
ہر ایک کو یہ گماں ہے ادھر کو دیکھتے ہیں

فروغ ماہ کہاں یہ شب جدائی میں
چراغ لے کے فرشتے سحر کو دیکھتے ہیں

پھرا جاتا ہی اُس بت کیطرف رخ اہلِ ایماں کا
مسلماں اپنے قبلے سے نہ منھ پھیریں مزاروں میں

خفا ہوتے ہو کیوں عہدِ وفا کے ذکر پر پیچ ہے
نہ تم وعدہ خلافوں میں نہ ہم بے اعتباروں میں

غضب ہی آدرکھی اس سادگی پر مرگئے لاکھوں
کہا تھا کسنے بن ٹھن کے میرے سوگواروں میں

لے گیا تیر سر ہر زخم میں ہی چور اسے قاتل
اجل کے ہوش گم ہوتے ہیں تیرے دلفگاروں میں

جلانا داغ کا اچھا نہیں یہ در غنیمت ہے
کہ ایسا باوفا اک آدھ نکلے گا ہزاروں میں

کوئی جانے تو کیا جانے وہ یکتا ہے ہزاروں میں
ستمگاروں میں عیاروں میں دلداروں میں یاروں میں

نہ سیہ دل تو کیا شیشہ ہی ٹوٹا بادہ خواروں میں
یہ توبہ ٹوٹ کر کیوں جا ملی پرہیزگاروں میں

نہاں ہے دختِ رز [illegible] سبب ہم بادہ خواروں میں
پڑے ڈر سے وہ کافر جا چھپی پرہیزگاروں میں

[illegible] اسکو
قیامت تک نہ ہوگا بخت تیرہ سوگواروں میں

ہوئی گم [illegible] بے ہوشی و صبر و تاب و عقل و دیں
دل بیتاب بھی داخل ہوا پانچوں سواروں میں

ہزاروں [illegible] دل میرا
یہ خوش ہی اپنے یاروں میں وہ خوش ہی اپنے یاروں میں

فرشتوں [illegible] تکرار ہوتی ہے
نکالا [illegible] کسی نے جاں نثاروں میں

[illegible] کرتے ہیں اب کیا [illegible]
بہاریں تھیں لوٹی ہیں بہت اگلی بہاروں میں

دکھا [illegible] کتنے نکلتے ہیں
جو پوچھا اس نے کوئی ہے مرے امیدواروں میں

[illegible]
کہ بوئے عنبر آتی ہے مجھے پھولوں کے ہاروں میں

خوشی مرگِ عدو کی لاکھ غم سے ہوگئی بدتر
مری آنکھوں نے دیکھا ہے کسی کو سوگواروں میں

تغافل مانعِ دیدار ہوگا میں نہ مانوں گا
نگہ تیری تڑپ کر جا ملیگی بے قراروں میں

مرا ہی دل نہو میں ہی نہوں اے مرگِ مایوسی
خدا جانے یہ کسکی فاتحہ ہے آج یاروں میں

حقیقت برق کی کیا ہے مگر اس سے بھی ڈرتے ہیں
سنبھلکر بیٹھنا جب بیٹھنا تم بے قراروں میں

خدا کے سامنے قسمیں نہ کھانا دیکھنا ڈرنا
ہمیں تو آپنے ٹھہرا دیا بے اعتباروں میں

الغفیں اگر سکے آئینے تو مینا نے کی ہو عظمت — قدم جو شیخ کے تشریف لائے بادہ خواروں میں

تری برق تجلی گر ٹھہر جاتی تو کیا ہوتا — کہ ان بیتابیوں پر لوٹ ہو امیدواروں میں

وہ بے افسردہ دل عالم بجا ہے یا اگر کہیے — کہ مردے بھی زمیں پر اور زندے بھی مزاروں میں

وہ کہتا اگر چھینے جب سبکدے سے حضرت زاہد — بڑے مرشد ہیں ہاتھوں ہاتھ لانا انکو یاروں میں

مرا اختر جلایا اے فلک تجھپر گرے بجلی — شب فرقت کھچی آگ روشنی ہے ستاروں میں

پڑا رہا کرے وہ داغ بیکس اس طرح تنہا
کہ جسکی رات دن بس یوں گذری ہو مزاروں میں

حیات ہو دن بغیر دلداروں کی باتیں ہیں — تمھاری تو وہ باتیں ہیں جو عیاروں کی باتیں ہیں

سوال وصل پر انکار کب ضعف دیتی ہے — انھیں دل سے پسند اپنے خریداروں کی باتیں ہیں

خرابانی میں سب فتنہ داے لوگ اے رہ ہ — جو باتیں مرشد کی ہیں وہ میخواروں کی باتیں ہیں

تجلی دیکھتے ہی حضرت موسیٰ کو غش آیا — نہ نکلی بات بھی منہ سے یہ ہشیاروں کی باتیں ہیں

دکھائیں جب ترے غمزے نیا جادو کریں آنکھیں — بظاہر فرق ہی پر ایک ان جادوگی باتیں ہیں

ذکر عشق و جنوں میں گفتگو اے ناصح ناداں — ذرا منہ دیکھ کر تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں

ترسنو کی آہیں کیا سنوں میں قبر کے اندر — کہ میرے کان میں اب تک عزاداروں کی باتیں ہیں

دکھا دی کس نے چشم مست جو ایسے بہک اٹھے — کہ مجھ سے آج کچھ بہکی ہوئی یاروں کی باتیں ہیں

بتوں کی ایک چپ اے داغ لاکھوں کو ہراتی ہے
جسے سمجھے ہو خاموشی وہ عیاروں کی باتیں ہیں

در سے کعبے کو ڈرتے ہوئے ہم جاتے ہیں — دیکھ لیتا ہے جو کوئی وہیں تھم جاتے ہیں

آپ نے گھر سے نکالا ہمیں ہم جاتے ہیں — پھر نہ آئیں گے کبھی کھا کے قسم جاتے ہیں

بے خطا سر مرے قاصد کا قلم ہوتا ہے — غیر کو تحفے میں بن بن کے قلم جاتے ہیں

دیکھتے ہی مجھے محفل میں رقیبوں سے کہا — فتنے اٹھتے ہیں جہاں انکے قدم جاتے ہیں

یوں تو دم بھر نہیں آتا انھیں شوخی سے قرار — جب تصور میں وہ آتے ہیں تو کم جاتے ہیں

مرگیا میں تو کس افسوس سے ظالم نے کہا — ہاتھ آئے ہوئے انداز ستم جاتے ہیں

دل کا کیا حال کہوں صبح کو جب اُس بت نے — لیکے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہیں

خوب عصیاں ہے کہ مُردوں نے کفن پہنا ہے — مجلس بدلے طرف ملک عدم جاتے ہیں

حضرت داغ یہ ہے کوچۂ قاتل اٹھیے

جس جگہ بیٹھتے ہیں آپ تو جم جاتے ہیں

تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں — اُس کی قدرت کو دیکھتا ہوں میں

جب ہوئی صبح آ گئے ناصح — انھیں حضرت کو دیکھتا ہوں میں

وہ مصیبت سنی نہیں جاتی — جس مصیبت کو دیکھتا ہوں میں

دیکھنے آئے ہیں جو میری نبض — اُن کی صورت کو دیکھتا ہوں میں

موت مجھ کو دکھائی دیتی ہے — جب طبیعت کو دیکھتا ہوں میں

شب فرقت اٹھا اٹھا کر سر — صبح عشرت کو دیکھتا ہوں میں

دور بیٹھا ہوا سر محفل — رنگ صحبت کو دیکھتا ہوں میں

ہر مصیبت ہے بے مزہ شب غم — آفت آفت کو دیکھتا ہوں میں

نہ محبت کو جانتے ہو تم — نہ مروت کو دیکھتا ہوں میں

کوئی دشمن کو یوں نہ دیکھے گا — جیسے قسمت کو دیکھتا ہوں میں

حشر میں داغ کوئی دوست نہیں

ساری خلقت کو دیکھتا ہوں میں

دنیا میں وضعدار حسین اور بھی تو ہیں — معشوق اک تمھیں تو نہیں اور بھی تو ہیں

تیرے ہی در پہ حشر کا ہنگامہ ہے بپا — اس شہر میں مکان مکیں اور بھی تو ہیں

اے آہ اک فلک ہے جلایا تو کیا کیا — ایسے ہزار برسر کیں اور بھی تو ہیں

نکلا نہ دل سے تیر ترا بیٹھکر کبھی — ہونے کو ورنہ گوشہ نشیں اور بھی تو ہیں
کیا غرض ہے ملے تو یہ زاہدی کو ملے — خواہان خلد و حور پری اور بھی تو ہیں
مرنا شب فراق میں جینے سے خوب ہے — بیلے گا ڈال کر زیر زمیں اور بھی تو ہیں
کرتا ہے یوں علاج کوئی درد عشق کا — تیرے علاوہ چارہ گریں اور بھی تو ہیں
کیوں چھیڑتی ہے جان و جگر کو تری نگاہ؟ — سینے میں دل جہاں ہو وہیں اور بھی تو ہیں
تم نے مری خبر بھی نہ پوچھی چلے گئے — غمخوار وقت باز پسیں اور بھی تو ہیں
تم خواب میں بھی آئے تو منھ کو چھپا لیا — دیکھو جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں

یہ رنج یہ الم ہو تو کیونکر ہو زندگی !
عاشق جہاں میں داغ حزیں اور بھی تو ہیں

خاک میں مل جائے دل تو دعا پیدا کروں — جب مٹاؤں ایک کو تو دوسرا پیدا کروں
کیا کہوں اللہ قدرت دے تو کیا پیدا کروں — پیشتر سب سے ترے دل میں وفا پیدا کروں
آفرینش سے مری کچھ اور تو مطلب نہ تھا — مدعا یہ تھا کہ پیدا کر کے نا پیدا کروں
میں تو خواہان اجل ہوں چارہ گر کو یہ تلاش — ڈھونڈھ کر سارے زمانے میں دوا پیدا کروں
یہ بتا دیتے ہیں دشمن کو بھی اکثر راہ دوست — خضر مر جائیں تو کوئی رہنما پیدا کروں
جو زمانے سے نرالا ہو فلک سے ہو جدا — فکر ہے اُن کو وہ انداز جفا پیدا کروں
دو اک دل میرے سینے میں خدا پیدا کرے — اور میں ارمان اس دلمیں نیا پیدا کروں
غیر کو میرے جلانے کے لیے پیدا کیا — واں تو یہ تھا آدمی ہر کام کا پیدا کروں
ہائے کیوں آیا نہ صورت آفریں کو یہ خیال — آئینے کس کام ہے جب ان کو یکتا پیدا کروں
سب دکھائینگے میں قابل دلمیں جتنے داغ ہیں — کون سا پوشیدہ رکھوں کون سا پیدا کروں

دل کو ہے اے داغ عمر جاوداں کی آرزو
میں کہاں سے چشمۂ آب بقا پیدا کروں

وہ سویا بھی تو یوں سویا بت عیار پہلو میں | کہ رکھکر شب کو تکیہ کھینچ لی دیوار پہلو میں

حرارت عشق کی دل میں برہمن کے نہیں ورنہ | برنگ موئے آتش دیدہ ہو زنار پہلو میں

چھپاتا ہے ترے تیروں کو تیری ہی نگاہ سے | ہزاروں بار سینے میں ہزاروں بار پہلو میں

اُسے لائیں مجھے لیجائیں یا پیغام پہنچائیں | یہ کیا کرتے ہیں اب بیٹھے ہوئے غمخوار پہلو میں

جگر کی ناتوانی میں کہوں یا دل کی رنجوری | ادھر بیمار پہلو میں ادھر بیمار پہلو میں

کلیجا پیستا ہے دل مسلتا ہے کوئی میرا | کہاں سے آ گئی ظالم تری رفتار پہلو میں

مرید اے شیخ صاحب آپکو سر پر بٹھائینگے | بٹھاتے ہیں بھلا ایسوں کو کب میخوار پہلو میں

نہ بجلی کی طرح تڑپے نہ بسمل کیطرح لوٹے | رہا تو کیا رہا گر دل رہا بیکار پہلو میں

یہ نقشہ ہو گیا ہے داغ اب تو ان کی محفل کا
کہ ہر دم آئینہ ہے سامنے اغیار پہلو میں

کیوں نا امید ہوں وہ خدا ہے بشر نہیں | فردوس واعظو کوئی قاروں کا گھر نہیں

وہ مست ناز ہو کہ کسی کی خبر نہیں | اپنے بھی حال پر تمھیں اب تو نظر نہیں

آتا ہے مجھکو یاد سوال وصال پر | کہنا کسی کا ہائے وہ منھ پھیر کر نہیں

کیونکر یقین ہو کہ کیا وعدہ غیر سے | ہم نے سنی ہے منھ سے ترے عمر بھر نہیں

دو ہوتے میرے دشمن جان ایک ہے جگر | اچھا ہوا کسی کا ترے دل میں گھر نہیں

میں صبر دے بھی لوں گا دل بیقرار کو | ٹھہرے جو ایک پل وہ تمھاری نظر نہیں

ثابت جو نبض دیکھیں ہو تو آجائے مجھکو صبر | پھر کیا ہے دل میں آپ کے یہ بھی اگر نہیں

وحشت میں شغل چاک گریباں کا ہو گیا | اب ہاتھ بھی مرا دل بے تاب پر نہیں

رہتا ہے کوئی جوش جنوں بے اثر کیے | وحشت کی جو نہ لے وہ مرا چارہ گر نہیں

بیشک مجھے ہے عشق ترا پر حسد اگر وہ | جتنا ترے گمان میں ہے اس قدر نہیں

اے داغ کب چھپائے سے چھپتا ہے آفتاب | شہرہ کہاں نہیں ہے تمھارا کدھر نہیں

رخنہ گر ہے بت ہوں یوں اسلام میں
دخل ہے کس کو خدا کے کام میں

جنگ ہے ایک ایک مے آشام میں
بچ رہی تھی کس کی جھوٹی جام میں

گالیاں دے کر جو رک جاتے ہیں آپ
کیا مزہ ہے تلخیٔ دشنام میں

جب وہ سنتے ہیں بنا لیتے ہیں منہ
مل گیا زہر میرے نام میں

ناز ہم سے اور دشمن سے نیاز
طاق ہے وہ فتنہ گر ہر کام میں

جب شب غم کی دعا آئی ندا
صبح محشر ہے ابھی آرام میں

دل سے وابستہ ہیں لاکھوں حسرتیں
زلف سے بڑھ کر پھنسے اس دام میں

شور یارب سے وہ کافر ڈر گیا
ہے اثر بیشک خدا کے نام میں

کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز
آسمان ہے مفت کے الزام میں

چشم دلبر نے دکھایا ہے طلسم
دل نہیں دیکھا کسی بادام میں

داغ زاہد سے کہو کھینچی ہے مے
ہو شریک اس کار نیک انجام میں

فلک دیتا ہے جنکو عیش انکو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

گلے شکوے کہاں تک ہونگے آدھی رات تو گزری
پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں

جو رکھے چارہ گر کافور دونی آگ لگ جائے
کہیں یہ زخم دل شرمندۂ مرہم بھی ہوتے ہیں

وہ آنکھیں سامری فن ہیں وہ لب عیسیٰ نفس دیکھو
مجھی پر سحر ہوتے ہیں مجھی پر دم بھی ہوتے ہیں

زمانہ دوستی پر ان حسینوں کے نہ اترائے
یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں

بظاہر رہنما ہیں اور دل میں بدگمانی ہے
ترے کوچے میں جو جاتا ہے آگے ہم بھی ہوتے ہیں

ہمارے آنسوؤں کی آبداری اور ہی کچھ ہے
کہ یوں ہونیکو روشن گوہر شبنم بھی ہوتے ہیں

ہمارے ساتھ ہی پیدا ہوا ہے عشق اے ناصح
جدائی کس طرح سے ہو جدا تو ہم بھی ہوتے ہیں

خدا کے گھر میں کیا ہے کام زاہد بادہ خواروں کا
جنھیں ملتی نہیں وہ تشنۂ زمزم بھی ہوتے ہیں

نہیں گھٹتی شبِ فرقت ہی اکثر ہم نے دیکھا ہے
جو بڑھ جاتے ہیں حد سے وہ ستمگر کم بھی ہوتے ہیں

بچاؤں پیرہن کیا چارہ گر میں دستِ وحشت سے
کہیں ایسے گریباں دامنِ مریم بھی ہوتے ہیں

طبیعت کی کجی ہرگز مٹائے سے نہیں مٹتی
کبھی سیدھے تمہارے گیسوئے پرخم بھی ہوتے ہیں

جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں مر جاؤ
جو غش آتا ہے پھر مجھ پہ ہزاروں دم بھی ہوتے ہیں

کسی کا وعدۂ دیدار تو اے داغ برحق ہے
مگر یہ دیکھیے دل شاد اس دن ہم بھی ہوتے ہیں

روح کو چین ہجومِ غمِ دلبر میں نہیں
صاحبِ خانہ کو آرام بھرے گھر میں نہیں

مجھکو امید ہے مشکل مری آسان ہو گی
جو رکاوٹ ترے دل میں ہے وہ خنجر میں نہیں

اے غمِ عشق نہ جانا مرے دل سے باہر
ایسے مہمان کی توقیر کسی گھر میں نہیں

کس سے وعدہ ہے جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو
یہ وہ گردش ہے جو میرے ہی مقدر میں نہیں

مجھ پہ بیداد کرو تو بھی غنیمت جانوں
ترے امید کسیطرح کی محشر میں نہیں

آپکے لطف وعنایت کا بھروسا کیا ہے
دو گھڑی بھر میں اگر ہے تو گھڑی بھر میں نہیں

دل کے ٹکڑوں کا مزہ حلق کی برش میں نہیں
نگہ ناز کی تیزی کا دم خنجر میں نہیں

لکھ لیے جاتے ہیں جو شیفتہ کہلاتے ہیں
کونسا نام ہے جو آپ کے دفتر میں نہیں

تیرا اک جہان اور بنا دے یارب
ہے لبِ عہد شکن پر ابھی محشر میں نہیں

سخت جانوں سے جو منھ پھیر گیا اے قاتل
عرقِ شرم تو آبِ دمِ خنجر میں نہیں

ہمہ تن درد ہو عاشق تو مزہ ہے یہ کیا
سر میں ہے دل میں نہیں دل میں جو ہے سر میں نہیں

میں نے کیا جانے کیوں سجدہ کیا اس بت کو
جانتا ہوں کہ خدا اور ہے پتھر میں نہیں

غیر کے عشق سے جلتا ہے عبث تو اے داغ
اس کی تقدیر میں ہے تیرے مقدر میں نہیں

جب سرِ رہ گذار پھرتے ہیں
وہ بہت ہوشیار پھرتے ہیں

کس کی آمد ہے میرے بالیں پر — مضطرب غمگسار پھرتے ہیں
عشق خانہ خراب کے ہاتھوں — در بدر شہر یار پھرتے ہیں
میکدے میں عجب تماشا ہے — چار بیٹھے ہیں چار پھرتے ہیں
حشر میں اینڈتے ہوئے یارب — کس کے تقصیر وار پھرتے ہیں
بات پر اپنی جان دیدیں گے — قول سے جاں نثار پھرتے ہیں
دن مرے ہائے دیکھئے کس دن — اے شب انتظار پھرتے ہیں
صدقے ہوتے ہیں شمع رو اس پر — گرد پروانہ وار پھرتے ہیں
وہی کوچہ ہے اسکا اے قاصد — کہ جہاں بے قرار پھرتے ہیں
ہائے ان کا خرام مستانہ — پی کے جب بادہ خوار پھرتے ہیں

داغ کا ذکر سن کے وہ بولے
ایسے اسّی ہزار پھرتے ہیں

کر نہ لے اپنا ٹھکانا دشمن — دوست نادان ہیں دانا دشمن
دیکھئے گر اس کی پلک یا اللہ — تو ہوں تیروں کا نشانا دشمن
دیدۂ تر نہ بہانا آنسو — ڈھونڈتے ہیں یہ بہانا دشمن
دوست کو دوست نہ سمجھا تم نے — اور دشمن کو نہ جانا دشمن
دوستی کی نہ رہی پھر امید — کاش ہو جائے زمانا دشمن
دشمن جاں ہیں بہت پرائے عشق — تجھے جانا تجھے مانا دشمن

تم سمجھتے ہو اسے یار قدیم
دل ہے اے داغ پرانا دشمن

مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں — کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں
شب وصل لیں ان کی اتنی بلائیں — کہ ہمدم مرے ہاتھ ہی جانتے ہیں

نہ ہو دل تو کیا لطف آزار و راحت — برابر خوشی ناخوشی جانتے ہیں
جو ہے میرے دل میں انھیں کو خبر ہے — جو میں جانتا ہوں وہی جانتے ہیں
پڑا ہوں سرِ بزم میں دم چرائے — مگر وہ اُسے بے خودی جانتے ہیں
کہاں قدر ہمجنس ہمجنس کو ہے — فرشتوں کو بھی آدمی جانتے ہیں
کہوں حال دل تو کہیں اس سے حاصل — سبھی کو خبر ہے سبھی جانتے ہیں
وہ نادان انجان بھولے ہیں ایسے — کہ سب شیوۂ دشمنی جانتے ہیں
نہیں جانتے اس کا انجام کیا ہے — وہ مرنا مرا دل لگی جانتے ہیں

سمجھتا ہے تو داغ کو رند زاہد
مگر رند اس کو ولی جانتے ہیں

چاک ہو پردۂ وحشت مجھے منظور نہیں — ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں
وصل سے یاس ہوا ایسا دل مجبور نہیں — بت اگر دور ہے مجھ سے تو خدا دور نہیں
چھین لیں دل کو اگر وہ تو یہ مجبوری ہے — میں کہے جاؤں گا محتاج ہو مقدور نہیں
سجدے کرنے سے شاخ جبیں اے زاہد — ہم کہے دیتے ہیں قسمت میں تری حور نہیں
دل کو ہوتی ہے خبر آپ کہیں یا نہ کہیں — ہم کو معلوم ہے وہ بات جو مشہور نہیں
محتسب رنج علت ہے گمان مے سے — سونگھنے کو بھی میسر مجھے انگور نہیں
لب تک آئی تھی شکایت کہ محبت نے کہا — دیکھ پچھتائے گا خاموش یہ دستور نہیں
رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہوں گے — صاف کہہ دیجئے ملنا مجھے منظور نہیں
تم نے دی کوہکن و قیس سے مجھکو نسبت — کوئی دیوانہ نہیں یا کوئی مزدور نہیں

کیا کرے داغ کوئی اس کی محبت کا علاج
وہ کلیجا ہی نہیں جس میں یہ ناسور نہیں

گلے ملا ہے وہ مست شباب برسوں میں — ہوا ہے دل کو سرور شراب برسوں میں

خدا کرے کہ مزا انتظار کا نہ مٹے
مرے سوال کا وہ دیں جواب برسوں میں

بچیں گے حضرت زاہد کہیں بغیر پئے
ملی ہے مفت کی حضرت شراب برسوں میں

حیا و شرم تمہاری گواہ ہے اسکی
ہوا ہے آج کوئی کامیاب برسوں میں

یہ ضعف دل ہی کی خوبی ہے بلکہ ہے احسان
کبھی ہوا تو ہوا اضطراب برسوں میں

شب وصال اُسے کیوں نہ شرم آ جائے
جب آئینے سے بھی ٹوٹے حجاب برسوں میں

ہمارے بعد کچھ ایسا ہوا مزاج ان کا
کہ لطف روز ہے سب پر عتاب برسوں میں

نگاہ مست سے اسکی ہوا یہ حال مرا
کہ جیسے پی ہو کسی نے شراب برسوں میں

کہاں ہوا ہے رخ یار قابل بوسہ
یہ دن دکھائیگا یہ آفتاب برسوں میں

نہ کیوں ہو ناز مجھے اپنے دل پہ اے ظالم
کیا ہے تو نے جسے انتخاب برسوں میں

وہ بولے داغ کی صورت کو ہم ترستے ہیں
ملا ہے آج یہ خانہ خراب برسوں میں

یہ فتنہ آتش الفت کا پہنچیگا نہ محشر میں
لگی ہے آپکے گھر سے بجھے گی آپکے گھر میں

خمار آلودہ آنکھیں بل جبیں پر درد ہو سر میں
رہے تم رات بھر بیچین کس کمبخت کے گھر میں

ہوا جب چاک دامن پارسا نکلے گئے قاصد
پھٹے میں پاؤں یہ ضرب المثل ہے نامہ بر میں

مزا جاتا رہا چوری چھپے گھر دیکھ لینے کا
لگا دی غیر کی تصویر اس نے روزن در میں

تری تو بیکسی بھی جھوٹ سی خالی نہیں ظالم
مجھے ملتی ہی کیا وہ جو بچے رہ جاتی ہو ساغر میں

بدل جائیگی قسمت حشر کو اہل مصیبت کی
نہیں ہے جب بھی تو ہو جائیگا میرے مقدر میں

مذمت کر رہا ہے بادۂ انگور کی واعظ
مزہ جب ہے کہ ہو ایسی ہی نکلی آب کوثر میں

اثر ہوتا ہے ایسا جذب کامل اسکو کہتے ہیں
بجائے آب خون بے گنہ ہو تیرے خنجر میں

تڑپ کر لوٹ کر رویا ہوں میں جب دم شب فرقت
تو عالم موج دریا کا رہا ہے چین بستر میں

نکال اہل حسد کی بیگناہی ورنہ اے واعظ
رقیبوں سے گلے ملنا پڑیگا مجھ کو محشر میں

چلو کعبے لے گی دولت وصل صنم تم کو
کمی کس چیز کی اے داغؔ ہو اللہ کے گھر میں

کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں
اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں

ناصحوں سے کلام کون کرے
اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں

اس قدر ناز ہے حسیں گویا
کوئی دنیا میں خوبرو ہی نہیں

جو ترے لطف سے نکل جائے
وہ مرے دل کی آرزو ہی نہیں

ہے وہ صورت پرست بھی دیکھو
فقط آئینہ حبیب جو ہی نہیں

رشک اُس کا ہو کیا گل فردوس
وہ نزاکت وہ رنگ و بو ہی نہیں

سادہ لوحی تو عشق میں دیکھو
جانتا ہوں کوئی عدو ہی نہیں

تیغ تیری عبث ہے تشنۂ خون
اس تن زار میں لہو ہی نہیں

عشق میں وضع کیا رہے اے داغؔ
کہ تجھے پاس آبرو ہی نہیں

ردیف واوٗ

ضعف سے بیمار الفت کیا سنبھالے ہاتھ پاؤں
اس تپ اعضا شکن نے توڑ ڈالے ہاتھ پاؤں

تجھ سے کیا نسبت کرتے لیلیٰ کے کالے ہاتھ پاؤں
حق نے تیرے نور کے سانچے میں ڈھالے ہاتھ پاؤں

ہاتھ پکڑے مجھ کو کھینچے پھر سوئے دشت بلا
اے جنوں اب کر دیئے تیرے حوالے ہاتھ پاؤں

صدقے ایسی قید کے قربان اس زنجیر کے
وہ کہے یہ مجھ سے جب جائیں چھپالے ہاتھ پاؤں

آپ اور مجھ کو تہ زانو دبا کر کیجیے ذبح
بیٹھے رہیے بس میں صاحب۔ دیکھیے جاتے ہاتھ پاؤں

خواہ باندھیں خواہ جکڑیں انکو زنجیر دیں وہ
بچے اُن زلفوں کے ہاتھوں بیچ ڈالے ہاتھ پاؤں

دردسے ہم اسیروں کی خبر کیونکر اسے — صوت زنجیر کب کرتے ہیں نالے ہاتھ پاؤں
دوڑتے دو اپنی رہ میں بیٹھے دو سر مجھے — ذبح سے پہلے ہی یہ مجرم نکالے ہاتھ پاؤں
سیکڑوں کو قتل لاکھوں کو کیا ہے پائمال — یہ نکالے میری جان تو نے نرالے ہاتھ پاؤں
ہاتھ الجھے جیب سے پھر پاؤں لپٹے خار سے — مجھ زنداں سے نکلتے ہی نکالے ہاتھ پاؤں
سر سناں نے سینہ خنجر نے لیا ناوک نے دل — ہیں یہ تیری نذر لے تیغ جفا لے ہاتھ پاؤں
ذبح کرتے ہیں کبھی پامال کرتے ہیں کبھی — پھر بچائے رکھتے ہیں یہ حسین والے ہاتھ پاؤں

کر دیا ہے چور ہم کو نشۂ الفت میں داغ
اب بھلا کوئی سنبھلے ہیں سنبھالے ہاتھ پاؤں

سچ ہے تیری ہے آرزو مجھکو — کہیں جینے دے یوں ہی تو مجھکو
بندۂ زر خرید ہوں ہر دم — دیکھیے آنکھوں کے روبرو مجھکو
کل تلک اس کی تلاش تھی لیکن — آج ہے اپنی جستجو مجھکو
پہلے وہ تھا کہ تم نہ تھے آگاہ — اب وہ ہوں سن لو کو بکو مجھکو
حشر میں کیا کہوں گا جب وہ کہیں — کیا نہیں جانتا ہے تو مجھکو
واں شکایت پہ وہ حکایت ہے — کہ نہیں جائے گفتگو مجھکو
اے حیات دو روزہ لے آئی — کن گرفتاریوں میں تو مجھکو
نکہت گل ہے ناگوار دماغ — کیا سمائی ہوئی ہے بو مجھکو

داغ یک سو خوشی نہیں آتی
ناامیدانہ آرزو مجھکو

دکھانا گر تمھیں بد نظر ہے روئے روشن کو — لگایا کیوں ہے پردہ تم لگا دو آگ چلمن کو
ہمیں صیاد گلشن میں بھی تھا خوف گرفتاری — بنایا بارہا شکل قفس اپنے نشیمن کو
خدا چاہے اگر سنگین دلوں کو سرنگوں کرنا — تو کیا ہے پھر عجب گر بت کرے سجدہ برہمن کو

دمِ بسمل ہوئی کیوں دیر آتی دم نکلنے میں
قضا کیا مژدہ پہنچانے لگی ہے میرے دشمن کو

ملیں سا روزِ ازل ہم غمزدوں کو نعمتیں کیا کیا
دلِ بیتاب ماتم کو لبِ فریاد شیون کو

اسے کہتے ہیں وصلِ عاشق و معشوق اے قاتل
کہ ملکر تیرے خنجر نے نہ چھوڑا میری گردن کو

لباسِ عاشقِ دیوانہ بھی گویا ہے دیوانہ
گریباں آستیں کو آستیں لپٹی ہے دامن کو

ستم تیرے جو دیکھے جل گئے معشوق سے عاشق
بجھاتے ہیں پر پروانہ میری شمعِ مدفن کو

اجل کے ہاتھ سے اے داغ بچنے کا نہیں کوئی
نہ چھوڑا دوست کو اسنے نہ چھوڑے گی یہ دشمن کو

پوشیدہ جب ہو راز کہ منھ میں زباں نہ ہو
ہم بات بھی کریں تو بغیر از فغاں نہ ہو

لے جائیں آہ تجھکو میری بدگمانیاں
ظالم وہاں کہ تیرا پتا بھی جہاں نہ ہو

رکھنا ہماری خاک سے کچھ راہ اے صبا
مرقد میں بند سوزِ جگر کا دھواں نہ ہو

مارا نگاہِ ناز سے پہلے جگر میں تیر
پھر اس پہ حکم یہ ہے کہ لب پر فغاں نہ ہو

ناصح عذابِ عشقِ صنم لطفِ حق سمجھ
یعنی عذاب ہم کو یہاں ہو وہاں نہ ہو

کچھ چاہیے بشر کے لیے غم کی چھیڑ چھاڑ
ہم بھی نہ ہوں اگر ستمِ آسماں نہ ہو

اٹھوں گا خاک ہو کے تری رہگذر سے میں
تا بعدِ مرگ میرا جنازہ گراں نہ ہو

نیرنگیِ چمن جو مجھے یاد آ گئی
گل پر ہوا گماں کہ برگِ خزاں نہ ہو

تم کو مزہ نہ دے گی کبھی داستانِ عشق
جبتک ہمارے منھ سے یہ قصہ بیاں نہ ہو

کہتے ہیں لوگ زیرِ زمیں جسکو آسماں
وہ کشتگانِ آتشِ غم کا دھواں نہ ہو

باز آئے لطف سے جو ہوا اسمیں تم شریک
ظالم خدا کے واسطے تو مہرباں نہ ہو

رکھتے ہیں کیا چھپا کے غمِ یار دل میں ہم
ڈر ہے کہ یہ نصیبِ دلِ دشمناں نہ ہو

اس بیخودی میں میں نے گذاری شبِ فراق
زندہ ہی بدگمان ہے کہ تجھکو گماں نہ ہو

ناقہ کو قیس کیا نہ لگا لائے راہ پر
لیلیٰ کا رازدار اگر ساربان نہ ہو

تہمت کسی کو ظلم کی اے داغ کیوں لگائیں
شکوہ بتوں سے کیا جو خدا مہربان نہ ہو

یہ سن سن کے مرنا پڑا ہر کسی کو
نہیں مرتے دیکھا کسی پر کسی کو

خدا دے تو دے اپنا غم ہر کسی کو
کرے پر نہ مائل کسی پر کسی کو

نہ جاؤں گا تنہا بہشت بریں میں
کہ لیجاؤں گا دل کے اندر کسی کو

یہ بجلی نہیں جسکی اک سیر کرتے
تڑپ جاؤ دیکھو جو مضطر کسی کو

نہ کر ناصحا ایسی دیوانی باتیں
یہ کیا کھینچ مارا جو پتھر کسی کو

زہے منصفی قتل تو نے کیا ہے
وفا پر کسی کو دعا پر کسی کو

مجھے دیکھ لو ہو کے چیں بر جبیں تم
نہ دیکھا ہو گر زیر خنجر کسی کو

محبت میں جس جا گئے لٹ گئے ہم
لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

رہے تشنۂ دید مشتاق ان کے
ملا بھی تو زہر آب خنجر کسی کو

بہت چھیڑ کر ہم کو پچھتائیے گا
ستاتے نہیں بندہ پرور کسی کو

یہ کہتی ہے اے داغ چتون تمھاری
کہ تم چاہتے ہو مسخر کسی کو

وقت آخر پوچھتے ہو کیا ہماری آرزو
اشک باری ہے تمنا بیقراری آرزو

خاک کرتا ہے تغافل گریہ ساری آرزو
اس پہ تجھسے آرزو ملنے ہماری آرزو

ایک سے ہے ایک الفت میں گراں بار الم
دل جو کچھ پر بار تو ہے دل پہ بھاری آرزو

چشم تر گریہ سے کب نکلی ہے دل کی مراد
ساتھ اشکوں کے نہیں نکلی ہماری آرزو

کہہ دو یہ اہل ہوس سے نہیں کام آئیگی
کوڑیوں کے مول بکتی ہے تمہاری آرزو

گر لگا رکھنے کا مشتاقوں کے آجائے مزہ
تم کو ہو جائے مری امیدواری آرزو

بندھ گئی اک وضع سے ابتک تو آگے دیکھئے
چھوڑتی ہے یا نہیں یہ وضعداری آرزو

کون تھا مجھ سا تمنائی کہ برسوں میرے بعد قبر پر آ آ کے چلائی پکاری آرزو
لطف حسن و عشق تو جب ہے کہ دل سے دل ملے کچھ ہماری آرزو ہو کچھ تمہاری آرزو
رفتہ رفتہ تیر سینے سے مرے قاتل نکال لطف کیا نکلے اگر اک بار ساری آرزو

پھر مرے داغ کہن اے داغ تازہ ہو گئے
دل میں آئی صورت باد بہاری آرزو

کیا چاک کیا تو نے میری جان مرے دل کو میرا ہی بنایا ہے گریبان مرے دل کو
اک کھیل ہوئی الفت جاناں مرے دل کو دشوار جو مجھ کو ہے وہ آساں مرے دل کو
تجھ کو ہے قسم درد محبت مرے دل کی تو چین نہ دینا کسی عنوان مرے دل کو
پھر حسرت و ارمان و تمنا بھی نہ ہوں گے اے یاس نہ کر بے سر و ساماں مرے دل کو
یا اس بت گمراہ کو لا راہ وفا پر یا پھیر دے اے گردش دوراں مرے دل کو
اچھی کہی اچھا نہیں کچھ دل کا لگانا یہ لگ گئی اے ناصح ناداں مرے دل کو
تاثیر دکھا جائے محبت تو عجب کیا سینے سے لگا آج مری جان مرے دل کو
کچھ دور نہیں بتکدہ و کعبہ سمجھ لیں کافر تیری آنکھوں کو مسلماں مرے دل کو

ہے لطف تو یہ تجھ کو ہو محشر میں بھی انکار
اور داغ کہے تو نے لیا ہاں مرے دل کو

جوہر دکھاؤ صاحب جوہر کے روبرو ہے قدر آئینے کی سکندر کے روبرو
دل کھنچ چلا ہے باندھ کے دلبر کے روبرو جاتا ہے اک اسیر ستمگر کے روبرو
کہتا ہے سرو شاخ ثمرور کو دیکھ کر مفلس ہے بے وقار تونگر کے روبرو
ہو کر بھلا شکم کو بھریں کیوں نہ اہل حرص شیشے کو ہچکی لگتی ہے ساغر کے روبرو
در ہے مجھے نہ یار سے چرخ ستم شریک رویا ہوں شب کو دیدۂ اختر کے روبرو
اس بت میں اک خدائی کا جلوہ ہے ورنہ شیخ سجدہ کیے سے فائدہ پتھر کے روبرو

آنسو بہا رہا ہوں خطِ یار پڑھ کے میں — یوں دانہ ڈالتا ہوں کبوتر کے روبرو
حاصل ہوئی بھی عقل فلاطوں اگر تو کیا — چلتی نہیں کسی کی مقدر کے روبرو

اے داغ ہوگا ہم سے کسی کا جواب کیا
مقدار چشمہ کیا ہے سمندر کے روبرو

طریق عشق میں اے دل ہیں پیچ و خم سو سو — غلط پڑے ہیں یہاں خضر کے قدم سو سو
برس پڑے وہ مجھے دیکھ کر خدا کی پناہ — ہزار ناز ہر اک ناز میں ستم سو سو
دل شکستہ کا مضمون لکھا نہیں جاتا — کہ ایک نکتے پہ ٹوٹا کیے قلم سو سو
ہزار جلوے سے معمور ہے یہ کافر دل — اس ایک سنگ سے پیدا ہوئے صنم سو سو
خطر ہے پھینک نہ دے مرغ نامہ بر مکتوب — کہ نامہ باندھتے ہیں ایک پر میں ہم سو سو
کھلیں نہ ہم سے کبھی پیچ انکی باتوں کے — جو ایک بات کے پہلو بٹھائیں ہم سو سو
بنو گے حشر میں تم دادخواہ کس کس کے — یہی سوال وہ کرتے ہیں دمبدم سو سو
بہار خلد سے آباد تھا جہان آباد — ہر ایک کوچے میں تھے گلشن ارم سو سو

ابھی سے چرخ کی گردش کا داغ کیا شکوہ
ابھی تو لائے گا چکر یہ پشت خم سو سو

ہم تو مرتے ہیں ادا پر دلستاں ہو کوئی ہو — دوست دشمن مہرباں نامہرباں ہو کوئی ہو
اس نے لی ہے دست نازک میں برہنہ جیسے تیغ — یا الٰہی نیم بسمل نیم جاں ہو کوئی ہو
شاد ہوں کیا وعدۂ فردا سے اے خلوت گزیں — یہ تو ممکن ہی نہیں ہو تو جہاں ہو کوئی ہو
سر میں ہو گردن میں ہو پہلو میں ہو سینے میں ہو — تیغ ہو خنجر ہو پیکاں ہو سناں ہو کوئی ہو
غیر اچھا میں بُرا سچے ہو تم جھوٹے نہیں — آدمی کا آدمی راحت رساں ہو کوئی ہو
میرے قصے میں برائی کیا ہے سن تو لیجئے — خواب راحت سے غرض ہے داستاں ہو کوئی ہو
آدمی کے واسطے چشم بصیرت چاہیئے — دل سے ہو منظور نظر دل سے نہاں ہو کوئی ہو

ہم نہیں اے آہ تو سارا زمانہ ہیچ ہے
پھونک دے سب کو زمیں ہو آسماں ہو کوئی ہو

اے فلک یہ کیا ابھی کچھ تھا ابھی کچھ ہو گیا
غم ہو یا شادی ہو لیکن جاوداں ہو کوئی ہو

آشنا حرفِ تمنا سے ہو تو کیجے قلم
میں نہیں کہتا کہ میری ہی زباں ہو کوئی ہو

وہ نہ ہو تو یاس ہو یہ تو نہ ہو کوئی تو ہو
خانۂ دل میں الٰہی میہماں ہو کوئی ہو

غیر کو کیوں چھوڑتے ہو قتل گاہِ عام میں
امتحاں کی جگہ ٹھہرے امتحاں ہو کوئی ہو

بزمِ دشمن میں ہے اذنِ عام یارب بھیجدے
حشر ہو طوفاں ہو مرگِ ناگہاں ہو کوئی ہو

مدفنِ عشاق پر کافی ہے تیرا نقشِ پا
عافیت ان بے نشانوں کا نشاں ہو کوئی ہو

بعد مجنوں داغ سے آباد ہے دشتِ جنوں
اس خرابی کیلئے بے خانماں ہو کوئی ہو

نالے کھینچیں گے اگر تاثیر الٹی ہو تو ہو
راست ہر تدبیر گو تقدیر الٹی ہو تو ہو

وہ بھی برہم میں بھی راضی قتل کا ساماں درست
اب رواں گردن پہ گر شمشیر الٹی ہو تو ہو

کر لیا وعدہ انھوں نے ہو گئی تدبیرِ وصل
اور اس پر بھی اگر تقدیر الٹی ہو تو ہو

کچھ خیالِ وصل سے ابدل نہیں ہوتا وصال
ہاں مگر اس خواب کی تعبیر الٹی ہو تو ہو

ہم گنہگاروں کا لکھا ہو سکے تبدیل کیا
نامۂ اعمال کی تحریر الٹی ہو تو ہو

مر بھی جاؤں تو نہ ہو ان کو مرا مردہ عزیز
بلکہ میری لاش کی تشہیر الٹی ہو تو ہو

ہم نے جو نالہ کیا تیر الٰہی ہے درست
عقل تیری آسمان پیر الٹی ہو تو ہو

اس ستمگر سے دلِ نافہم امیدِ کرم
بے گناہی پہ تجھے تقدیر الٹی ہو تو ہو

سیدھی سیدھی ہم تو باتیں ان کو لکھ بھیجیں گے داغ
وہ الٹ سمجھیں کی گر تقدیر الٹی ہو تو ہو

اے فلک چاہیے جی بھر کے نظارا ہم کو
جا کے آنا نہیں دنیا میں دوبارا ہم کو

کبھی ایسا نہ کنایا نہ اشارہ ہم کو
کم نگاہی نے تری جان سے مارا ہم کو

ہم کسی زلف پریشاں کی طرح اے تقدیر
خوب بگڑے تھے مگر خوب سنوارا ہم کو

جب کھنچے ان سے ہوئے اور زیادہ مضطر
مرض عشق کے پرہیز نے مارا ہم کو

شکر صد شکر کہ اب قبر میں ہم جا پہونچے
توسن عمر نے منزل پہ اُتارا ہم کو

روز تکرار کرے کون خریداروں سے
دلگی اس گرمی بازار نے مارا ہم کو

چل تو لے دل رہ الفت میں کہیں راہ نما
مل رہے گا کوئی اللہ کا پیارا ہم کو

اب تو ہم تذکرۂ غیر پہ آفت ٹھہرے
پھر قیامت ہیں جو چھیڑوگے دوبارا ہم کو

ہیں اس آئینہ رو کی بھی ہیں گویا طلسم
آج تو خوب ہی شیشے میں اتارا ہم کو

آپ سے آپ نہ دے گا کوئی سودا اپنا
پھیر دیجے دل بے تاب ہمارا ہم کو

ہم سے رو ہیں سوا مردمک چشم سے بھی
پر جو دیکھے تو لگے آنکھ کا تارا ہم کو

بدسلوکی میں مزہ کیا ہے مزہ ہے اس میں
کہ ہمارا ہو تمھیں پاس تمھارا ہم کو

بحر ہستی میں ہوئے کشتی طوفانی ہم
نہیں ملتا ہے کہیں داغ کنارا ہم کو

وہ طریق مہر و رہ وفا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
تمھیں روز یاد دلاؤں گا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کیا پہلے خط میں بہت رقم کہا پھر زباں سے اپنا غم
مگر اس پہ بھی مرا ماجرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہمیں کس کی شرم لحاظ کیا یہ خدا کے واسطے کب کہا
تمھیں آئینے سے بھی تھی حیا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ کسی کا شکوہ کوئی خجل وہ کسی کا داغ کسی کا دل
وہ کسی کا کوئی تھا آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مجھے ڈر ہے یہ نہ ہوں حجتیں کہ پڑی ہیں حشر کی مدتیں

دم باز پرس مری خطا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

چڑھے ذہن پر نہ زباں پر اب مرے چار حرف وصال اب
تو پھر آگے کہنے کا لطف کیا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ابھی قول کرکے جو پھرے تم ہوئی اس سے تو مری عقل گم
کہ خدائی کا نام بھی مدعا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہ کہاں کہ بیٹھو ہزار میں تمھیں شرم آتی تھی چار میں
یہ تو دو ہی دن کا ہے ماجرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو داغ سحر بیاں رہا کہ ثنا گر اُس کا جہاں رہا
کوئی شعر اُس کا برا بھلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجھکو
اور پھر ڈھونڈتے پھرتے ہوئے تم مجھکو

دیکھیے مستی میں جو سرگرم تکلم مجھکو
کہے واعظ بھی کہ للہ کوئی خم مجھکو

غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو
نام کو داغ ہوں کیا جانتے ہو تم مجھکو

ساقیا اس میں کھینچی کیا کسی مجذوب کی روح
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے سرِ خم مجھکو

جیسے آنکھوں میں سمائی ہیں وہ کافر نظریں
رات دن اپنی نظر سے ہے توہم مجھکو

یا سنادے مرے مطلب کی کوئی اے ناصح
یا یہ کہہ دے کہ نہیں تاب تکلم مجھکو

ساقیا نشہ نے کیا تری آنکھیں کرمیں
کر لے جام مجھے شیشہ مجھے خم مجھکو

جم گئی گرد رہ میکدہ مجھ پر واعظ
خاک سے پاک کرے پھر نہ یہ قلزم مجھکو

سہم جاتی ہے خوشی ڈرتی ہے فرحت مجھ سے
کبھی آتا ہے تو دزدیدہ تبسم مجھکو

جب گئی کہہ کے گئی میری دعا سے تاثیر
گم کرے تجھ کو خدا تو نے کیا گم مجھکو

میں نے اس حال پہ بھی دل کو بہت سمجھایا
ضعف سے گرچہ نہ تھی تاب تکلم مجھکو

تم کہاں غیر کہاں جھوٹ غلط محض دروغ
خفقان ہے یہ جنون ہے یہ توہم مجھکو

اللہ رے تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو — شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو

محشر میں اُسی بت کا طرفدار خدا ہو — جنت سے بدل جائے جہنم تو مزا ہو

بسمل کے تڑپنے کا تماشا تو ذرا ہو — تھم تھم کے چھری پھیریے رہ رہ کے جفا ہو

گھر اپنے گئے ہیں وہ مٹاتے ہوئے اسکو — یہ تو نہ ہو وہ غیر کا نقش کف پا ہو

برباد کروں گا اسی کوچے میں دفیں — کیوں رکتی ہے آگے مرے لے باد صبا ہو

فریاد جگر نغمہ نے تازہ بلبل — دلکش ہو کسی طرح کی ہو کوئی صدا ہو

کیوں وصل کی حسرت مرے دل سے نہیں مٹتی — یہ کاوش آلہی اُسی بدخو کی وفا ہو

نیرنگیٔ خون شہدا دیکھ تو قاتل — پانی ہو بہائے سے لگائے سے حنا ہو

مے عید کے اقرار پہ لی ہے رمضان میں — یہ قرض ادا ہو تو بڑا فرض ادا ہو

دعویٰ ہی مجھے دل پہ ہے زبان پہ ہی نہیں ناز — یہ شرط ٹھہر جائے کہ جھوٹے کو سزا ہو

تعریف نے کوثر کی مجھے خوب پلائی — کیا بات ہے واعظ تری عقبیٰ کا بھلا ہو

بے وجہ چھپایا نہیں قاصد نے خط اُن کا — ایسا نہ ہو کمبخت کی مٹھی میں قضا ہو

کیا توبہ کروں عشق سے اے حضرت ناصح — ڈرتا ہوں کہ یہ بھی نہ شب غم کی دعا ہو

اس دل سے مجھے لاگ ہو پھر تو میں ہوں — تم شان وفا - کان وفا جان وفا ہو

واعظ نہ کرے طعن مرے جرم و خطا پر — کیا اس کا ہے گر بخشنے والے کو مزا ہو

کیونکر نہ پھیروں کعبے سے بت خانے کو زاہد — پھر جائے مرے ساتھ اگر قبلہ نما ہو

کیوں داغ کا نام آتے ہی نفرت ہوئی تم کو
اک شخص ہے وہ تم اُسے سمجھے ہوئے کیا ہو

کچھ سوچ سمجھ کر دل مضطر پہ جفا ہو — ایسا نہ ہو اس میں کوئی تیری بھی ادا ہو

میں نے جو کہا سیر ہو کل روز جزا ہو — فرماتے ہیں واں بھی ہمیں سمجھے ہوں تو کیا ہو

کیوں صبح شب وصل خدا کو مجھے سونپا — دشمن ہی کو دیجئے جو مرے حق کی دعا ہو

اسطرح سے قاصد نے تو رک رک کے کہا حال — جیسے کہ سبق پڑھ کے کوئی بھول گیا ہو

جلتا ہوں الٰہی نفس سرد سے اپنے — اسکو نہ جلائے تو جہنم کو سزا ہو

دل ہم نے بنایا ہے ہدف تیر لگا لے — اب جس قدر انداز کی چشمک میں قضا ہو

ڈر ہے نہ اوگیں خار مژہ قبر پہ میرے — یہ حسرت دیدار نہ انگشت نما ہو

قاصد یہ سمجھنا کہ یہی شہر ہے اس کا — مشہور جہاں نام تغافل کا جیا ہو

رنجش مری بڑھ کر ہے تمھاری خفگی سے — میں جان سے بیزار ہوں تم مجھ سے خفا ہو

جی چاہتا ہے غیر کو دوں اپنا مقدر — کیا اسمیں برائی ہے کسیکا جو بھلا ہو

میں اور کروں دعویٰ خوں مجھ سے نہ ہوگا — تم چھوڑ بھی دو ہاتھ کوئی سوچتے کیا ہو

مطرب سے کہو ان کو سنائے وہ سنیں گے — جس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو

چاہت کا مزہ بعد ہمارے نہ ملے گا — ہر شخص سے تم آپ کہوگے ہمیں چاہو

ہوتی ہے وہاں روز جفاؤں کی ترقی — اے ذوق فزوں ہو ابھی اے شوق سوا ہو

دیوانے لگاتے ہیں عجب رنگ کی مہندی — جب آبلوں میں خون چھلک آئے حنا ہو

بدلوں نہ کبھی اور حسینوں کی وفا سے — وہ کینہ بھی اچھا جو ترے دل میں رہا ہو

اس بت سے بگاڑی کا زبن آئیگی تھیں داغ
کیا پیش چلے جس کا طرفدار خدا ہو

کیا خود وعدہ عیاری تو دیکھو — دل آزاروں کی دل داری تو دیکھو

مرے دل کی وفاداری تو دیکھو — پھر اس پر اپنی عیاری تو دیکھو

کیا جب وعدہ آنے کا نہ آئے — اس آسانی کی دشواری تو دیکھو

بنا روز جزا جس کی سزا ہو — مری قدر گنہگاری تو دیکھو

وہ کہتے ہیں مرے غم میں نہ مرنا — یہ مجبوری یہ لاچاری تو دیکھو

بنالیں شرم آلودہ نگاہیں — تغافل میں یہ ہشیاری تو دیکھو

مٹا نقش وفا اس بت کے دل سے — جاری گریہ و زاری تو دیکھو
نہ عاشق کا نہ یہ معشوق کا دوست — فلک کی تم ستمگاری تو دیکھو
پھنسایا اس بت بیگانہ وش کو — محبت کی گرفتاری تو دیکھو
خدا سے بخشوانے کو ہیں موجود — رقیبوں کی طرفداری تو دیکھو
خدا نے دی ہیں آنکھیں دیکھنے کو — تم اپنی مردم آزاری تو دیکھو
نہ آئی قبر میں بھی نیند مجھکو — مری قسمت کی بیداری تو دیکھو

غزل کیا خاک لکھیں حضرت داغ
ہجوم کار سرکاری تو دیکھو

چلتے نہیں ہیں ساتھ مرے ہمسفر کے پانو — ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو
آنکھوں کے بل چلوں گا تری راہ شوق میں — موئے مژہ بنیں گے مری چشم تر کے پانو
کیا مضطرب رہے شب فرقت مرے عزیز — پھرتے ہی پھرتے ٹوٹ گئے سارے گھر کے پانو
آئی ہے کوئے یار سے مستانہ کس قدر — کیا لڑکھڑائے جاتے ہیں باد سحر کے پانو
وقت خرام ناز تعجب نہیں اگر — فتنے بھی اڑ کے چوم لیں اس فتنہ گر کے پانو
ہے کچھ جواب شست مقرر کہ جو ادھر — اٹھتے ہیں دیر دیر مرے نامہ بر کے پانو
چل کر وہ میرے ساتھ بتائیں جو راہ دوست — آب بقا سے دھو کے پیوں میں خضر کے پانو
صیاد دام تفس سے چھٹے بھی تو کیا چھٹے — کس کام کے ہیں طائر بے بال و پر کے پانو
لاکھوں میں مجھکو تاڑ گیا وہ نگاہ ناز — رکھا جو میں نے محفل اعدا میں ڈر کے پانو
آتا وہ دوڑ کر شب غم اے دعائے وصل — اللہ نے بنائے نہیں کیا اثر کے پانو
تھک تھک کے بیٹھ جائے نہ کیوں تیری راہ میں — لوہے کے تو نہیں ہیں الٰہی بشر کے پانو
وہ آئے کس طرح یہ گیا کس طریق سے — ہیں میرے دل کے پانو کہ تیری نظر کے پانو
سینے سے اپنے ساتھ اڑا کر یہ لے گئے — گویا تمھارے تیر تھے میرے جگر کے پانو

پہونچی ہے ایک آن میں بابِ قبول تک
پھیلائے کیا دعا نے مرے ہاتھ بھر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا
سر پر دھرے ہیں عرش نے خیرالبشر کے پانو

جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو
خلش کیوں ہو تپش کیوں ہو قلق کیوں ہو فغاں کیوں ہو

مزا آتا نہیں تھم تھم کے ہم کو رنج و راحت کا
خوشی ہو غم ہو جو کچھ ہو الٰہی ناگہاں کیوں ہو

یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوحِ تربت پر
جو ہو فرقت کی بے تابی تو یوں خوابِ گراں کیوں ہو

ہمیشہ آدمی کا آدمی غم خوار ہوتا ہے
یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازداں کیوں ہو

غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی برپا
یہ پوچھا تھا کہ تم آزردہ مجھ سے میری جاں کیوں ہو

بہت نکلیں گے روزِ حشر تیرے جور کے خواہاں
ستم کا حوصلہ دنیا میں صرف امتحاں کیوں ہو

ہمیں گو رنجش بیجا ہے لیکن ہے تجھی سے ہے
محبت گر نہ ہو باہم شکایت درمیاں کیوں ہو

گئے ٹھکرا کے مجھ کو در پہ کہتے کہتے یہ بھی
نصیبِ دشمناں تو پائمالِ آسماں کیوں ہو

نئی تاکید ہے ضبطِ محبت کی وہ کہتے ہیں
جگر ہو تو فغاں کیوں ہو دہن ہو تو زباں کیوں ہو

شریک دورِ بزمِ عدو میں خاک ہوتے ہیں
کسی نے رات پھر اتنا نہ پوچھا تم یہاں کیوں ہو

تحمل کر سکے کیا حسن نازک ان نگاہوں کا
اسے میں نے چھپایا ہے وگرنہ وہ نہاں کیوں ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہے کیوں کہتے ہیں وعدوں پر
خدا کو [illegible] میرے تمہارے درمیاں کیوں ہو

جگر سے کم نہیں اے چارہ گر داغ جگر مجھ کو
جو پیدا کی ہو مر مر کر وہ دولت رائیگاں کیوں ہو

نوید جاں فزا ہے کیا خبر قاتل کے آنے کی
بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادماں کیوں ہو

ردیف ہائے ہوز

رہ گئی یار گلعذار سے آنکھ
اب نہیں چھٹتی ہے [illegible] سے آنکھ

کچھ وہ حیرت ہے کچھ وہ حسرت ہے
خوب چھنتی ہے [illegible] سے آنکھ

دید کا بھی ہے کیا برا لپکا
بہتی رہتی ہے [illegible] سے آنکھ

اُن کو دیکھا ہے جب [illegible]
پھر گئی سر [illegible] سے آنکھ

تو وہ ناوک نظر کھینچے
کیوں چرائی مرے مزار سے آنکھ

وہ [illegible] سے میکشی کا مزہ
جام سے لب ہے تو خمار سے آنکھ

اشک خوں نے گل کھلائے ہیں
آج آئی ہے کس بہار سے آنکھ

کیا بچے ناوک نظر سے دل
چوکتی ہی نہیں شکار سے آنکھ

بوسے وہ شکوۂ تغافل پر — ملی کس کس امیدوار سے آنکھ

یار سے آنکھ کیا لڑاؤں میں — نہیں ملتی ہے رازدار سے آنکھ

نشہ تیرا اتر گیا اے داغ
کھل گئی غفلت خمار سے آنکھ

یوں شب وعدہ رہی طالب دیدار کی آنکھ — جس طرح سوئے چمن مرغ گرفتار کی آنکھ

کبھی لگتی ہی نہیں نرگس بیمار کی آنکھ — اس نے دیکھی ہے چمن میں کسی ہشیار کی آنکھ

ہم دکھا لائیں تجھے نرگس بیمار کی آنکھ — ڈورے ڈالے گی مگر بلبل گلزار کی آنکھ

آنکھ تقدیر نہ پھیرے نہ پھرے یار کی آنکھ — کیا ہوا ہم سے اگر پھر گئی اغیار کی آنکھ

نیند آئی ہے سر شام شب وصل انھیں — کیا برے وقت لگی طالع بیدار کی آنکھ

شوق نظارۂ گلشن ہو تو لے چل صیاد — سیر گلزار کو اس مرغ گرفتار کی آنکھ

رقص بسمل کے تماشے کا ہوا شوق ... یا — بن گیا حلقۂ جوہر تری تلوار کی آنکھ

زلف دیتی ہے تری ابروئے پرخم کا جواب — داد دیتی ہے تری شوخی رفتار کی آنکھ

طور بے طور ہوئے دل کی خدا خیر کرے — بے طرح گھات میں ہے اس عیار کی آنکھ

وہ تھے موسیٰ ہی جنھیں تاب نظارہ ہوئی — یاں نہ جھپکے گی ترے طالب دیدار کی آنکھ

اے دل صاف صفائی کے تو ہی معنی ہیں — کبھی میلی نہ ہوا اس آئینہ رخسار کی آنکھ

اشک خوں دیکھ کے آنکھیں نہ نکال اے ظالم — دیکھنے آیا ترے طالب دیدار کی آنکھ

کیوں نہ پرخوں ہو ازل سے ہے کہ ظاہر مجھکو — شیشۂ بادہ کا دل ساغر سرشار کی آنکھ

جلوۂ یار نے دو رنگ دکھائے اپنے — ایک ظاہر میں تو ہے کا [illegible] دیدار کی آنکھ

اللہ اللہ کشش حسن کی ہمراہ نگاہ — کھنچی جاتی ہے تری طالب دیدار کی آنکھ

ہوتی جاتی ہے سوا بوسۂ لب کی قیمت — دیکھتے جاتے ہیں وہ اپنے خریدار کی آنکھ

آگ عشق دل فرہاد کی بجھنے کی نہیں — نے دیا بھی اگر چشمۂ کہسار کی آنکھ

گفتگو سے جو تھمی بات اشارے سے بڑھی
جب تھکی ان کی زبان ترجمہ کو طیار کی آنکھ

اے صبا اس کی گلی میں نہ اڑا خاک مری
کہیں میلی نہ ہو اس روزن دیوار کی آنکھ

دل چرایا ہے جو اب آنکھ ملائیں کیونکر
سامنے ہوتی ہے مشکل سے گنہگار کی آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے نگہ سے تری الفت اے داغ
کوئی چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی آنکھ

یاں تو بنا ہے جاتے ہیں عشق بتاں کے ساتھ
زاہد بہشت لیں گے وہاں کی وہاں کے ساتھ

بچ نکلا نہ دام کو نہ جلایا قفس مرا
بجلی کی تیزیاں تھیں فقط آشیاں کے ساتھ

میرے غبار نے بھی کیا منہ نہ اس طرف
تجھ کو کدورتیں جو رہیں آسماں کے ساتھ

آجائے خوب ناز و نزاکت کی تم کو جان
تم دو قدم چلو اگر اس ناتواں کے ساتھ

مانا کہ وہ ہیں گھر ہی میں اپنے مگر یہاں
سو حجتیں ہیں روز دل بدگماں کے ساتھ

واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا
پھرتے تری تلاش میں کیا کارواں کے ساتھ

اے عشق باز آئے رفاقت سے تیری ہم
تو بھی کہیں روانہ ہو عمر رواں کے ساتھ

سب کو ہے تیری یاد کی لذت جدا جدا
دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کے ساتھ

زاہد کو ایک قطرۂ زمزم پہ ناز ہے
یاں خم کے خم لنڈائے ہیں پیر مغاں کے ساتھ

مٹتی نہیں ہے خانہ خرابی کسی طرح
کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکاں کے ساتھ

ہم ایک کہہ کے سنتے ہیں دو چار گالیاں
ایک چھیڑ ہو گئی ہے ترے پاسباں کے ساتھ

اقرار حشر اے دل مضطر غلط نہ جان
تھوڑا یقین بھی چاہیے وہم و گماں کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زباں
تعریف آپ کی ہے اسی خوش بیاں کے ساتھ

دن گزار اب دل مہجور صد آفات کے ساتھ
وہ مزے رات کے ناداں گئے رات کے ساتھ

حفظ تسلیم ادب خلق تواضع تعظیم
کتنی تکلیف ہوئی شوق ملاقات کے ساتھ

بے قراری تو ٹھہرتے ہی ٹھہرتے جاتی — آ گیا صبر مگر مرگ مفاجات کیساتھ

جا مل بیٹھے جہاں پھر وہی رنگ اور ترنگ — کچھ عجب لطف ہے رندان خرابات کیساتھ

لب ترے ذکر مسی پر مجھے یاد آتے ہیں — چشمۂ خضر کا مذکور ہے ظلمات کیساتھ

رہنما بادیہ گرد کو ہوتے جیب دری — پانوں چلتے ہیں اشارے پہ مری بات کیساتھ

جلوہ دیکھے جو بت جوشش رہا کا صوفی — روح کیا سلب نہ ہو جائے کرامات کیساتھ

اپنے مذہب میں ہے برسوں کی عبادت سے فزوں — گذرے جو کوئی گھڑی رند خوش اوقات کیساتھ

دست نواب گہربار فلک دریا بار
داغ برسات سی آئی ہے برسات کیساتھ

یارب نہیں دے عشق صنم اور زیادہ — کچھ تجھ سے نہیں مانگتے ہم اور زیادہ

دل لے کے نہ کچھ مانگ ستم اور زیادہ — مقدور نہیں تیری قسم اور زیادہ

ہستی سے ہوئی فکر عدم اور زیادہ — غم اور زیادہ ہے الم اور زیادہ

بھرتا نہیں جب زخم کسی شکل سے قاتل — بھرتا ہوں تری تیغ کا دم اور زیادہ

تھی بخت زلیخا میں خریداری یوسف — اوروں نے لگائے نہ درم اور زیادہ

تلوار جو ہو جائے کمان خوب نہیں ہے — ابرو میں نہ دو تان کے خم اور زیادہ

انسان کی خواہش کو بڑھاتی ہے سخاوت — کرتے ہیں کرم اہل کرم اور زیادہ

یارب ہیں مرے ساتھ بہت حسرت و ارمان — ہو وسعت صحرائے عدم اور زیادہ

زندان سے بیابان میں تو وحشت ہوئی بڑھکر — کانٹوں نے لیے میرے قدم اور زیادہ

ہے دل میں کسی عالم تصویر کے تصور — بس چھیڑ نہ کر ناخن غم اور زیادہ

دشمن کی طرف سے وہ ادھر بھول کے آجائیں — تاریک ہو تو اے شب غم اور زیادہ

القاب ہی پر ختم ہوا نامہ کر دن کیا — چلتا نہیں مطلب پہ قلم اور زیادہ

گھر بیٹھے کرے دل سے طواف اسکی گلی کا — جھگڑا ہے بس اے اہل حرم اور زیادہ

پہنچا ہوں ادھر عرش سے اے ہمت عالی
اچھا ہے بڑے بڑھ کے قدم اور زیادہ

لے اے دل بیمار تمنا سے شفا کر
درماں سے ہوا درد و الم اور زیادہ

جب تک وہ تماشے کو کھڑے تھے لب ساحل
بیتاب تھی موج لب یم اور زیادہ

دل پیچ میں تقدیر کے باندھا اور اس پر
طرہ ہے تری زلف کا خم اور زیادہ

رہبر نے رہ کوچہ دکھا کر مجھے چھوڑا
آگے نہ بڑھی چار قدم اور زیادہ

پہنچا ہوں لب گور تو اب اے غم الفت
اب چھوڑ کہ مجھ میں نہیں دم اور زیادہ

بگڑی تھی ہوا آہ کی آخر شب وعدہ
نکلا مرے نالوں کا بھرم اور زیادہ

کیا صلح کریں دل کی ترے تیر نظر سے
کھنچتی ہے صفائی میں بہم اور زیادہ

دل ہو کے جو ٹھہرا تھا جگر چھین لیا کیوں
کیا مفت میں لی ایک رقم اور زیادہ

باقی ہے ادا کس نے تری تیغ نظر سے
قرباں ہوئے صید حرم اور زیادہ

وہ طالب ہیں اک عدد کہتے ہیں ان سے
کر ناز خبردار ستم اور زیادہ

خط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی
اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

قاصد نہیں رہ لکھا ہے جواب حال
پاتا ہوں وہاں زور قلم اور زیادہ

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے اے داغ
چہ اہل سخن جمع ہیں کم اور زیادہ

نہیں ہوتے مند سے قناعت زیادہ
بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

محبت میں سو لطف دیکھے ہیں لیکن
مزا دے گئی ہے شکایت زیادہ

مریض محبت کی اچھی دوا کی
اُسے کل سے ہے آج غفلت زیادہ

وہ تشریف لاتے ہی بولے کہ رخصت
نہیں ہم کو ملنے کی فرصت زیادہ

الٰہی زمانے کو کیا ہو گیا ہے
محبت تو کم ہے عداوت زیادہ

عدم سے سب آئے یہاں چار دن کو
نہیں ہوتی منظور رخصت زیادہ

بنے حوضِ مے صحنِ میخانہ بھر کر — زیادہ برس ابرِ رحمت زیادہ
تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھیں — کہ ہے کون سا خوب صورت زیادہ
مری بندگی سے مرے جرم افزوں — ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ
حیا اس کی آنکھوں میں کیونکر ہو یارب — کہ شوخی سے بھی ہے شرارت زیادہ
بہکتے نہ تھے داغؔ یوں گفتگو میں
مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

ردیف یائے

تجھ کو جنت میں نہ راحت ہوگی — گر یہی دل یہی قسمت ہوگی
اس بُرے حال پہ وہ کہتے ہیں — رنج و غم کی یہی صورت ہوگی
جان دے دوں مجھے پر ڈرتا ہوں — کہ امانت میں خیانت ہوگی
ترے ہاتھوں مجھے اے رنجِ فراق — کبھی مرنے کی بھی فرصت ہوگی
یا مری داد ملے روزِ جزا — یا قیامت پہ قیامت ہوگی
کوچۂ یار کہیں چھٹتا ہے — میں نہ ہوں گا مری تربت ہوگی
جس کو کہتے ہیں جہنم کی آگ — غیر کی گرمیٔ صحبت ہوگی
اپنے مطلب کی تو سن رکھ مجھ سے — یہ نہ جانو کہ شکایت ہوگی
اب کی میخانے سے اٹھ کر لے داغؔ
کھنچے جائیں گے جو وحشت ہوگی

جب وہ بت ہمکلام ہوتا ہے — دل و دیں کا پیام ہوتا ہے
ان سے ہوتا ہے سامنا جس دن — دور ہی سے سلام ہوتا ہے

دل کو روکوں کہ چشمِ گریاں کو   ایک ہی خوب کام ہوتا ہے
آپ ہیں اور مجمعِ اغیار   روز دربارِ عام ہوتا ہے
زیست سے تنگ ہیں نہ چھیڑ ہمیں   دیکھ غصہ حرام ہوتا ہے
پیچھے موسیٰ سے لن ترانی کی   اب تو ہم سے کلام ہوتا ہے

داغ کا نام سن کے وہ بولے
آدمی کا یہ نام ہوتا ہے۔

اللہ اللہ رے پریشانی مری   زلفِ جاناں بھی ہے دیوانی مری
کیا ٹھکانا مجھ سے نازک طبع کا   ہو چکی جنت سے مہمانی مری
تیز ہے خنجر تو قاتل نازنیں   سخت دشواری ہے آسانی مری
رو برو اس بدگماں کے ذکرِ عشق   میرے آگے آ گئی نادانی مری
آج کل ہے ان کو تصویروں سے شوق   کیا کبھی دیکھی تھی حیرانی مری
روسیاہی کام آئی روزِ حشر   شکلِ زاہد نے نہ پہچانی مری
بن گیا کعبہ وہی میرے لیے   ٹیک دی جس در پہ پیشانی مری
ہائے دل لے کر ترا ناز و غرور   وائے دل دے کر پشیمانی مری
تر ہوا دامن مئے گل رنگ سے   رنگ لائی پاک دامانی مری
اس گرفتاری پہ میں اچھا نشاد   وہ کرتے ہیں نگہبانی مری

آ گیا داغ ان کے دل میں بے غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

بے لاگ ہے تیغ جنگجو کی   رکھتی ہی نہیں لگی گلو کی
جب پاؤں تھکے تو جستجو کی   جب دل نہ رہا تو آرزو کی
رستے پہ ترے چلی قیامت   سچ ہے کہ بڑی ہی چال چوکی

جب تم نہ ملے تو درد دل نے — اٹھ اٹھ کے اجل کی جستجو کی

مطلب کی کبھی نہ ایک ظالم — کیا بات ہے تیری گفتگو کی

اُن کو ہے عدو سے وہ تمنّا — جس بات کی ہم نے آرزو کی

پھر وحشت دل ہے اور صحرا — لیں خار نے دھجیاں رفو کی

کچھ کم نہیں قدر ناامیدی — ہے یہ بھی ہزار آرزو کی

ہم بادہ کشوں کی خاک سے بھی — آئے گی صدا سبو سبو کی

اللہ کو کیا جواب دوں گا — عادت ہے بتوں سے گفتگو کی

کچھ ضبط ہماری خاطر اے چشم — کچھ شرم ہماری آبرو کی

چھوڑا نہ ستم فلک کے دل کا — اللہ ری تلاش کینہ جو کی

اس خانہ خراب میں اے داغ
مٹی ہے خراب آرزو کی

تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

دل لے کے وہ اب جان طلب کرتے ہیں مجھ سے — یہ ایسی دھری ہے کہ اٹھائی نہیں جاتی

مے پی تو سہی توبہ بھی ہو جائے گی زاہد — کمبخت قیامت ابھی آئی نہیں جاتی

آنسو نہ پیے جائیں گے اے ناصح ناداں — ہیرے کی کنی جان کے کھائی نہیں جاتی

بیٹھا ہے یہاں تنگ تری رفتار سے ظالم — آندھی سے مری خاک اڑائی نہیں جاتی

دل میرا سا ہوئے کہ تہ تیغ نہ اُف کی — اک پھانس کی تکلیف اٹھائی نہیں جاتی

گرتی تھی نشیمن پہ مرے کوند کے بجلی — صیاد کے گھر آگ لگائی نہیں جاتی

ہر چند ہے افسانۂ محبت میں خرابی — یاروں سے مگر آنکھ چرائی نہیں جاتی

بے دیکھے یہاں دل میں ہے کیا ایک تمنا — وہ تا بہ زباں خوف سے لائی نہیں جاتی

اللہ رے تنگیٔ دہن ناز کی لب — وعدہ پہ قسم آپ سے کھائی نہیں جاتی

للہ مرے ذبح پہ تکبیر تو پڑھ لو
اتنی بھی زباں تم سے ہلائی نہیں جاتی

یارب کوئی آفت تھا محبت کا پتنگا
وہ آگ لگی ہے کہ بجھائی نہیں جاتی

اے داغ کہا حال دل اس دشمن جاں سے
نادان ترے دل کی صفائی نہیں جاتی

اشک خوں رنگ لائے جاتا ہے
داغ اپنی جمائے جاتا ہے

کس صفائی سے تیرے دل کا غبار
مٹتے مٹتے مٹائے جاتا ہے

کتنا باوضع ہے خیال اس کا
بیکسی میں بھی آئے جاتا ہے

دیکھنا رشک اس کی محفل میں
ایک کو ایک کھائے جاتا ہے

ناامیدی مٹائی جاتی ہے
شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

ہمت اے خاک پا مدد اے ضعف
کوئی دامن بچائے جاتا ہے

وہ جدھر کو گئے اٹھا یہ شور
وہ قیامت اٹھائے جاتا ہے

دل وہ نعمت ہے تجھ سا شیریں لب
نقروں نقروں پہ کھائے جاتا ہے

آتش شوق کیا بجھے ناصح
تو پتنگے لگائے جاتا ہے

غم نے اس کے گھلا دیا دیکھو
تجھ کو ہجراں کھائے جاتا ہے

اس کا آنا تو درکنار اے داغ
دل ہی قابو سے جائے جاتا ہے

ہر بات میں کافر کی کیا آن نکلتی ہے
واں آن نکلتی ہے یاں جان نکلتی ہے

سو حسن اپلتے ہیں سو ناز برستے ہیں
اے صل علیٰ تجھ میں کیا شان نکلتی ہے

قسمت پہ مری کیا کیا ارماں کو حیرت ہے
جو شکل نکلتی ہے حیران نکلتی ہے

وعدہ نہ وفا کرنا پھر اس پہ یہ تاکیدیں
تاحشر ٹھہر جاؤ کیوں جان نکلتی ہے

یہ خانۂ دل جیسا سنسان نظر آیا
بستی کوئی کم ایسی ویران نکلتی ہے

آبادی دل کا ہے اس درجہ خیال اس کو — حسرت بھی نکلتی ہے تو جان نکلتی ہے

چتون کے میٹھے بل ابرو کے کھلیں گے خم — پر دل کی گرہ کوئی آسان نکلتی ہے

دلبر میں ادائیں بھی دلکش ہیں جفائیں بھی — اک آن ستمگر میں ہر آن نکلتی ہے

بے طرح کبھی جی میں اے داغ پلک اس کی

یہ پھانس کوئی دل سے نادان نکلتی ہے

داغ ہر چند جہاں گرد ہے سودائی ہے — آپکے سر کی قسم آپ کا شیدائی ہے

صورت وصل نہ نکلی کوئی بجز رنجش غیر — وہ جو بگڑے ہوئے آئے ہیں تو بن آئی ہے

اور کیا خاک ملے گی دل بسمل کی مراد — جو تماشا ہے جہاں کا وہ تماشائی ہے

شکوۂ ظلم پہ اول تو وہ خاموش ہوئے — پھر یہ جھنجھلا کے کہا کیا مری رسوائی ہے

جب کبھی بیٹھے بٹھائے خفقان اچھلا ہے — ہم نے جا کر اسی کوچے کی ہوا کھائی ہے

نہیں معلوم کہ ہیں کون بلا حضرت عشق — یوں تو اپنی بھی زمانے سے شناسائی ہے

مژدہ اسکو ہے جو ناکام ازل ہے تجھے — حسرت اس پر ہے جو کمبخت تمنائی ہے

زندگی ایک بھی میں نے دم بوسہ ان کی — وہ یہ کہتے ہی رہے موت تری آئی ہے

داغ گو اب کسی گل رو سے ملاقات نہیں

ہم نے برسوں اسی گلشن کی ہوا کھائی ہے

ہمارے قتل کی تدبیر روز و ان ٹھہری — یہ زندگی تو نہ ٹھہری بلائے جان ٹھہری

ہزاروں دفن ہوئے تجھ سے مضطرب یارب — یہ کس طرح سے زمیں زیر آسماں ٹھہری

ہماری خاک کی بربادیاں ذرا دیکھو — کہاں کہاں پہ اڑی اور کہاں کہاں ٹھہری

مرے تڑپنے سے شب کو تمہیں تو چین آیا — چلو تمہاری طبیعت تو مہرباں ٹھہری

سر نیاز ہوا ٹھوکروں ہی میں پامال — جبین عجز مری سنگ آستاں ٹھہری

پڑھا دیئے جو اسے چند حرف بیتابی — پیام بر کے دہن میں نہ پھر زباں ٹھہری

جب آیا چین ہمیں اس نے کر دیا بےچین — تری نگاہ ہماری مزاج داں ٹھہری

یہاں یہ عزم کہ چکا دل کا مول اک بوسہ — وہاں یہ فکر کہ قیمت بہت گراں ٹھہری

ہزار رنگ دکھائے گا داغ داغِ جگر

مری بہار نہ ٹھہری کوئی خزاں ٹھہری

تجھ سے دل خاک ملے دل سے بھی تو ملتا ہے — کوئی ملنے ہی سے اے عربدہ جو ملتا ہے

اس طرح دشمن جاں سے نہیں ملتا کوئی — کیا لپٹ کر ترے خنجر سے گلو ملتا ہے

کیجئے اے قسمت برگشتہ تلاشِ دشمن — دوست کو ڈھونڈتے ہیں ہم تو عدو ملتا ہے

ملگیا دل سے یکایک تری سوفار کا رنگ — ورنہ بیگانے سے برسوں میں لہو ملتا ہے

چرخ کم مایہ سے کچھ ہم کو ملے یا نہ ملے — یہ بڑی دولت دنیا ہے کہ تو ملتا ہے

دیکھ چل کر مرے ساقی کی سخاوت زاہد — ایک ساغر کوئی مانگے تو سبو ملتا ہے

گل کھلائیگی عجب رنگ کی یہ شاخِ مژہ — اسکو پانی کی جگہ روز لہو ملتا ہے

ارمغاں دیتے ہیں ہم پیر مغاں کو چلکر — کوئی اچھا جو ہمیں ظرف وضو ملتا ہے

خاک میں داغ ملاتے ہیں جو عزت تیری

مر بھی کمبخت کہ الیوں ہی سے تو ملتا ہے

چھوٹے ہزار مرتبہ قاتل کے ہاتھ سے — نکلے نہ ایک بار بھی ہم دل کے ہاتھ سے

اے قیس گر صبا نے اڑایا تو لطف کیا — اٹھا نہ پردہ صاحب محمل کے ہاتھ سے

اے اضطراب شوق یہ کیسا اثر کیا — تلوار چھوٹ پڑی ہے قاتل کے ہاتھ سے

ہے خط جادہ راہ محبت میں تیغ تیز — کٹتے ہیں پانو دوری منزل کے ہاتھ سے

بدلے شراب کے ہے مجھے زہر بھی قبول — اس انجمن میں ساقی محفل کے ہاتھ سے

ٹھہرو ذرا الگ ہی الگ وار کر چلے — دامن بچائے جاتے ہو بسمل کے ہاتھ سے

کوئی سمجھ کے بات کرے تو جواب دیں — دم ناک میں ہے ناصح جاہل کے ہاتھ سے

پہونچی نہ اہلِ فیض سے نوبت سوال کی — خود ہاتھ وہ ملاتے ہیں سائل کے ہاتھ سے

اے داغ دستگیر ہے وہ پیر دستگیر
مل جائے ہاتھ مرشدِ کامل کے ہاتھ سے

بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے — ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے
میں نے جو آہ کی تو کہا اس نے غیظ سے — اس خانماں خراب نے رسوا کیا مجھے
ہمدم ہوا اُن سے نشے میں سب نکلی آرزو — اک ساغر شراب نے رسوا کیا مجھے
یاروں پہ کھل گیا اثرِ الفتِ نہاں — اس بات کے اضطراب نے رسوا کیا مجھے
اس بدگماں سے پوچھ کے تعبیر ہوں خجل — میرے بیانِ خواب نے رسوا کیا مجھے
محشر میں حالِ دل دمِ پرسش کہے بنا — کیا کیا مرے جواب نے رسوا کیا مجھے
کچھ اُن کے مہر و لطف نے مشہور کر دیا — کچھ رنجشِ عتاب نے رسوا کیا مجھے
اس زلفِ خم بہ خم نے کیا شہرہ آپ کا — اس دل کے پیچ و تاب نے رسوا کیا مجھے

اے داغ سب یہ حضرتِ دل کے سلوک ہیں
جو کچھ کیا جناب نے رسوا کیا مجھے

آئینہ منہ پہ بُرا اور بھلا کہتا ہے — سچ ہے یہ صاف جو ہوتا ہے صفا کہتا ہے
دمِ اعجاز مسیحا کو بُرا کہتا ہے — لبِ پُر سحر کچھ اے ہوش رُبا کہتا ہے
میرے افسانے پہ وہ ہو کے خفا کہتا ہے — کوئی سنتا بھی ہے اس کی کہ یہ کہتا ہے
حق ہے اس بات میں ناصح کا طرفدار ہوں میں — دل کی کہتا ہے جو اس دل کو بُرا کہتا ہے
ہر دم اپنا دمِ آخر کی سناتا ہے خبر — ہر نفس ہر نفس احوالِ فنا کہتا ہے
چل چلی خوب ستمگر ترے خنجر کی زبان — دہنِ زخم کی سن تو کہ یہ کیا کہتا ہے
غیر اچھے جو زمانے کے بُرے کہلائیں — میں بُرا ہوں کہ جہاں مجھ کو بھلا کہتا ہے
ہے ترے شربتِ دیدار کی تاثیر عجب — زہر کہتا ہے کوئی کوئی دوا کہتا ہے

دیکھنا میرے بت ہوش ربا کا جلوہ — دیکھ کر شیخ جسے صلّ علیٰ کہتا ہے
شور محشر ترے ستوں پہ بہت چلایا — یہ بھی جانا کسی نے کہ یہ کیا کہتا ہے

ہند سے تا بہ دکن داغ ہے شہرت تیری
اب تو کچھ اور ترا بخت رسا کہتا ہے

اس انجمن سے بہت بیوقار ہو کے چلے — سرور ہو کے ہم آئے خمار ہو کے چلے
بتوں کے کوچے سے ہم دل فگار ہو کے چلے — شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے
بجائے میرے سرشک روا نہیں اے قاتل — کہ خوب تیغ تری آب دار ہو کے چلے
تری نگاہ بہت مست ہے سنبھل کے ذرا — سمند ناز و ادا پر سوار ہو کے چلے
ٹھہر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا — اگر چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے
نہیں ہے بادہ و ساغر تو اتنی لے ساقی — نگاہ مست مے خوشگوار ہو کے چلے
الٰہی جائیں گے کس گھر سے یہ ہمیشہ وحشتناک — بہشت سے بھی اگر بے قرار ہو کے چلے
پیامبر بھی تو انسان ہے فرشتہ نہیں — الٰہی صبر دل بے قرار ہو کے چلے
وہ نقش دل ہوں جو دریا میں ہاتھ ڈالیں — تو موج عنبر یقیں ہو غبار ہو کے چلے
کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے رہے — کسی کے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے
خبر نہ ہو مجھے وہ کشتۂ تغافل ہوں — جو حشر بھی مرے سوئے مزار ہو کے چلے
گلے لگا کے انہیں عذر پھر کیا میں نے — مری گلی سے وہ جب شرمسار ہو کے چلے

نگاہ یار کی پھرتی ہے بزم سے اے داغ
رقیب بھی مرے یاروں کے یار ہو کے چلے

طبیعت کوئی دن میں بھر جائے گی — چڑھی ہے یہ آندھی اتر جائے گی
رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں — یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی
رہے پیروی ہجر ہو یا وصال — کہ اک بات آخر ٹھہر جائے گی

نہ تھی یہ خبر ہمکو اپنی بہار — اِدھر آئے گی اور اُدھر جائیگی
محبت میں ایدل نہ ڈر سر پہ کھیل — وہ بازی نہیں کہ ہر جائیگی
کہوں گو نہ میں حشر کو تیرے ظلم — یہ خلق خدا کیا مکر جائیگی
خدا کے لیے آج اقرار کر — کہ پھر بات کل حشر پر جائیگی
نہ گذری شب ہجر سمجھے تھے ہم — تڑپتے پھڑکتے گذر جائیگی
مرا حال بہتر ہے ان سے کہو — ڈریں گے جو سچی خبر جائیگی
نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ — مری بیکسی نوحہ گر جائیگی
رہے گا ترا جلوہ مد نظر — جہاں تک ہماری نظر جائیگی
شب وعدہ آجاؤ ورنہ قضا — مرے سر پہ احسان دھر جائیگی
نچھوڑے گی دامن کبھی دشت کا — صبا ہم سے اڑ کر کدھر جائیگی
صبا اُس گلی سے مری خاک کو — جب آئے گی برباد کر جائیگی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
گذرنی جو ہوگی گذر جائے گی

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیئے — خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیئے
عشق میں کچھ یاس کچھ امیدواری چاہیئے — کچھ تحمل چاہیئے کچھ بے قراری چاہیئے
جنکو عشق و حسن کے دعوے ہیں اُنکے واسطے — دل ہمارا چاہیئے صورت تمھاری چاہیئے
وعدہ تو کر لو زباں سے پھر وفا کرنا نہ تم — ناامیدوں کیلئے امیدواری چاہیئے
اس تغافل اس حیا سے کب چھپا راز نہاں — اب نرالی کوئی طرز پردہ داری چاہیئے
چار حرف آرزو ہیں کن سے ساری رات میں — اور قصے کے لیے تو عمر ساری چاہیئے
دیکھ مجلس میں ہنسی کر نہ کھو اپنی دعا کا اعتبار — مرگ عاشق پر ستمگر اشکباری چاہیئے
کھل گیا جب راز تو اخفا کے سے فائدہ — اٹھ گیا پردہ تو پھر کیا پردہ داری چاہیئے

مست و بیخود اس قدر اپنی نہیں تجھکو خبر — او تغافل کیش کچھ تو ہوشیاری چاہیے

چارہ گر مشکل ہے میری داغِ سودا کا علاج — جائے پنبہ دامنِ بادِ بہاری چاہیے

اے فلک تنگری کچھ رہ جائیں ہم انجام کار — اس مرقع میں کوئی صورت ہماری چاہیے

مل گیا ہم کو وفا و عشق و الفت کا صلہ — بندہ پرور آپ کی بس یادگاری چاہیے

دل پہ گر قابو نہیں اے داغ تو ہے جائے شکر
عاشقوں کے واسطے بے اختیاری چاہیے

حسرتیں لے گئے اس بزم سے چلنے والے — ہاتھ ملتے ہی اٹھے عطر کے ملنے والے

وہ گئے گورِ غریباں پہ تو آئی یہ صدا — تھم ذرا او روشِ ناز سے چلنے والے

دیکھیے کیا ہو الٰہی مرے نامے کا جواب — پاس اُن کے ہیں بہت زہر اُگلنے والے

ان جفاؤں پہ وفا کوئی نہ کرتا لیکن — دل بدلتا نہیں اور آنکھ بدلنے والے

شرم آلودہ نگاہیں تو رہیں گی بسمل — اب کوئی آن میں یہ تیر ہیں چلنے والے

دل نے حسرت سے کہا تیر جو اس کا نکلا — دیکھ اس طرح نکلتے ہیں نکلنے والے

دلِ بیتاب وہ آتے ہیں خبر آئی ہے — صبر کر صبر ذرا میرے مچلنے والے

امتحانِ تیغِ جفا کا جو انھیں ہو منظور — بچ بچا کر ابھی کل جاتے ہیں ٹلنے والے

گرمیِ صحبتِ اغیار کے شکوے پہ کہا
آپ اے داغ ہمیشہ کے ہیں جلنے والے

جفا کرتا ہے تو بدلے وفا کے — خدا کر مان اے بندے خدا کے

کسی کے عشق نے کی دل میں گرہ — کھلے جاتے ہیں بند ان کی قبا کے

پریشان کر دیا دل نے اُلجھ کر — کھلے جاتے ہیں بل زلفِ دوتا کے

ہوا ہوں کشتۂ پائے نگاریں — مرا خوں ان سر ہوا رنگ حنا کے

نہ خوش ہو لے بتوں ہم کو ستا کر — ڈرو سو کار خانے ہیں خدا کے

ہوئی جاتی ہے کیوں نیچی نگاہیں — کہو تو کیا ہے قربان اس حیا کے
دو رو دئے دیکھ کر میت کو میری — نہ تھمے آنسو ذرا اہل عزا کے
الجھنا زلف سے لڑنا نگہ سے — بنے ہیں حضرت دل بھی بلا کے

مری مشکل ہوئی اے داغ آساں
تصدق اپنے میں مشکل کشا کے

جنوں میں تن پہ لباس غبار باقی ہے — کب اپنے پاس کفن کو بھی تار باقی ہے
بھی نزاکت رفتار یار باقی ہے — ابھی زمانۂ ناپائے دار باقی ہے
خزاں میں دیکھ کے وحشت سی چھا گئی دل پر — ابھی نظارۂ فصل بہار باقی ہے
نہ دیکھی عیش بدستی کی ہم نے کبھی صورت — غلط کہ گردش لیل و نہار باقی ہے
وہ چشم راز کا سنتے ہی ماجرا گھبرائے — ابھی تو شرح دل بے قرار باقی ہے
خرام ناز نے تھوڑی قیامتیں کی ہیں — وہ دیکھئے تو کسی کا مزار باقی ہے
رہے نہ بہر عدو دل میں کینہ جو کی جگہ — جو ہم نہیں تو ہمارا غبار باقی ہے
جو یہ نہیں ہے تو کچھ بھی خلش نہیں باقی — جو عشق ہے تو غم بیشمار باقی ہے
امید وصل چلی جائے ہاں دل نادان — بہت ابھی تو شب انتظار باقی ہے
جنوں کے ہاتھ سے تار نفس بچائے خدا — رہا سہا ابھی لے دے کے تار باقی ہے
صبا اڑا دے کسی آستاں پہ خاک مرا — کہ دل میں ان کے ہمارا غبار باقی ہے
کرونگا میں بھی مزا ایک دن الہی یاں — جو دم میں دم ہے لئے تیغ یار باقی ہے
صفائیوں سے مجھے خاک میں ملاتے ہو — صفائیوں پہ بھی اتنا غبار باقی ہے
بیان سوز جگر پر یہ آپ گھبرائے — نکالنا ابھی دل کا غبار باقی ہے
مریض عشق کی کیا پوچھتے ہو یہ پوچھو — کہ زندہ کوئی بھی تیمار دار باقی ہے
رکھینگے عمر بھر اس دل کو بس میں اے ظالم — اگر لگا ہے تو کل اختیار باقی ہے

پھر اب کی لوٹ نے ظالم نگاہِ ناز سے تو — کہ دل میں مایۂ صبر و قرار باقی ہے

دمِ اخیر ہے اے داغؔ توبہ کر توبہ
کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے

کچھ بھی الفت نے ترے دل میں نہ چھوڑا باقی — رہ گئی ایک تمنا ہی تمنا باقی
دم الجھتا ہے جو سینے میں تو دل میں شاید — رہ گیا اس کی مژہ کا کوئی کانٹا باقی
کوئی دل ان کا نہیں کرتے ہیں ظاہرداری — پر غنیمت ہے کہ اتنا ہے سہارا باقی
سنگ میں لعل بنا عشق کی نیرنگی سے — خونِ فرہاد کا تھا کوئی جو قطرا باقی
صبح اُن مست نگاہوں کا نہ پوچھو عالم — جن میں تھا رات کا کچھ نشۂ صہبا باقی
دیکھ کر تیرگیٔ گور کو میں چونک پڑا — میں نے جانا کہ ابھی ہے شبِ یلدا باقی
بسملوں کو جو ترے مل گئی راہِ ظلمت — چشمۂ خضر میں پانی نہ رہے گا باقی
عاقبت کثرتِ عصیاں سے مرے گھبرا کر — رہ گیا کاتبِ اعمال کو لکھنا باقی
میرے تحریر کے انداز تو دیکھو گویا — کوئی مطلب نہ رہا ہے نہ رہے گا باقی

جیتے جی عشق و محبت کو مٹا دو اے داغؔ
کیوں رہے بعدِ فنا مفت کا جھگڑا باقی

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے — ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے
نگاہیں انکی جادو سے قیامت پر آجاتی ہیں — الٰہی کون سا فتنہ سبق آموز رہتا ہے
دل اپنا چین سے رہتا نہیں پلکوں کے پہلو میں — مگر دل میں تمہارا ناوکِ دلدوز رہتا ہے
جو میں ہوں عشق میں منظور وہ ہو میرے لیے منظور — زیادہ مجھ سے آشفتہ مرا دلسوز رہتا ہے
خوشی ہر عید ہے اغیار میں جلسے ہیں با خوشی — وہاں آ رات دن نوروز ہی نوروز رہتا ہے
مصاحب ہو گیا اک ہجر میں اسکو خدا رکھے — مرا ہمدم مرا مونس غمِ جانسوز رہتا ہے
رقیبِ روسیہ بھی رات بھر پھرتا ہے سرگرداں — خدا جانے کہاں وہ شمعِ شب افروز رہتا ہے

کبھی کچھ غم اٹھایا ہو تو جانیں آپ کیا جانیں
کہ کس کس غم میں آلودہ یہ غم اندوز رہتا ہے

تصور میں کسی کے داغ نیند آتی نہیں مجھکو
عجب بیدار اپنا طالعِ فیروز رہتا ہے

کیا صبا کو چۂ دلدار سے تو آتی ہے
مجھ کو اپنے دلِ گم گشتہ کی بو آتی ہے

صاف ہے سینۂ ہمارا کہ نہ دل ہے نہ جگر
کیا صفائی تجھے اے آئینہ رو آتی ہے

نہ کیا تو نے کبھی غیر کا شکوہ ہم سے
بات کہنے ہی میں اے عربدہ جو آتی ہے

ہو رسا آہ تو کیا جانے کہاں تک پہونچے
نارسائی میں تو یہ عرش کو چھو آتی ہے

تیری تلوار نے بھی چال اڑائی تیری
کھینچ کے آتی ہے یہ جیب تا بہ گلو آتی ہے

دشمنی ختم ہوئی ایک وفا دشمن پر
دوستی تجھکو تو اے میرے عدو آتی ہے

تلخیِ موت کو فرہاد کی وہ کیا جانے
منھ سے شیریں کے ابھی دودھ کی بو آتی ہے

یاد آتی [illegible] ہے وہ چین جبیں دیکھ کے جو
لہر سی دل میں ہمارے لب جو آتی ہے

تخم خشک تو ہر سال ہرے ہوتے ہیں
جا کے اے عمرِ جوانی کہیں تو آتی ہے

دل اگر صاف نہ ہو پاک نہ ہوگا انسان
یوں تو ابلیس کو بھی شرطِ وضو آتی ہے

جانتا ہوں کہ یہی دشمنِ جاں ہے میرا
اس کے خنجر سے مجھے خون کی بو آتی ہے

محفلِ یار میں اے داغ سوا حسرت کے
کب ہمیں کیفیتِ جام و سبو آتی ہے

طلب ہے چاہنے والوں سے امتحانوں کی
بری بنی ہے خدا خیر کرے جانوں کی

خدا کرے ابھی اے باغباں گرے بجلی
ترے چمن کو لگے آگ آشیانوں کی

تڑپ تڑپ کے یہ کمبخت صبر کر نہ سکیں
خرابیاں ہیں محبت میں نوجوانوں کی

قدم قدم پہ تری چال کا نیا انداز
دگر نہ ایک روش ہے سب آسمانوں کی

انہیں تو کھیل تلون مزاجیاں لیکن
یہاں تو روز ہے شامت مزاجدانوں کی

کسی لحاظ سے نالہ نہیں کیا ہم نے — وگرنہ کون سی بنیاد آسمانوں کی
عجب نہیں ہے کہ ہنگامۂ قیامت کو — ملے نہ قبر اگر ہم سے بے نشانوں کی
سدھارتا نہیں جنت کو کس لیے صیاد — کہ باغ خلد میں کثرت ہے آشیانوں کی

یہ زہد آپ کا اے داغ سب ہے مکر و فریب
ہزار پھیریے تسبیح لاکھ دانوں کی

دل مرا لیکے مری جان دغا تم نے تو کی — تھی مجھے چشم وفا تم سے جفا تم نے تو کی
بیگناہوں کو سزا دیتے ہو اللہ اللہ — بے خطا کہتے ہو ہاں ہاں کہ خطا تم نے تو کی
کوئی بیچارہ بلا سے ہو پریشان خاطر — رخ پر نور پہ دو زلف دوتا تم نے تو کی
ہم نے جو کی وہ بُری کی یہ تو سچ ہے لیکن — تم تو اچھے ہو چلو ہم سے وفا تم نے تو کی
غم دیا رنج دیا داغ دیا زہر دیا — خوب بیمار محبت کی دوا تم نے تو کی
جانے ہی نہیں دشنام کا انجام ہو کیا — بات اک پہلے پہل نام خدا تم نے تو کی
ہم نے جانا تھا کہ دو پھول چڑھانے آئے — قبر عاشق پہ قیامت ہی بپا تم نے تو کی
رشک دشمن نہ اٹھا ہم سے نہیں تھے نادان — دوستی ورنہ حقیقت میں ادا تم نے تو کی

چار دن بھی کہیں آرام نہ پایا اے داغ
بیوفاؤں پہ یونہیں جان فدا تم نے تو کی

جفا کی ان بتوں نے یا وفا کی — دیا دل اب تو جو مرضی خدا کی
نئی شوخی ہے چشم فتنہ زا کی — تغافل یوں کیا گویا حیا کی
ہمارا درد دیکھا جائے کس سے — ہمیشہ روح کھینچتی ہے دوا کی
شب اندوہ غم کا پوچھنا کیا — بنا کی جو مرے دم پہ بنا کی
تم آتے ہو کہ دو گے ہم کو تعزیر — نہیں کی تو بھی ہاں ہم نے خطا کی
سناؤں داغ ہجراں دل سے کیونکر — وہ پوچھیں گے کہانی میری کیا کی

جو اب قتل کیا قاتل نے سوچا — کہ اس کو عید ہے روز جزا کی
کھلا اُن کی جفا کا کچھ نہ باعث — مگر اتنا کہ ہم سے کیوں وفا کی
لگی ہے سینے سے دشمن کی تصویر — وہ کھولیں کیا گرہ بند قبا کی
لڑے ہیں غیر سے غصہ ہے مجھ پر — کوئی پوچھے تو میں نے کیا خطا کی
ابھی وصل کی ہی رات دے ڈال — مجھے کوئی گھڑی روز جزا کی
رہی یاں صلح پر بھی جنگ باہم — طبیعت اُن سے مل کر لڑا کی
ابھی اقرار اس کا ہو چکا ہے — ادھر دیکھو تو برہم ہے حیا کی

پھر اس بت پر فدا ہیں حضرت داغ
قسم کھائی تھی کعبے میں خدا کی

منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی — اے بتو ایمان داری اٹھ گئی
دل سے وہ بے اختیاری اٹھ گئی — اب تمنا ہی تمہاری اٹھ گئی
وہ سوم میں میرے کب آئے کہ جب — بیٹھ کر خلقت ساری اٹھ گئی
وائے دشمن ہو گیا سارا جہاں — ہائے رسم دوست داری اٹھ گئی
بے طرح پھیلا ہے اُن زلفوں کا جال — اب امید رستگاری اٹھ گئی
رہ گئے لاکھوں کلیجا تھام کر — آنکھ جس جانب تمہاری اٹھ گئی
جب ہوا سجدے میں اس بُت کا خیال — خود بخود گردن ہماری اٹھ گئی
آئے بن ٹھن کر مرے ماتم میں وہ — جب کہ رسم سوگواری اٹھ گئی
عشق نے بے باک آخر کر دیا — اب وہ شرم آہ وزاری اٹھ گئی
دور میں اُس چشم مست ناز کے — لذت پرہیزگاری اٹھ گئی
ہے عجب اس نازکی پر بار ناز — تجھ سے یہ تلوار بھاری اٹھ گئی
ہم کھنچے ایسے کہ آخر ان کو بھی — اب تو تیغ ہی ہماری اٹھ گئی

مایوس ہوئے ہم تو ہوئے غیر بھی ناکام
سجدہ کیا باب قبول اپنی دعا نے

اے حشر کچھ انصاف بھی ہوگا کہ نہ ہوگا
بے فائدہ آیا ہے جو سوتوں کو جگانے

اس باغ میں ہے رنگ تمہارا تمہی کی رُت
جو گل نے رکھا منہ پہ وہی دل میں خزانے

جب تم نہیں تمھارے ہی نہیں گھر تو کہاں گھر
کیا پوچھتے ہو خانہ خرابوں کے ٹھکانے

انداز کہے دیتے ہیں کشتے کے تمھارے
لوٹا ہے اسے ناز نے مارا ہے ادا نے

مرتے ہیں ترے کوچے میں پامال محبت
گھر دیکھ لیا گلشن جنت میں قضا نے

اُڑتے ترے ٹکڑے مرے دامن کی طرح سو
اے چرخ تجھے چھوڑ دیا دست دعا نے

مے خانہ ہے اور داغ ہے اور شیشہ ہے
سوتا ہے رکھے خشت خم بادہ سرہانے

یہ شیشہ نہیں وہ کہ جس میں پری ہے
فقط دل میں حسرت ہی حسرت بھری ہے

ابا الجھاؤ سودائے زلف پری ہے
یہ اٹھتی نہیں ایسی تہمت دھری ہے

اشارے اُن آنکھوں کے جاں بخش ٹھہرے
یہ اعجاز ہے یا کہ افسوں گری ہے

نہ آگے گئی اس سے وہ چشم خودبیں
مگر آئینہ سد اسکندری ہے

اسے دیکھ کر دل میں قائل ہے ناصح
مگر بات کیا ہے سخن پروری ہے

ہوئے طور بیطور الفت میں دل کے
قضا اک نہ اک روز آگے دھری ہے

گوارا نہیں دل کی شرکت بھی ہم کو
محبت میں یاں تک طبیعت بری ہے

کہاں اس میں تیری سی محشر خرامی
لٹاٹا ہوا تیرا اک کبک دری ہے

صبا بن گئی چور بادی چمن میں
کہ غنچے کی مٹھی جو زر سے بھری ہے

دلاسا بھی دیتے نہیں عاشقوں کو
یہ کیا دل دہی ہے یہ کیا دلبری ہے

ملا داغ سے آج وہ ماہ پیکر
مبارک قران مہ و مشتری ہے

سرو وہ سر ہے کہ جو دلدار کے در تک پہنچے ۔۔۔ دل وہ آئینہ ہے جو اسکی نظر تک پہونچے

ناتوانی نے رکھا اُن سے شب وعدہ جدا ۔۔۔ ہم چلے شام سے رستے میں سحر تک پہونچے

دلکو تھاموں کہ ترے بزم میں آنسو پونچھوں ۔۔۔ ہاتھ جب دل سے اٹھے دیدۂ تر تک پہونچے

شعبدے چال نے تیری تری آنکھوں کو سکھائے ۔۔۔ فتنے رفتار سے اٹھ اٹھ کے نظر تک پہونچے

دونوں ہاتھوں سے کیا ذبح مجھے قاتل نے ۔۔۔ جب بھی کہتا ہے کہ دیکھوں تو جگر تک پہنچے

اسکے ہمراہ گیا ہے دل پر رنج و ملال ۔۔۔ یا الٰہی وہ سلامت کہیں گھر تک پہونچے

زلف آہستہ جھٹکئے مرا جی ڈرتا ہے ۔۔۔ کھینچے ہاتھ کا جھٹکا نہ کمر تک پہونچے

پس دیوار چمن رکھدے قفس اے صیاد ۔۔۔ یہ نہ پہنچوں مرا نالہ گل تر تک پہونچے

کس طرح لیگا بلائیں کوئی آسودہ خاک ۔۔۔ کچھ نہ پہونچے ترے گیسو جو کمر تک پہونچے

آلپٹ جا مرے سینے سے کہ اے بحر جمال ۔۔۔ کبھی ٹھنڈک کبھی تو عاشق کے جگر تک پہونچے

شوق ہے داد خدا ذوق ہے امداد خدا
داغ کیونکر نہ شہ جن و بشر تک پہونچے

جانا تھا کہ ہے موت ہی انجام جدائی ۔۔۔ واں تیرگی گور ہوئی شام جدائی

حسرت ہے کہ جو شخص پئے وصل ہو مشتاق ۔۔۔ دے نامہ بر آکر اسے پیغام جدائی

پاس اپنے جو سرمایۂ الفت ہے تو یہ ہے ۔۔۔ اک مرہم داغ جگر انعام جدائی

ہے عالم دوری میں بڑا لطف تصور ۔۔۔ اس واسطے ہوں بندۂ بے دام جدائی

مل جائے کوئی عاشق دیرینہ تو پوچھوں ۔۔۔ کس طرح بسر کرتے ہیں ایام جدائی

معشوق تو کیا تجھ سے حذر کرتے ہیں عاشق ۔۔۔ اے داغ ترا نام ہے بدنام جدائی

قطعہ

کل داغ سے پوچھا کسی نے کہ بتا تو ۔۔۔ کیا حال ہوا اے بسمل صمصام جدائی

صبر آنا تو محبت میں بہت مشکل ہے
موت بھی تو نہیں اسکو یہ وہ کافر دل ہے

ہجر ہے آفت جاں اور بلائے دل ہے
آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

شمع چپ آئینہ حیران ہے عاشق ششدر
واہ کیا عالم تصویر تری محفل ہے

بھیجے جو راز کہ خلوت میں کہا تھا اُس سے
آج افتادہ رقیبوں میں سر محفل ہے

تجھکو اے قیس ہے کیوں ناقہ و محمل کی تلاش
دل میں لیلیٰ ہے ترے دل ہی ترا محمل ہے

حشر کے دن تو ہوگے یہ کیا میں نے سوال
سوچ کر دیر میں ظالم نے کہا مشکل ہے

پیچ ہیں کسقدر آشفتہ خدا خیر کرے
اُس کے ہر ہر شکن زلف میں اک اک دل ہے

وہ زمانہ ہی گیا آپکی دلجوئی کا
کہ تلاشیں تھیں زمانے میں کہیں بھی دل ہے

صفحۂ دہر پہ یہ ہستی موہوم مگر
حرف ہے تو ہے غلط نقش ہے تو باطل ہے

اے غم یار کوئی اپنا ٹھکانا کر لے
دل تو پردرد ہے تو درد کے کیوں شامل ہے

ہم کو قسمت نے دیا داغ تمنا اے داغ
وہ ہی ملتا ہے جسے انعام کے جو قابل ہو

ہوں تو دیوانہ مگر خالی نہیں تدبیر سے
میں نے باندھا ہے جنوں کو حلقۂ زنجیر سے

مجرمان عشق کو کیا خوف ہو تعزیر سے
کٹ سکا کب رشتۂ الفت تری شمشیر سے

بچ کے کیوں چلتا ہے خاک عاشق دلگیر سے
آدمی اکسیر کا بنتا ہے اس اکسیر سے

گر ترے وحشت زدہ کچھ بھی ہلائیں ہاتھ پاؤں
شور محشر کا اٹھے نالۂ زنجیر سے

جب چلا ناوک شکست سینہ ناوک چلا پہلو سے دل
یہ تماشا اڑ کر لپٹ جاتا ہے نوک تیر سے

سورۂ یوسف سنوں کیا کان دھر کر واعظو
کان اس نے بھر دیئے ہیں لذت تقریر سے

ہر خطاوار آپکے احسان کا مارا مر گیا
عفو کرنا جرم کا بڑھ کر ہوا تعزیر سے

ظلم ہے آزاد کو پابند کرنا مقصود بھی
کتنا بچ بچ کر گیا نالہ مرا تاثیر سے

بھیجے نامہ کو مرے کاتب وہ فرط قہر میں
کچھ عجب انداز کی تقریر تھی تحریر سے

یہ نئی صورت کی پہنائی جنوں نے بیڑیاں
پڑ گئے تارِ گریباں پاؤں میں زنجیر سے

کیا کریں کچھ بس نہیں چلتا ہے ورنہ اے اجل
عمر تھوڑی مانگ لیتے آسمانِ پیر سے

طبعِ نازک میں تلون اسقدر کاہے کو تھا
یہ اڑایا رنگ میرے رنگ کی تغییر سے

ہوگئے بسمل اس دلِ بے حس کو جنبش ہوگئی
آگیا دم مجھ میں گویا پرشِ شمشیر سے

شکر ہے اے دل کہ اُن کو غصہ آ کر رہ گیا
آگیا تھا موت نے پر بچ گئے تقدیر سے

کس قدر ہے داغ مہر و لطف کا دنیا میں کال
کر گئے عشاق تو اس قحطِ عالمگیر سے

چارہ گر ہم ہوش میں آئینگے کیا تدبیر سے
عقل دیوانی نہیں باندھے جسے زنجیر سے

بڑھ گئی وحشت زیادہ چارہ و تدبیر سے
اور دونوں پاؤں اپنے کھل گئے زنجیر سے

جب لڑی ہیں وہ نگاہیں عاشقِ دلگیر سے
چھد گئی ہیں برچھیاں سی کھب گئے ہیں تیر سے

فکر ہے لکھیں گے کس پر نامۂ اعمالِ خلق
کونسا کاغذ بچا یاں شوق کی تحریر سے

تو نے کھایا ہے کہاں کا مجکو اے جوشِ جنوں
جا بیٹھے کس گھر نکلکر خانۂ زنجیر سے

کچھ تو تھا کچھ یقیں کچھ یاس کچھ وہم و گماں
انتظارِ یار کی ہے کیفیت تاخیر سے

ہم تمام ضعف میں بھی اک طرح کی نوک جھوک
میٹھی چھریاں چلتی ہیں شیریں تقریر سے

بیقرار وہ بڑا ہو منفعل قاتل سے یوں
اک جگہ ٹھہرا نہیں زخمِ جگر میں تیر سے

پڑ گئی ایسی گرہ دل میں اس ہستے گرہ
بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

ہو گئی ہے یہ صدا قاتل کی مجکو وقتِ ذبح
جان آجاتی ہے ہر دم نعرۂ تکبیر سے

اسقدر گرچہ سو پہلو بچاتا ہوں مگر
آرزوئیں شکی پڑتی ہیں مری تقدیر سے

رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج
اے دعا کیسی اُچکی ہوئی تقدیر سے

داغ جلنے کے لیے کافی ہے اسکی بزم میں
کاٹ ڈالے کوئی پروانے کا سر گلگیر سے

چھوڑا ہے ساتھیوں نے پس کارواں مجھے
لیجائے دیکھئے مری قسمت کہاں مجھے

شب کو نہ آئے تم تو دل بدگماں مجھے
واں لے گیا کہ موت ہے جانا جہاں مجھے

چکر میں مثل سنگ فلاخن ہوں دیکھئے
پھینکے مرے نصیب کی گردش کہاں مجھے

کیا درد دل کہوں کہ سراپا ہوں دردمند
آتی نہیں ہے بات سوائے فغاں مجھے

پڑتی ہے ان کی آنکھ سر بزم جب کہیں
جاتے ہیں تک نگاہ پہ سو سو گماں مجھے

ہوتی نہ وہ گلی تو بہلتا نہ دل مرا
ملتا اگر زمیں کے عوض آسماں مجھے

افسانہ کہکے اسکو سلاؤں تمام رات
نوکر ہی رکھے کاش ترا پاسباں مجھے

دل خط میں رکھدیا ہے تو کیا فائدہ ہوا
قاصد کا ہے سوال کرے تو زباں مجھے

اے داغ اس کے ہاتھ سے گر یوں شہید ہیں
وہ موت بھی ہو زندگی جاوداں مجھے

ہر گھڑی مجھکو قسم غیر کی دی جاتی ہے
وصل میں اس کی نئی چھیڑ چلی جاتی ہے

کبھی اقرار ہے تجھکو کبھی انکار وصال
بات تیری نہ اٹھائی نہ دھری جاتی ہے

اللہ اللہ ری گرانباری غم بعد فنا
کہ مری خاک سے آندھی بھی دبی جاتی ہے

حشر تک شکوۂ اغیار رہے گا قائم
آج کی آج کوئی یہ خفگی جاتی ہے

چارہ گر رکھ نہ مرے زخم جگر پر مرہم
کہ مری لذت ایذا طلبی جاتی ہے

راستی پر کبھی آنے کا نہیں انکا مزاج
اب بھلا کوئی طبیعت کی کجی جاتی ہے

اک ترا نام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجھکو
اک مری بات کہ برسوں میں سنی جاتی ہے

چھیڑنا زلف پریشاں کا بلا تھا اے دل
آئی شامت تری اب کوئی گھڑی جاتی ہے

میرا چاہا نہ خدا نے کبھی چاہا اے داغ
غم تو بڑھتا ہے مگر عمر گھٹی جاتی ہے

کیا چھیڑ میکدے کی ہے در پر لگی ہوئی
پیاسو سبیل ہے سر کوثر لگی ہوئی

یہ کس کی لو ہے اے دل مضطر لگی ہوئی / اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

دل کیا کھلے مرا کہ تری زلف کی طرح / مضبوط اک گرہ ہے گرہ پر لگی ہوئی

رکھیے قدم سنبھل کے رہ عشق میں وہی / آگے بھی جس کو ہو کبھی ٹھوکر لگی ہوئی

یوں کون جانے درد محبت کو ناصحا / وہ جانے جس کے چوٹ ہو دلبر لگی ہوئی

یارب ہو دل کی خیر کہ بیٹھی ہے کچھ اجل / ہے گھات میں نگاہ ستمگر لگی ہوئی

میرا ہی سا ہو حال تمہارا بھی ناصحو / چیٹک تمہیں بھی عشق کی ہو گر لگی ہوئی

گر زندگی خضر و مسیحا ہوئی تو کیا / ہے موت سب کے ساتھ مقرر لگی ہوئی

کوئی عدم سے آئے نہ اس قید خانے میں / قید حیات ساتھ نہ ہو گر لگی ہوئی

بیشک ہو کچھ لگاؤ جو کرتا ہے یہ گزند / زاہد سے دخت رز ہے مقرر لگی ہوئی

ناقوس بتکدے میں تو کعبے میں ہے اذاں / ہے یار میرے دوست کی گھر گھر لگی ہوئی

واں گالیوں پہ منہ ہے ہمیشہ کھلا ہوا / یاں مہر خامشی رہے لب پر لگی ہوئی

جب میں نے آہ کی ہے قیامت اٹھائی ہے / آواز پر ہے شورش محشر لگی ہوئی

کیا دخل بیقراری دل سے جو اک طرف / کروٹ مری رہے سر بستر لگی ہوئی

ٹھہرے کبھی نہ اس صف مژگاں کے روبرو / ہو سامنے اگر صف محشر لگی ہوئی

تھوڑی نظر گذر کی ملے ہم کو ساقیا / ہے اپنی تاک جانب ساغر لگی ہوئی

ہم آشنا نہیں بت ناآشنا سے داغ
تہمت یہ مفت کی ہے مرے سر لگی ہوئی

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری / لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری

اب ترا اے دل بیتاب خدا حافظ ہے / کر چکے ہم تو محبت میں حفاظت تیری

دیکھیے کرتی ہے رسوائے زمانہ کیا کیا / مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری

پوچھتے ہیں وہ مری بات تو یوں پوچھتے ہیں / کہتے ہیں کون ہے تو کیا ہے حقیقت تیری

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

عدم آباد کو جاتے ہیں بشر خالی ہاتھ
مجھ کو ہو ناز کہ لے جاؤں گا حسرت تیری

یار غمخوار مرے حال کو سب پوچھتے ہیں
اور پھر پوچھ کے سب کہتے ہیں قسمت تیری

ہے رقیبوں کی زباں پر بھی ستم کا شکوہ
تو بھی مجبور ہے جاتی نہیں عادت تیری

کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ
دیکھیے جائے گی کس روز یہ وحشت تیری

وصل کی شب بھی تمہاری وہی پرہیز رہی
مہربانی بھی تمہاری ستم آمیز رہی

دام پھیلائے تری زلف دلآویز رہی
تیغ کھینچے ہوئے مجھ پر نگہ تیز رہی

اک اشارے میں یہ تا ملک عدم جا پہنچا
توسنِ عمر کو کیا حاجت مہمیز رہی

وائے بربادیٔ قسمت کہ گلی میں تیری
خاک ہو کر بھی رہے ہم تو ہوا تیز رہی

کون تھا گرم عناں آج کہ جو خاک مری
شوق پابوس میں گرد سم شبدیز رہی

کوئی دیوانہ رہا کوئی رہا سودائی
بو تری زلف کی کیا کیا نہ جنوں خیز رہی

نعمت خلد کو بھی منھ نہ لگایا اس نے
تیرے بیمار کو جو عادت پرہیز رہی

گالیاں دیتے ہو پھر عذر خطا کرتے ہو
اس سے بھی تیز ہوئی اس سے بھی یہ تیز رہی

گو کہ تیزی ہے طبیعت میں تمہاری اے داغ
بات پر سامنے ان کے نہ کبھی تیز رہی

کوئی کمی نہ کی تھی دل بے قرار نے
مجھ کو بچا لیا مرے پروردگار نے

پامال کر دیا فلک بد شعار نے
سیکھے ترے چلن روش روزگار نے

ایسے مزے لیے مرے پائے فگار نے
گھر دل میں کر لیا خلش نوک خار نے

سنتے تھے ایک عمر سے طوفان نوح کو
ہم کو دکھا دیا مژۂ اشکبار نے

سو حسرتیں ملیں ہیں مرے ساتھ خاک میں
مٹی بھی دی تو ان کو اسی خاکسار نے

میں نے تو جان دی تھی بہانے سے موت کے
بدنام کر دیا اسے ہر سوگوار نے

مجھ سے ہے یہ گلا کسی وعدہ خلاف کو
جھوٹا بتا دیا ہے ترے اعتبار نے

دیکھی ہے ہم نے آج وہ ظرفِ وضو میں بند
جو پی کے چھوڑ دی تھی کسی بادہ خوار نے

وہ بات ہی نہیں وہ ملاقات ہی نہیں
نادان جب ابھار دیا تجھ کو چار نے

کہتے ہیں مجھ سے وصل میں کیوں تجھکو یاد ہیں
رو رو کے پیٹ پیٹ کے وہ دن گزار نے

سب بھیڑ چھٹ گئی رہ جاتے ہی حشر میں
میدان کر دیا قفسِ شعلہ بار نے

وہ اور مجھ کو خود ہی کہے شکوۂ رقیب
پٹی پڑھائی ہے یہ کسی ہوشیار نے

قسمیں ہزار دو نہ بتائیں گے ہم کبھی
مانگی ہے جو دعا دلِ امیدوار نے

غیروں کو آج بزم میں اس کی رلا دیا
بے اختیار نالۂ بے اختیار نے

اے داغ ہائے داغ ہے عہدِ شباب کا
کیا داغ کھائے تیرے دلِ داغدار نے

محبت کا اثر جاتا کہاں ہے
ہمارا دردِ سر جاتا کہاں ہے

دلِ بیتاب سینے سے نکل کر
چلا ہے تو کدھر جاتا کہاں ہے

عدم کہتے ہیں اس کوچے کو اے دل
ادھر آ بے خبر جاتا کہاں ہے

کہوں کس منہ سے کیا تیرے دہن کو
جو ہوتا تو کدھر جاتا کہاں ہے

ترے جاتے ہی مر جاؤں گا ظالم
مجھے تو چھوڑ کر جاتا کہاں ہے

کہا جاتا ہے قاصد اسکے در تک
خدا جانے وہ مر جاتا کہاں ہے

ہمارے ہاتھ سے دامن بچا کر
ارے بیداد گر جاتا کہاں ہے

تری چوری ہے سب میری نظر میں
چرا کر تو نظر جاتا کہاں ہے

اگرچہ پا شکستہ ہم ہیں اے داغ
مگر قصدِ سفر جاتا کہاں ہے

چلے ہو لیکے دل ہمراہ تم آنا یہاں پھر بھی
کرم کرنا ہمارے حال پر اے مہرباں پھر بھی

ابھی سمجھے نہیں تم ماجرائے دل کی کیفیت
سنائینگے تمہیں ہم اکدن یہ داستاں پھر بھی

عدوئے عیش ہے لیکن عدوئے جاں نہیں سمجھا
غنیمت ہے ہزاروں دشمنوں میں آسماں پھر بھی

غش آیا با عدو کانپے تیغ کے ٹکڑے ہوئے آخر
کہو تو سخت جانوں کا کروگے امتحاں پھر بھی

مرے شوق شہادت نے تھکایا بازوئے قاتل
دہانِ زخم سے دشوار تھا اک الاماں پھر بھی

نکل آیا ہے خط ہر چند تیرے روئے گلگوں پر
نکلتی ہے مگر اک بات تجھ میں دلستاں پھر بھی

چلا میں ہو کے خائف کوئے جاناں سے تو رستے میں
لگی کہنے قضا جاتا ہے تو آئے گا یہاں پھر بھی

دئے ہیں امتحاں کیا کیا کوئی انصاف سے دیکھے
رہا وہ بے مروت ہائے ہم سے بدگماں پھر بھی

مجھے ہے داغ کیا ارمان ایام گذشتہ کا
دوبارہ جا کے آتی ہے کہیں عمر رواں پھر بھی

عشق کا لطف غم سے اٹھتا ہے
غم جو اٹھتا ہے ہم سے اٹھتا ہے

فتنہ اُن کے قدم سے اٹھتا ہے
ہر قدم کس ستم سے اٹھتا ہے

دیکھئے کیا فساد قاصد پر
میری طرز رقم سے اٹھتا ہے

اُس کی فرنگہ کے اٹھتے ہی
شور دیر و حرم سے اٹھتا ہے

ظلم تیرا اٹھائے جاتے ہیں
جبتک اے یار ہم سے اٹھتا ہے

کس سے اٹھتا ہے صدمۂ الفت
یہ ہمارے ہی دم سے اٹھتا ہے

ہم پہ کیجئے جفا وفا آمیز
کہ ستم بھی کرم سے اٹھتا ہے

گو قیامت اٹھے مگر یہ دل
کوئی بیت الصنم سے اٹھتا ہے

گر نہ ٹھکرائے وہ تو پھر اے داغ
کون خواب عدم سے اٹھتا ہے

گمانِ تند خو کیا جانے کیا ہے
ہماری آرزو کیا جانے کیا ہے

اسے کچھ جانتے ہیں دوست تیرے — محبت کو عدو کیا جانے کیا ہے

ہمارے اور انکے دل ہی دل میں — ہمیشہ گفتگو کیا جانے کیا ہے

ستم میں کیا تامل تجھ کو لیکن — لحاظ اے کینہ جو کیا جانے کیا ہے

بھروں کیا اسکے آگے میں دم سرد — اسے وہ شعلہ خو کیا جانے کیا ہے

رواں آنکھوں سے یہ خونِ جگر ہے — کہ ہے دل کا لہو کیا جانے کیا ہے

قمر ہے یا کہ ہے مہرِ درخشاں — ترا روئے نکو کیا جانے کیا ہے

کہوں کیا تجھ سے ناصح لذتِ عشق — اسے کمبخت تو کیا جانے کیا ہے

جہاں میں داغ نے دیکھا ہے کس کو
یہ تکتا چار سو کیا جانے کیا ہے

نکال اب تیر سینے سے کہ جانِ پر الم نکلے — جو یہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے

تمنا وصل کی اک رات میں کیا اے صنم نکلے — قیامت تک یہ نکلے گر نہایت کم سے کم نکلے

خدا ہے حشر کے دن التجا تیری نہ مانوں میں — مرے منہ سے نہیں نکلے ترے منہ سے قسم نکلے

مرے دل سے کوئی پوچھے شبِ فرقت کی بیتابی — یہی فریاد تھی لب پر کہ یارب جلد دم نکلے

ہوئے خوش وہ جب آہ میری بے اثر دیکھی — کسی کا اس طرح یارب نہ دنیا میں بھرم نکلے

مبارک ہو یہ گھر غیروں کو تم کو پاسبانوں کو — ہمارا کیا اجارہ ہے نکالا تم نے ہم نکلے

نہ اٹھے مر کے بھی ایسے ترے کوچے میں ہم بیٹھے — محبت میں اگر نکلے تو ہم ثابت قدم نکلے

نہ گذرا بے خلش یاد مژہ میں ایک دم تجکو — کہ ڈوبے نشترِ غم دل سے جب خارِ الم نکلے

رہِ الفت کو اک سیدھا سا رستہ ہم نے جانا تھا — مگر دیکھا تو اس رستے میں صدہا پیچ و خم نکلے

سمجھ کر رحمدل تمکو دیا تھا ہم نے دل اپنا — مگر تم تو بلا نکلے غضب نکلے ستم نکلے

نہ نکلا دل ہی سینے سے نہ پیکاں ہی جدا نکلا — اگر نکلے تو دونوں آشنا ہو کر بہم نکلے

برا ہو اس محبت کا کہ اس نے جان سی کھو یا — لگا دل اس ستمگر سے اجل کا جس سے دم نکلے

دم پرسش جو دیکھا اس بت سفاک کو مضطر ۔ صف محشر سے دل پکڑے ہوئے گھبرا کے ہم نکلے

کہیں کیا دل میں کیا آیا کہیں کیا منہ سے کیا نکلا ۔ کبھی جو چلتے پھرتے ہم سوئے بیت الصنم نکلے

گئے ہیں رنج میں اے داغ بعد مرگ ساتھ اپنے
اگر نکلا تو یہ اپنے رفیقان عدم نکلے

دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں اغیار مجھے ۔ لے چلی ہائے کہاں حسرت دیدار مجھے

ایسی باتوں سے تو بہتر ہے خموشی واعظ ۔ کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے

رحم آتا ہے دل زار تری حالت پر ۔ کاش ہو جائے تری جان کا آزار مجھے

اپنے قاتل سے نہیں خون کا دعویٰ مجھ کو ۔ بلکہ خود جرم محبت پہ ہے اقرار مجھے

ہو گئی کثرت عصیاں سے مری وہ نوبت ۔ ہے یہ احسان ملا لیں جو گنہگار مجھے

مانگتا ہے مرے جینے کی دعائیں ظالم ۔ جان کر جی سے خفا جان سے بیزار مجھے

لوٹے ہیں تری محبت نے ہزاروں کانٹے ۔ دل ملا ہے کہ ملا وادیِ پرخار مجھے

ہم نشیں مجھ سے وہ میں خاک کہوں خلوت میں ۔ آج جو اس نے کہا ہے سر بازار مجھے

دل مرا لے کے وہ پچھتاتے ہیں دل میں اے داغ
نظر آتی ہے پھری چشم خریدار مجھے

بلا سے نامے کو تاثیر اگر نہیں رکھتے ۔ وہ تیرے منہ پہ تو کچھ نامہ بر نہیں رکھتے

برائیاں نہ تری یاد آئیں اس باعث ۔ ہم اپنے حال زبوں پر نظر نہیں رکھتے

گلی میں یار کی جانا ہے جان سے جانا ۔ جو پاؤں رکھتے ہیں وہ تن پہ سر نہیں رکھتے

پسند آئی ہیں جیسے ان کی طرز خرام ۔ قدم زمیں پہ سر رہ گذر نہیں رکھتے

ہزار حیف ہوئے بے قرار جن کے لیے ۔ وہ ہاتھ بھی دل بیتاب پر نہیں رکھتے

جو ہو گی ہم پہ عنایت تو کیا غضب ہوگا ۔ کہ کیا بشر سے محبت بشر نہیں رکھتے

رہا اگر نہ مجھے ہوش عشق میں نہ رہا ۔ تمہارا دل ہے کہاں تم خبر نہیں رکھتے

آتش شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے
اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

دیکھ لینے کو تری سانس لگا رکھا ہے
ورنہ بیمارِ غمِ ہجر میں کیا رکھا ہے

نا امیدانِ وفا کا یو نہیں دل رکھتے ہیں
آپ نے خاک میں جس طرح ملا رکھا ہے

کھائی ہے وعدۂ فردا پہ قسم کیا جھٹ پٹ
آج اس حرفِ تسلی نے لٹا رکھا ہے

اس قدر تو ہے ترا پردہ نشیں پاسِ حجاب
کہ ترے درد کو بھی دل میں چھپا رکھا ہے

تھے مکدر تو کدورت نے رکھا تھا برباد
صاف ہو اب تو صفائی نے لٹا رکھا ہے

قطعہ

دلِ گم گشتہ کے مذکور پہ ایسے بگڑے
کہ بڑی دیر سے منہ تم نے بنا رکھا ہے

شانہ ہے گل ہے کہ دل ہے مجھے معلوم نہیں
دیکھو تو زلف گرہ گیر میں کیا رکھا ہے

قطعہ

ستمِ ایجاد کا اندازِ ستم تو دیکھو
امتحانِ عشق و ہوس کا یہ بنا رکھا ہے

ہر گھڑی عاشق مضطر سے وہ ملتی ہی شبیہ
نقش بگڑی ہوئی صورت کا بنا رکھا ہے

شکوۂ ہجر سے اے داغ اثر کی امید
آپ نے نام شکایت کا دعا رکھا ہے

رنج و قلق کہ صدمہ و ایذا اٹھائیے
دل کو بٹھا کے سینے میں کیا کیا اٹھائیے

کس کس کا داغ اے ستم آرا اٹھائیے
دل کا اٹھائیے کہ جگر کا اٹھائیے

ہم بھی جگر کو تھام لیں دل کو سنبھال لیں
تھم تھم کے رخ سے زلف چلیپا اٹھائیے

عادت نہ جائے گرچہ قیامت ہی کیوں نہ آئے
ملنے کے بعد پھر کوئی جھگڑا اٹھائیے

دامِ بلائے زلف سے باندھا ہے سلسلہ
دل چاہتا ہے پھر کوئی جھگڑا اٹھائیے

یوں خاک میں ملائیے اس شوقِ چشم کو
پلکوں سے اس کا نقش کفِ پا اٹھائیے

ہم بھی بھرے ہوئے ہیں کہ ہے چھیڑنے کی یاد
بہتر یہیں نکالئے اچھا اٹھائیے

اے ناتوانیٔ دلِ بیمار الاماں — طاقت نہیں کہ دل سے تمنا اٹھائیے

الفت کا داغ تک بھی نہ دیجے رقیب کو — دولت یہ وہ نہیں جسے بیجا اٹھائیے

انداز یہ کہ جان نہیں چھوڑنے کے آپ — تاکید بلکہ ناز ہمارا اٹھائیے

ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق — ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھائیے

وہ داغؔ دردمند جو کل تک مریض تھا
آج آ کے آپ اس کا جنازہ اٹھائیے

غیر کو اس بزم میں توقیر پھر پیدا ہوئی — دل کو میرے کاش اے تقدیر پھر پیدا ہوئی

دیکھتے ہیں وہ جو پھر پھر کر مری جانب مگر — آہِ بے تاثیر میں تاثیر پھر پیدا ہوئی

جذبۂ دل میں مرے سستی نہیں تو کس لیے — اُن کے آنے میں یہاں تاخیر پھر پیدا ہوئی

دیکھ تو قاتل مری شوقِ شہادت کی کشش — گم ہوئی تھی جو تری شمشیر پھر پیدا ہوئی

بعد مجنوں دیکھ کر وحشت مری کہتی ہے خلق — اک بلا یہ زیرِ چرخِ پیر پھر پیدا ہوئی

ہو گئی تھی گم جو اک مدت سے دل کی آرزو — سن کے تیرے پیار کی تقریر پھر پیدا ہوئی

از سرِ نو ہوگا پروانہ اسیرِ عشق داغؔ
موجِ دودِ شمع سے زنجیر پھر پیدا ہوئی

کنایوں میں ادا نکالی ہے — بات میں بات کیا نکالی ہے

دیکھے دل فکر پیش و پس کیسی — ابتدا انتہا نکالی ہے

تم سے کیا شکوہ ہے گلا اس سے — جس نے رسمِ وفا نکالی ہے

دردمندوں کو قتل کرتے ہو — واہ اچھی دوا نکالی ہے

شبِ غم کا گزارنا کیا تھا — گھر سے اپنے بلا نکالی ہے

نام نکلا جہاں میں پردہ نشیں — یہ کہاں کی حیا نکالی ہے

دل جو واپس طلب کیا تو کہا — یہ نئی التجا نکالی ہے

بات کیسی وہ ہو گئے ہیں خفا منہ سے اُف جب ذرا نکالی ہے

داغ معجز بیاں ہے کیا کہنا
طرز سب سے جدا نکالی ہے

جس سے جانبر ہوں وہ تدبیر جفا کونسی ہے موت کی کوئی بتائے تو دوا کون سی ہے
تجھ کو مشکل دلِ بیتاب بتا کون سی ہے ایسی چلتی ہوئی وہ تیغ ادا کون سی ہے
خاک ہو کر کسی کوچے میں ہمیں جانا تھا آج کیا جانے کدھر کی ہے ہوا کون سی ہے
کوچۂ یار سے دیتا ہے جو واعظ تفضیل ایسی جنت میں نرالی وہ فضا کون سی ہے
گو بُرا ہوں مگر اچھا ہوں کہ چاہا تجھ کو میری تقصیر ہے کیا میری خطا کونسی ہے
ناز کرتے ہیں وہ ہر ناز پہ یہ کہہ کہہ کر اسکو کہتے ہیں ادا اور ادا کونسی ہے
اُف نہ کی ہمنے تہ تیغ جفا اے ظالم اس سے بڑھ کر رہ تسلیم و رضا کونسی ہے
موت ہے زندگی ہجر اجل رشک رقیب اور عشاق کے مرنے کو قضا کون سی ہے

کیا کہوں گا جو کہا اس نے کہ اچھا کہیے
بات اے داغ محبت کے سوا کون سی ہے

رازِ الفت کا نہ ہر اک ہمنشیں سے پوچھیے یہ ہمیں کچھ جانتے ہیں یہ ہمیں سے پوچھیے
آپ نے جو دیے ہیں رنج سب کھل جائیں گے اس دلِ غمگیں سے یا اس جانِ حزیں سے پوچھیے
میری خاموشی کا باعث پوچھیے مجھ سے نہ کچھ یہ حقیقت اپنی چشمِ سرمگیں سے پوچھیے
داد کوئی دے سکے کیا اس خرامِ ناز کی کیا زمیں کے دم پہ بنتی ہے زمیں سے پوچھیے
ان کا احوالِ گذشتہ ہم کہیں گے ٹھیک ٹھیک یاد ہے مجھ کو یہ افسانہ کہیں سے پوچھیے
گاہ کہتا ہوں کہ کچھ دریافت کیجے حالِ دل گاہ کہتا ہوں کہ کیا اس نکتہ چیں سے پوچھیے
اسنے پوچھی وصل کی صورت تو فرمانے لگے پوچھیے اسکو تو صورت آفریں سے پوچھیے
نیک و بد ہم نے زمانے کا بتایا بھی تو کیا آپ کا جس پر یقیں ہے یہ انھیں سے پوچھیے

جانتا ہے دل ہے داغِ عشق کا لے داغ لطف
یہ فروغِ رو سیاہی اس نگیں سے پوچھئے

رنگِ صحت سے جو واقف دلِ شیدا ہو جائے
داغِ ارمان بنے دردِ تمنا ہو جائے

زندہ دل خاک بہ ناکام تمنا ہو جائے
سخت مشکل ہے کہ مر کر کوئی پیدا ہو جائے

کچھ نہ ہو تیری محبت میں پر اتنا ہو جائے
کہ تری بدمزگی مجھکو گوارا ہو جائے

ہوں وہ ناکام تمنا جو اجل چاہوں میں
موت آ کر مری بالیں پہ مسیحا ہو جائے

تیرے اندازہ کا فرہیں بت ہوش ربا
آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے

قابلِ رحم ہے اُس شوخ کی رسوائی بھی
پردے پردے ہی میں کمبخت جو رسوا ہو جائے

ہائے کہنا وہ کسی بت کا دمِ نظارہ
آنکھ بھر کر ہمیں دیکھے تو بس اندھا ہو جائے

ساتھ قاصد کے چلا ہے دلِ بیتاب اپنا
کہیں ایسا تو نہ ہو راہ میں جھگڑا ہو جائے

بزم میں آپ بھی ہیں دو بھی ہیں دشمن بھی
امتحان آج جو ہونا ہے ہمارا ہو جائے

آسماں سے بھی شکایت نہ کروں گیا خوب
میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے

دشمنِ جاں نہ سہی آپ مسیحا ہی سہی
داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

کچھ خوب نہ یہ غیرتِ شمشاد کریں گے
بندوں کو غلامی سے جو آزاد کریں گے

ایجادِ ستم سے ہمیں برباد کریں گے
گر تیس دن ایسی ہی وہ ایجاد کریں گے

بیٹھینگے نہ خاموش ہم اے چرخِ ستمگار
تنگ جائینگے نالوں سے تو فریاد کریں گے

آباد رہیں حضرتِ دل ان سے یقیں ہے
یہ خوب ہی مٹی مری برباد کریں گے

مانا کہ عداوت ہی سہی غیر سے لیکن
اتنے بھی نہیں آپ کہ بیداد کرینگے

نشتر رگِ جاں کا ہے تو کانٹا ہے جگر کا
کیا رکھ کے تجھے اے دلِ ناشاد کرینگے

نالوں سے مرے دیکھئے اب آئی قیامت
چھیڑا تھا کسے آپ بھی کیا یاد کریں گے

خاموش رہے وہ گلۂ غیر بھی سن کر — میں نے تو یہ جانا تھا کچھ ارشاد کرینگے

گذری ہے شب وعدہ اسی امید میں اے داغ

یہ آپ ہی خود یاد وہ مجھے یاد کریں گے

وصل کے عیش میں سب ہجر کا غم بھول گئے — یاد رہتا تھا [illegible] ہم بھول گئے

کہہ دیا قہر و جفا مہر و وفا کے بدلے — مہرباں آپ مگر طرز ستم بھول گئے

وعدۂ وصل قیامت میں بھی ہوگا نہ وفا — واں بھی کہیے گا ترے سر کی قسم بھول گئے

کتنے بیخوف و خطر ظلم و ستم کرتے ہیں — سچ تو یہ ہے کہ خدا کو یہ صنم بھول گئے

نہ تمنائے ستم یاں نہ وہاں مشق جفا — وہ ہمیں بھول گئے اب انھیں ہم بھول گئے

کچھ عجب طور کی بیخودی شوق میں راہ — دو قدم ٹھیک چلے چار قدم بھول گئے

لکھنے بیٹھے تھے انھیں حال پریشانی کا — حرف مطلب کو اٹھاتے ہی قلم بھول گئے

میری قسمت سے پڑے کچھ غلطی روز حساب — سب کہیں کاتب اعمال رقم بھول گئے

مجھ پہ احسان کیا وعدہ فراموشی نے — اس کی عادت سے وہ انداز ستم بھول گئے

لیکے دل آپ جگر چھوڑ گئے سینے میں — اک رقم یاد رہی ایک رقم بھول گئے

رشک تیغ فنا میں بھی عجب لذت ہے — زندگانی کے مزے اہل عدم بھول گئے

عشق کی راہ میں جب کافر دیندار آئے

سب کے سب داغ رہ دیر و حرم بھول گئے

کل تک تو زلف میں سو دل رہا کیے — بھول آئے پھینک تھے کہیں آج کیا کیے

کچھ کم نہ تھی خرام سے گردش نگاہ کی — بیٹھے رہے وہ تو بھی تو فتنے اٹھا گئے

تعزیر دیکے آپنے عادت بگاڑ دی — دل مانتا نہیں کہ رہیں بے خطا کیے

مدت پیام بر کو بنایا ہے قصہ خواں — برسوں ترا جواب ہم اس سے سنا کیے

ہاں جذب شوق لا اسے بے پردہ کھینچکر — جاتا ہے کوئی منہ کو چھپائے حیا کیے

پہونچے کسی طرح سے نہ تا منزل مراد — بازو میں پر لگا کے ہم اکثر اڑا کئے
رکھا تھا ہم نے دل میں کہ جانے نہ پائیں گے — وہ خواب میں رقیب سے چھپ کر ملا کئے
بگڑے جو ذکر غیر پہ ہم اس نے دھر لیا — کوئی جواب جب نہ بن آیا بنا کئے
اے داغ ہم نے ہاتھ دعا سے اٹھا لیا
تقدیر کا لکھا ٹلا بغیر التجا کئے

بہم دشمن بھی اک جا ہوں تو الفت ہو ہی جاتی ہے
یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے
مصیبت گر کسی پر ہو مصیبت کا ہی خوگر ہو
اگر کیسا ہی مضطر ہو قناعت ہو ہی جاتی ہے
حیا گر منہ چھپاتی ہے ادا پردہ اٹھاتی ہے
یہ شوخی کب بٹھاتی ہے قیامت ہو ہی جاتی ہے
پری وش کوئی ایسا ہو کہ اس پر دم نکلتا ہو
جو تا بت عشق اعدا ہو تو نفرت ہو ہی جاتی ہے
نہ تجھے کب صبر اے بد خو کہوں کچھ گر کسی پہلو
ابھی قابو سے بے قابو طبیعت ہو ہی جاتی ہے
بھرا ہے رنج کا دفتر رکے کیونکر دل مضطر
جفائے یار کی اکثر شکایت ہو ہی جاتی ہے
بنی ہے عمر بھر کس کی یہ ہے دل کی غلط فہمی
عداوت کیا نہیں ہوتی عداوت ہو ہی جاتی ہے
ہوا کیا وصل سے حاصل حیا ہے درمیاں حائل
ہمارے واسطے نازل مصیبت ہو ہی جاتی ہے

نہ رکھو تو داغ کو نالاں سمجھ تو وہ بھی ہے انساں
کہ ان باتوں سے اے ناداں کدورت ہو ہی جاتی ہے

وہ نگہ راہ پر نہیں آتی
نظر آتی نظر نہیں آتی

ابروں پر طبیعت آتی ہے
اس طرح اس قدر نہیں آتی

کوچۂ یار ہی میں بیٹھ رہی
او قیامت ادھر نہیں آتی

حسن مجرم رہا کہ عشق رہا
غیب کی کچھ خبر نہیں آتی

پیار کے اس نگاہ ستورخ کی چوٹ
آتے جاتے نظر نہیں آتی

گو طبیعت ہے آسانی پہ جائی
پر مری راہ پر نہیں آتی

قتل پر اپنے باندھتے ہیں ہم
ہاتھ ان کی کمر نہیں آتی

دل کے لینے کی گھات ہر جگہ اور
پہ تجھے مفت بر نہیں آتی

حال معلوم ہے قیامت کا
بات کہنے میں پر نہیں آتی

آگے آتی تھی یاد بھی تیری
اب کبھی بھول کر نہیں آتی

مرگ عاشق ہے کس قدر آساں
نوبت چارہ گر نہیں آتی

حضرت دل اور ان سے حال کہیں
موت کہہ کر مگر نہیں آتی

گل ہرے ہو گئے چمن میں داغ
تجھ پہ رونق مگر نہیں آتی

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمان دہلی
تھا مرا نام و نشاں نام و نشان دہلی

لے گئے لوٹ کے اب شوکت و شان دہلی
بولی پہلے اڑاتے تھے زبان دہلی

دلی والوں کیلئے تازہ بنے گی جنت
لے گئے سر پہ ملک تحفہ مکان دہلی

رشک شمشاد تھا ہر خوش قد و ہر خوش رفتار
سرو آزاد تھا ہر ایک جوان دہلی

عارض صاف تھا ہر ایک مصفا بازار
چشم پر جلوہ تھی ایک ایک دکان دہلی

گرم ہنگامہ ہوئے نادر خانِ پنجاب　　گل کھلائے ہیں نئے تو نے خزانِ دہلی

اس سے بڑھ کر کوئی محشر میں نہیں طولِ حساب　　بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی

دیدیا فوج کو انعام میں حکام نے سب　　گنج قاروں سے فزوں گنج نہانِ دہلی

یا خدا مسجد جامع کا ہے نام بلند　　بجنے والے کہیں وہ آئی اذانِ دہلی

آسمان پر ہے بھی نوحے کی صدا آتی ہو　　کیا فرشتے بھی ہوئے مرثیہ خوانِ دہلی

نیرؔ و غالبؔ و آزردہ سے پھر لوگ کہاں
داغؔ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

غضب ہے جس کو وہ کافر نگاہ میں رکھے　　خدا نگاہ سے اس کی پناہ میں رکھے

برا ہوں میں تو مجھے رکھیے اپنی پیش نظر　　برے کو چاہیے انساں نگاہ میں رکھے

بٹھایا ہار گلے کا بجا اسے یہ طرہ　　کہ پھول غیر کے تم نے کلاہ میں رکھے

جو شیخ دیکھ لے اک بار کیف میخانہ　　تو بھول کر نہ قدم خانقاہ میں رکھے

اسی سے تو دل بیتاب ٹھیک رہتا ہے　　جو تجھ کو باندھ کے زلف سیاہ میں رکھے

یہ فقر و فاقہ کی خوبی نہیں ہے اے زاہد　　کہ تیس روزے اگر ایک ماہ میں رکھے

سر نیاز ہو اس راہ میں قدم فرسا　　جبین سے پاؤں تری جلوہ گاہ میں رکھے

تلاش دیر و حرم میں عبث نہ کیونکر ہو　　ترا ظہور ہی جب اشتباہ میں رکھے

خدا کے عشق میں اے داغؔ بت کی یاد رہی
ثواب ہم نے ملا کر گناہ میں رکھے

شوخی میں اُن کی چھیڑ ہے کچھ اضطراب کی　　گھر کر گئی وفا کسی خانہ خراب کی

اس روئے بے نقاب کا جلوہ ہوا نقاب　　نکلی ہر رنگ رنگ سے صورت حجاب کی

جنبش میں یوں ہیں وہ لب نازک کے نقش کے　　جیسے ہلے نسیم سے پتی گلاب کی

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا　　اچھی بنی بگاڑ میں صورت عتاب کی

گو چپ ہو پر یہ جنبشِ لب کہہ رہی ہے صاف ۔ قاصد کے منہ میں پھرتی ہے شوخی جواب کی

تم اور آرزو مرے ملنے کی روزِ حشر ۔ میں اور گفتگو ستمِ بے حساب کی

اے اشک ڈوب مر تری تاثیر دیکھ لی ۔ الٹی ہنسی اڑی مری چشمِ پُرآب کی

در پردہ جوشِ حسن نے بے پردہ کر دیا ۔ ٹوٹی گرہ تڑاق سے بندِ نقاب کی

اے دل کمی کرے نہ کہیں طولِ مدعا ۔ لینی ہے کل خبر مجھے روزِ حساب کی

پھرتا تھا چرخ دل میں کدورت بھرے ہوئے ۔ اب خاک چھان کر مری مٹی خراب کی

گر آگ میکشی کی سزا ہے تو یا خدا ۔ دوزخ میں ایک نہر بہا دے شراب کی

محشر میں توبہ توڑ کے میں جیت جاؤں گا ۔ زاہد سے مجھ سے شرط ہوئی ہے ثواب کی

اے داغ آہ کی تو غضب کون سا کیا
ایسی بُری لگی دلِ خانہ خراب کی

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لائی ہے ۔ اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لائی ہے

نہیں معلوم کہ ہے منزلِ مقصود کہاں ۔ عرش تک کی تو خبر آہِ رسا لائی ہے

ہم گرفتار ہیں خود شوقِ گرفتاری میں ۔ ہم کو کیا پیچ میں وہ زلفِ دوتا لاتی ہے

کون مرنے کو ترے کوچے میں خود آتا ہے ۔ پر یہ بیتابیِ دل ہے کہ اڑا لاتی ہے

کوچۂ یار میں یہ حسرتِ دیدار مجھے ۔ روز لے جا کے نئی سیر دکھا لاتی ہے

پاسباں کو درِ جاناں سے اڑا کر لیجائے ۔ خاک لاتی ہے اگر خاک صبا لاتی ہے

بت کیا کرتے ہیں پامال اُسی مرنے کو ۔ اپنے ہاتھوں یہ جسے خلقِ خدا لاتی ہے

جب کہیں جان سے میں ہو کے خفا جاتا ہوں ۔ منتوں سے مجھے تقدیر منا لاتی ہے

مجھ کو اے داغ کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں
تجھ کو کمبخت یہاں تیری قضا لاتی ہے

بیدرد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے ۔ ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے

غیرت یہی کہتی ہے نہ ہو عشق میں شرکت | ہم حضرتِ دل کا بھی سہارا نہیں رکھتے
تم زندہ ہمیں چھوڑ کے گھر جاؤ نہ شب کو | مردے کو بھی انسان کے تنہا نہیں رکھتے
پروانہ و بلبل کو تو سب کہتے ہیں عاشق | کیا قہر ہے تم نام ہمارا نہیں رکھتے
سچ ہے کہ یونہی ڈوب گئیں اپنی دعائیں | ہم تم پہ کسی طرح کا دعویٰ نہیں رکھتے
بیباک ہو سفاک ہو جو آج ہو تم ہو | بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے
اچھا ہو تو کیا جانے کرے کیا یہ برائی | ہم جان کے دل کو کبھی اچھا نہیں رکھتے
جس لطف و کرم پر مجھے امید بندھی ہے | اخلاص وہ غیروں سے بھی ایسا نہیں رکھتے

اے داغ یہ کس کام کی مستی و جوانی
تم اس میں جو اندیشۂ فردا نہیں رکھتے

تو قیامت کی چال کرتا ہے | بے چلے پائمال کرتا ہے
تجھ سے جو عرضِ حال کرتا ہے | سچ تو یہ ہے کمال کرتا ہے
اس کے انداز دیکھئے کیا ہوں | ناز جس کا خیال کرتا ہے
دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں | کوئی جانے سوال کرتا ہے
تیغ کرتی ہے خون اے قاتل | مفت تو ہاتھ لال کرتا ہے
نہیں گھٹتا یہ داغِ دل یارب | بدر کو تو ہلال کرتا ہے
یہ ستم کب نصیب ہوتے ہیں | مجھ کو ظالم نہال کرتا ہے
در دلدار تک نہیں جاتا | نامہ بر انتقال کرتا ہے

داغ سے اور مدعی الجھے
وہ تمھارا خیال کرتا ہے

مجھ سا بھی زمانے میں کوئی سوختہ جاں ہو | ہے برقِ جہاں جو نفسِ شعلہ فشاں ہے
زاہد بخدا اسکو یہاں عشقِ بتاں ہے | پر ضد سے تری اب جو نہیں بھی ہو تو ہاں ہے

کیا بزم ستمگار میں اندیشہ جاں ہے
قاصد نگہ یاس سے ہر سو نگراں ہے

سنتے ہیں خوشی بھی ہے زمانے میں کوئی چیز
ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں کدھر ہے یہ کہاں ہے

کس شکل چھپاؤں تجھے اے راز محبت
جو دل میں نہاں ہے وہی نظروں سے عیاں ہے

رکتی ہے دم ذبح کہیں عرض وفا پر
یہ آپ کا خنجر تو نہیں میری زباں ہے

دے مجھ کو خم بادہ مرے قد کے برابر
اے پیر مغاں وزن میں کم رطل گراں ہے

دل میں نے دیا تھا جسے دلدار سمجھ کر
یا تم وہی معشوق ہو یا مجھ کو گماں ہے

قاتل ترے خنجر میں نہیں مورچہ اصلا
اک اک نگہ تیز کا بسمل کے نشاں ہے

واعظ وہ فضا کیا ہے زمانے سے نرالی
فردوس بھی اک باغ ہے جنت بھی مکاں ہے

شوخی بھی ہے لازم نگہ ناز و ادا میں
یہ تیر کا پیکاں ہے یہ برچھی کی سناں ہے

کیا پوچھتے ہو داغ کا تم ہم سے ٹھکانا
آوارہ و سرگشتہ ہے کیا جانے کہاں ہے

سودا ہے جو دل دیکے خریدار سے الجھے
بیٹھے ہوئے ہم سے نہ کبھی یار سے الجھے

آنکھوں سے لڑے گیسوئے خمدار سے الجھے
یہ حضرت دل روز ہی دو چار سے الجھے

ہونے نہ دیا رشک نے اظہار تمنا
ہر بات میں ہم اپنی ہی گفتار سے الجھے

الجھے وہ مرے الجھاؤ ہیں اس عشق میں یارب
دلدار سے اٹکے تھے کہ اغیار سے الجھے

کیا سیر ہو شانے سے لڑے گر دل صد چاک
دیکھ ایک گرفتار گرفتار سے الجھے

اٹکے تو کسی چشم فسوں ساز سے اٹکے
الجھے تو کسی طرۂ طرار سے الجھے

کیوں آنکھ لڑے کیوں ہو پریشاں دل کی حقیقت
آفت میں پھنسے مجھ سے رکے یار سے الجھے

آنے نہ دیا ان کو تو شوخی نے مرے ساتھ
ہر گام پہ وہ تیزی رفتار سے الجھے

قاتل جو ذرا آنکھ چرا جاؤں تو پھر دوں
تار رگ گردن تری تلوار سے الجھے

محشر میں سزا عشق کے مجرم کو کہاں ہو
معلوم ہو جو تیرے گنہگار سے الجھے

چوری سے بھی پہنچے نہ ترے گھر میں کبھی ہم — برسوں یونہی خار سر دیوار سے الجھے

کھلتے نہیں تم داغ الجھتی ہے طبیعت
اچھے کسی عیار سے مکار سے الجھے

یہ بات کیا دم رفتار ہوتی آتی ہے — کہ اپنے سائے سے تکرار ہوتی آتی ہے

شب وصال قیامت تھی جب کسی نے کہا — وہ دیکھ صبح نمودار ہوتی آتی ہے

کچھ اور تو مرے ہمراہ بن نہیں چلتی — نگاہ جانب اغیار ہوتی آتی ہے

تمہارے کوچے میں کیا تازہ گل کھلا کوئی — صبا جب آتی ہے گلزار ہوتی آتی ہے

یہ کس غضب کی ہے آمد تری خدا کی پناہ — نگاہ ناز سے تلوار ہوتی آتی ہے

ازل کے دن سے یہ مٹی خراب عاشق کی — یہ مشت خاک یونہیں خوار ہوتی آتی ہے

الٰہی خیر ہو وہ خشمناک آتے ہیں — کچھ اپنے آپ ہی گفتار ہوتی آتی ہے

چرا کے بھاگ گئے دل پھر آپ پوچھتے ہیں — یہ دھوم کیا سر بازار ہوتی آتی ہے

تمہیں نے داغ نرالے نہیں اٹھائے ستم
یونہی سلف سے مرے یار ہوتی آتی ہے

نگہ ناز جو غصے سے کبھی پھرتی ہے — دل پہ تلوار کلیجے پہ چھری پھرتی ہے

موت آتی ہے قیامت کو یہاں تک آتے — پیچھے پیچھے کسی دامن کے لگی پھرتی ہے

آئی اتراتی ہوئی کس کی گلی سے یارب — کہ نسیم سحری ہم سے اڑی پھرتی ہے

نہ دیا خواہش آرام نے آرام کہیں — مجھ کو کھینچے مری راحت طلبی پھرتی ہے

غیر کے رنج کی مجھ کو نہ خوشی کیوں کر ہو — آپ کیا پھرتے ہیں تقدیر مری پھرتی ہے

ہے مرے قتل سے قاتل کی خوشی کو بھی خوشی — مہ جبیں کرتی ہوئی ہونٹوں میں ہنسی پھرتی ہے

جی دھڑکتا ہے کریں تجھ سے کہوں یا نہ کہوں — بات اک لب میں مرے رشک پری پھرتی ہے

ہوگیا رشک تف داغ جگر سے ایسا — آہ سوزاں مرے سینے میں جلی پھرتی ہے

داغ آوارہ کا تابوت میں لاشہ نہ رہا
ڈھونڈھتی خلق بیاباں میں پڑی پھرتی ہے

جہاں لگ گئی کارگر ہو گئی — مری آہ تیری نظر ہو گئی
ہمیں مر گئے صدمۂ رشک سے — بڑی خیر اے فتنہ گر ہو گئی
بنا حلقۂ زلف آغوش شوق — گرفتاران کی کمر ہو گئی
لے ٹھوکروں ہی میں اہل نیاز — ہماری جبیں سنگ در ہو گئی
نہ آئے محبت کے کوچے میں خضر — خدا جانے کیوں کر بسر ہو گئی
ستم ہو گیا راز دل کھل گیا — چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی
کمی کی نہ کچھ شوق نے قتل میں — ادھر ہی سے کچھ در گزر ہو گئی
فرشتے ہوں مخبر تو کیا کیجئے — یہاں بات کی واں خبر ہو گئی
وہاں جھوٹے وعدے پہ لب ہل گیا — توقع یہاں کس قدر ہو گئی
دکھا دیں گے اے دل تجھے روز حشر — کہ ساری خدائی ادھر ہو گئی
کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید — تغافل سے تیرے ... مگر ہو گئی

یہاں صبح پیری سے پہلے ہی داغ
جوانی چراغ سحر ہو گئی

قول تیرا شوق میرا چاہیے — جھوٹ سچ کے واسطے کیا چاہیے
اے فلک سامان محشر ہی سہی — تیری آنکھوں کو تماشا چاہیے
ہو سکے کیا اپنی وحشت کا علاج — تیرے کوچے میں بھی صحرا چاہیے
دل میں قاتل کے رکاوٹ ہو تو ہو — خنجر اپنے دم سے اچھا چاہیے
گو تری نظروں سے کل گر ہی پڑیں — آج تو کوئی سہارا چاہیے
کیجئے تیغ تبسم سے ہلاک — جور بھی اچھوں کا اچھا چاہیے

ہر طرف ہے تیرے بیماروں کا شور
ہر گلی میں اک مسیحا چاہیے

کیوں نہ چھلکے میکشوں کے سر برابر
کچھ گنہگاروں کا پردا چاہیے

تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے

کاش دے کر کچھ گرہ سے ہو نجات
تجھ کو زاہد دین و دنیا چاہیے

دل کی جانب سے تغافل کیوں ہوا
قرض داروں پر تقاضا چاہیے

وعدۂ فردا پہ بھی جیتے نہیں
کہتے ہیں وہ وقت دیکھا چاہیے

کیوں نہیں دیتے تسلی داغ کو
اس سے لیجے گر تمنا چاہیے

نگہِ شوق بے اثر نہ ہوئی
تم کو پردے میں کیا نظر نہ ہوئی

ہم نے تقلید خضر کی لیکن
چلتے پھرتے بھی تو بسر نہ ہوئی

تارے گنتے ہو شام سے شبِ وصل
کیا کرو گے اگر سحر نہ ہوئی

دلِ ویراں میں غم رہا قائم
کبھی یہ شے اِدھر اُدھر نہ ہوئی

ماتمِ غیر میں تمھیں دیکھ
ورنہ یہ عید کس کے گھر نہ ہوئی

شبِ فرقت کے جاگنے والے
ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی

وائے بیگانگی طبیعت کی
کہ اُدھر سے کبھی اِدھر نہ ہوئی

اس نزاکت سے قول اس نے دیا
ہاتھ کی ہاتھ کو خبر نہ ہوئی

وعدہ اس نے کیا وفا نہ کیا
دل کو تسکین ہوئی مگر نہ ہوئی

حال وہ کیا جو حشر میں نہ کہا
بات وہ کیا جو وقت پر نہ ہوئی

کس کے جلوے نے کر دیا محجوب
آنکھ کے سامنے نظر نہ ہوئی

کبھی ان سے امید الفت ہے
کبھی یہ فکر ہے اگر نہ ہوئی

عشق میں ذوق اپنا اپنا ہے
دل میں کیفیتِ جگر نہ ہوئی

ہے بہت طول مدعا افسوس — ساری دنیا پیامبر نہ ہوئی
نہیں معلوم کس کے دل میں رہی — کبھی ظاہر تری کمر نہ ہوئی
غیر محفوظ ہے ہر آفت سے — شدنی بھی تو عمر بھر نہ ہوئی
نہیں سر کار عشق پر الزام — میں برا تھا مری بسر نہ ہوئی
خاک میخانہ تھی اسی قابل — یہ زمیں آسمان پر نہ ہوئی
دل سے باتیں رہیں شب غم — بات کرنے میں بھی سحر نہ ہوئی
دل جلے دفن ہو گئے جس میں — ابر سے وہ زمیں تر نہ ہوئی

کیا تلون مزاج ہے اے داغ
چار دن بھی کہیں بسر نہ ہوئی

مجھے اے اہل کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہی — ادھر دیوانہ جاتا ہے ادھر مستانہ آتا ہی
نہ دل میں غیر آتا ہے نہ صاحب خانہ آتا ہی — نظر چاروں طرف ویرانہ ہی ویرانہ آتا ہی
تڑپتا لوٹتا اڑتا جو بیتابانہ آتا ہی — یہ مرغ نامہ بر آتا ہی یا پروانہ آتا ہی
مرے مژگاں سے آنسو پونچھتا ہی کس لئے ناصح — ٹپک پڑتا ہی خود جو اس شجر میں دانہ آتا ہی
یہ آمد ہی کہ آفت ہی نگہ کچھ ہے ادا کچھ ہے — الٰہی خیر مجھے آشنا بیگانہ آتا ہی
وہ نازک ہیں تو کیا اپنے سر خنجر پھیر نہیں سکتا — تجھے کچھ ننگ بھی اے ہمت مردانہ آتا ہی
ترا کوچہ ہی گویا دار الشفا بیمار وحشت کو — پری آتی ہی بنجاتا ہی جو دیوانہ آتا ہی
دم تقریر ملتے حلق میں چھریاں چھوتے ہیں — زباں تک ٹکڑے ٹکڑے ہو ہو کر مرا افسانہ آتا ہی
رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں — ادھر جاتا ہی دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہی
جگر تک آتے آتے سو جگہ [illegible] — [illegible] نظر آتا ہے یا مستانہ آتا ہی
کبھی جلنا کبھی رونا کبھی ملنا کبھی کچھ [illegible] — [illegible] خنجر کو ہر انداز معشوقانہ آتا ہی
دغا شوخی شرارت بیحیائی فتنہ پردازی — تجھے کچھ اور بھی اے نرگس مستانہ آتا ہی

سکندر آئینے سے جامِ جم سے خوش ہوتا تھا — کوئی بیکس کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے
بھرے کچھ آنکھ میں آنسو پڑے کچھ حلق میں چھالے — قفس میں یہ میسر مجھ کو آب و دانہ آتا ہے

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا
تجھے اے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

کس طرح ظاہر کروں حسرت جو مکنونِ دل میں ہے — جس طرح غنچے میں بو ہے آرزو یوں دل میں ہے
دعوتِ مژگاں کروں مہمانیِ پیکاں کروں — آہ میں کیا کیا کروں اک قطرۂ خوں دل میں ہے
یا تو ویسی تمکنت یا ہے یہ وحشت اس قدر — یا جنوں سر میں ہوا یا کوئی مجنوں دل میں ہے
دیکھئے رہ جاؤ گے گر کوئی نشا چل گیا — جو تمہاری آنکھ میں ہے یاں وہ افسوں دل میں ہے
کیا کریں گے اہلِ محشر میرے داغوں کا شمار — عشق کی دولت کو گویا گنجِ قاروں دل میں ہے
آرزوئے عیش سے کیا ہو جو قسمت میں نہ ہو — جو نہیں ہے تجھ میں وہ اے بختِ واژوں دل میں ہے
اس محبت کا برا ہو ایک کو راحت نہیں — دل مکدر سینے میں ہے جانِ محزوں دل میں ہے
کس مصیبت میں پڑا ہوں میں دمِ تحریرِ شوق — وہ سما سکتا نہیں خط میں جو مضموں دل میں ہے

ہاں مدد اے جوشِ وحشت چل کے گر پڑتا ہے داغ
خارِ صحرا پاؤں میں ہے شوقِ ہاموں دل میں ہے

پھر تو کی زلف نے کچھ شب نے سیاہی تیری — بڑھ گئی بختِ سیہ خوب تباہی تیری
دمِ اظہارِ محبت ٹھہر اے نالۂ دل — الٹی ہو جائے نہ کمبخت گواہی تیری
یوں تو اے ابر پتا بھی نہیں ملتا تیرا — توبہ کرتی ہے جھلکتی ہے سیاہی تیری
جب کبھی دار پہ منصور نے اپنی ہی کہی — میں نے تا روزِ جزا بات نباہی تیری
عمر بھر تو نے بھلائی کبھی چاہی میری — جیتے جی میں نے برائی کبھی چاہی تیری
دونوں ہاتھوں سے جگر تھام لیا ناصح نے — میں نے فریاد جو کی داد جو چاہی تیری
ڈرتے ڈرتے وہ مرا حالِ طبیعت کہنا — پڑتے پڑتے میں وہ دزدیدہ نگاہی تیری

ناصحا کہدے محبت میں خدا لگتی کچھ　　مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نظر آئے نہ مجھے بعد فنا شکل عذاب　　اتنی گہری تو ہوائے قبر سیاہی تیری

سچ تو یہ ہے کہ بُرا حال بُرا ہوتا ہے　　غیر نے مجھ سے کہا ہائے تباہی تیری

ہم نے اے داغ سفارش میں کمی کونسی کی

پر بُرائی تری تقدیر نے چاہی تیری

صبر کیا آئے مجھے سانس بمشکل آئے　　تو تو انسان ہے پتھر پہ اگر دل آئے

کسقدر تھا نگہ شوق کو قاتل کی تلاش　　جب نظر مجھ کو فرشتے دم بسمل آئے

ہائے وہ جان بچانے کا زمانہ نہ رہا　　اب تو اس بات کا رونا ہے کہیں دل آئے

خواب میں بھی کبھی تنہا نہیں دیکھا تجھ کو　　دلمیں بھی آئے تو اغیار کے شامل آئے

غیر معشوق ہو تجھسا بھی تو الفت نہ کروں　　ایسا آنا ہی تو مجھ پر ہی مرا دل آئے

اس نزاکت پہ گئے غیر کے گھر جیسے تم　　ہم اگر آپ میں آئے تو بمشکل آئے

مل گئے راہ میں مجھکو یہ بڑی خیر ہوئی　　لوگ جو دیکھ کے سبکو تری محفل آئے

کیا کہیں کس سے کہیں جاکے وہاں کیا گذری　　یار کہتے ہیں مبارک ہو تمہیں مل آئے

جس کو ہو داغ بہت حسن و شجاعت پہ غرور

میرے نواب بہادر کے مقابل آئے

سنبھال کر کوئی لیجائے اسکے پاس مجھے　　بٹھائے دیتی ہے اک اک قدم پہ یاس مجھے

بٹھاکے بزم میں اپنی سبک نہ کر اتنا　　نہ لے اڑیں کہیں ظالم مرے حواس مجھے

وہ چشم مست جو گلشن میں گل سے لڑتے ہیں　　اشارہ کرتی ہے بلبل کہ اک گلاس مجھے

وہ سبکو نشے میں جھکے جو عکس کاکل سے　　بلا بلا کے بٹھاتے تھے اپنے پاس مجھے

غضب میں آگئے جنت کے رہنے والے بھی　　اداس ہو گئے سب دیکھ کر اداس مجھے

رقیب سے سر محفل کلام ہوتے ہیں　　سمجھ لیا ہے ستمگر نے بدحواس مجھے

دیا ہے زہر مرے چارہ گر نے تنگ آکر　　دوا تو خوب ملی ہے جو آئے راس مجھے

بنادیا غم فرقت نے سنگ دل ایسا　　کہ موت سے نہیں آتی کبھی ہراس مجھے

صنم پرست کو لے داغ شیخ کیا سمجھے
جو برہمن ہو وہ جانے خدا شناس مجھے

کون غمخوار الٰہی شب غم ہوتا ہے　　اب تو پہلو میں مرے درد بھی کم ہوتا ہے

کیفیت خاص ہے گویا مری مجبوری کی　　حال جو یار کا ہنگام قسم ہوتا ہے

کس تبسم سے ملی جاتی ہیں آنکھیں دیکھو　　کس مسرت سے مری موت کا غم ہوتا ہے

رشک ہوتا ہے خط شوق پہ مجھ کو کہ وہاں　　وہی مضمون مرے دشمن کو رقم ہوتا ہے

غیر کا دل کہیں تلوؤں کے تلے تو نے ملا　　فتنہ ہر ایک ترا نقش قدم ہوتا ہے

حشر میں پوچھتے پھرتے ہیں وہ ایک ایک سے یہ　　یا کہیں بھی کسی عاشق پہ ستم ہوتا ہے

یاد آجاتے ہیں جب غم محبت کے مزے　　شربت خضر بھی تلخی میں مرے سم ہوتا ہے

خانۂ غیر کی آرائش و زیبائش کیا　　سوچ لیجئے کہیں وہ در بھی ارم ہوتا ہے

رہ گیا چھیڑ کے میں قصۂ غم جب یہ سنا
داغ اس سر کی قسم مجھ کو الم ہوتا ہے

چوٹ دل کی وہیں ابھر آئی　　جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

جا شب ہجر وہ سحر آئی　　تو ہی جانے گی پھر اگر آئی

آئینہ کیوں ہوا جمال ترا　　اپنی صورت مجھے نظر آئی

صبح سے تم کو آرہی ہے ہنسی　　خواب میں کس کی چشم تر آئی

تھی شب وصل کس قدر کوتاہ　　شام گذری کہ بس سحر آئی

اب کہاں تک سناؤں قصۂ غیر　　میری آنکھوں میں نیند بھر آئی

تم سے تو واسطہ ہی کچھ نہ رہا　　اب طبیعت رقیب پر آئی

میرے مرقد پہ مجھ سے کہتے ہیں کیوں تجھے نیند اس قدر آئی

صدمہ پہنچا جگر کا دل تک داغ
ایک کی چوٹ ایک پر آئی

عتاب کی تم سنو تو ذرا کوئی کچھ کہے جب بے سنے خفا ہو تو کیا کوئی کچھ کہے

سوچا جواب کیا مرے حاضر جواب نے تاکید ہے کہ روز جزا کوئی کچھ کہے

ہم آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتے ہیں گالیاں کانوں کو پڑ گیا ہے مزا کوئی کچھ کہے

بندے ہیں ہم تو عشق کے اے شیخ و برہمن پروا نہیں ہے بخدا کوئی کچھ کہے

قسمت نامراد تو مدت سے ہے خطاب جی چاہتا ہے اس سے سوا کوئی کچھ کہے

ناصح کہے سنے پہ جب رہا نہیں عمل جو جی میں آیا وہ کیا کوئی کچھ کہے

اے داغ اس کی بزم میں [illegible] گے
اس کا ہے انتظار ذرا کوئی کچھ کہے

مرے کوچے میں وہ کن شوخیوں سے جا بجا ٹھہرے بڑھے بڑھ کر تھمے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے

تو قتل کی نہ ٹھہرے آج قاتل عید ٹھہرے نہیں تلوار تو فقرہ کوئی چلتا ہوا ٹھہرے

تسلی دل کو جو دیتے ہیں کیسے لوگ ہیں یارب جگر ہی جب نہ ٹھہرے تو جگر پر ہاتھ کیا ٹھہرے

مسیح و خضر گر کہتے ہیں دونوں ہم تو جب جانیں جو دل گرتا ہوا سنبھلے جو دم جاتا ہوا ٹھہرے

اڑا جاتا ہے عالم کیا لکھوں میں خط [illegible] پریشانی ٹھہرنے دے تو دل میں مدعا ٹھہرے

بہار بے خزاں دیکھی ہو کب تو نے دکھا دیں ہم جو اس کی صبح میں [illegible] رنگ حنا ٹھہرے

نکل جو [illegible] کا حشر میں پھر عشق کا دعویٰ مراد مرتے آگے جو کوئی بے خطا ٹھہرے

مری ابتدا دل نے آسماں پر تجھ کو بھیجا زمیں پر وہ نہ ٹھہرے جو تمہاری خاک پا ٹھہرے

وہی انسان پورا ہے اسی کے ہم تو قائل ہیں بھلوں میں جا بھلا ٹھہرے بروں میں جا برا ٹھہرے

مزا چکھا نہیں دنیا کا زاہد تو نے دنیا میں کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مرد خدا ٹھہرے

صبا تجھ کو تو غنچے چٹکیوں ہی میں اڑا دیتے
جو نکہت خود ہو آوارہ تو ٹھہرانے سے کیا ٹھہرے

ابھی سامان آہ و نالہ و فریاد کیجے ہے
قدم آگے نہ رکھے عرش اعلیٰ پر دعا ٹھہرے

تری آنکھیں ہی اپنے ناک میں اپنے ٹھہرنے کو
ٹھہرتی ہے اگر تو چشم دشمن میں حیا ٹھہرے

متاع شوق بھی ہے مایۂ الفت بھی رکھتے ہیں
اگر لیجے تو کچھ سودا ہمارا آپ کا ٹھہرے

شب وعدہ جب ان سے شکوہ تاخیر کرتا ہوں
تو کہتے ہیں کہ ہم انسان ٹھہرے یا خدا ٹھہرے

رہا روز جزا کے بعد کا غم مجھ کو محشر میں
کہ ان کو تو یہ ٹھہرے ان کو کیا جانے کیا ٹھہرے

قسم ہے اس کی یہ مرضی نہیں اے داور محشر
کہ مجرم داغ ٹھہرے اور دشمن بے خطا ٹھہرے

شوق دیدار و فکر سر بھی ہے
اب ادھر بھی ہے دل ادھر بھی ہے

تجھ کو عشاق پر نظر بھی ہے
مرتے جینوں کی کچھ خبر بھی ہے

قتل کر چارہ گر جو صحت ہو
درد اگر ہے تو درد سر بھی ہے

چشم سفاک اس طرف بھی نگاہ
دل کے پہلو ہی میں جگر بھی ہے

کیا کروں برق ہے جو تو اے آہ
تجھ میں کمبخت کچھ اثر بھی ہے

اس کے انداز حسن پہ قاصد
عشوہ گر ہے تو فتنہ گر بھی ہے

لکھ کے خط پوچھتا پھرا گھر گھر
کوئی دنیا میں نامہ بر بھی ہے

کیسے گھبرائے وہ جو میں نے کہا
لٹ گیا دل مرا خبر بھی ہے

دولت وصل بے وصال کہاں
نفع کے ساتھ کچھ ضرر بھی ہے

دل ہمارا طریق الفت میں
راہزن بھی ہے راہبر بھی ہے

دل ہے اے داغ اور کوچۂ یار
خانہ برباد تیرا گھر بھی ہے

کون تسنیم کے چھینٹوں پہ طبیعت شاد رہے
کچھ کمی میں بھی نہیں میکدہ آباد رہے

نخلِ آزاد اگر ہو قدِ آزاد کے ساتھ — ایک ہی پاؤں سے گلگشت میں شمشاد رہے

...سا رخسار سے بن جائے مصوّر تصویر — دیکھ لے تجھ کو تو بہزاد نہ بہزاد رہے

...کے پھندے میں پھنسے دیکھئے کیونکر نکلیں — جو نہ آزاد کہے اور نہ آزاد رہے

...ی بیہودہ ہے کہہ کے پلٹ جانے کا — آنکھ سے وہ نظر رہے لب جو ارشاد رہے

ہوں وہ ناکامِ تمنا جو اثر ہاتھ بھی آئے — مجھے دامن میں چھپائے مری فریاد رہے

ان سے تہمت رنجش مجھ سے طبیعت نہ رکی — جانے والے نہ کبھی لے دلِ ناشاد رہے

حلقہ میں بھی نہ نکلا دل ترے دیوانوں کا — یاں رہے واں رہے ویراں رہے برباد رہے

رنج وہ رنج ہے جس میں نہ جنوں کر جو لیں — عیش وہ عیش ہے جس میں نہ خدا یاد رہے

داغ آزاد منش وہ ہے کہ اے بندہ نواز!
آپ کا بندہ رہے اور پھر آزاد رہے

یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد رہے — نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد رہے

کے گھڑی چین سے تو اے ستم ایجاد رہے — تیرے سینے میں جو میرا دلِ ناشاد رہے

وعدۂ حشر یہ کیا صبر ہو تم کہہ دو گے — ایسے ہنگامۂ جانکاہ میں کیا یاد رہے

کوئی مشتاقِ شہادت نہ کہیں سیر ہو جائے — بس بہت حق میں کیا ہر اک شخص کے جلاد رہے

کھو دیا عیشِ قفس اپنی وفاداری نے — لطفِ صیاد سے ہم رات دن آزاد رہے

دیکھ لی سیرِ حرم حضرتِ زاہد رخصت — آپ کا کعبہ مرا بت کدہ آباد رہے

یہ رہا عرش تو اے حوصلۂ دل دیکھا — میں نہ کہتا تھا کہ سینے ہی میں فریاد رہے

خاک آیا جو مرے منہ کو کلیجہ آیا! — کوئی دن کاش یہ ہم لبِ فریاد رہے

باہم اک وعدۂ فردا پہ نوشتہ ہو جائے — کہ مری بھول کی عادت ہے مجھے یاد رہے

اس دلِ تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یارب — غم رہے دم رہے فریاد رہے یاد رہے

دلِ غمِ عشق سے دن رات گھلا جاتا ہے — کہیں محروم نہ ظالم تری بیداد رہے

تنگ آیا تو مرے منہ سے شکایت نکلی — لب پہ آئی ہوئی کیونکر ستم ایجاد رہے

تم نے اے داغ محبت سے کیا ہی انکار
یہ سخن یاد رہے یاد رہے یاد رہے

منا بیٹھے ہیں ہر مظلوم کو وہ عذر خواہی سے — گنہگاروں کو نفرت ہو گئی ہے بیگناہی سے
جفا کے بعد وہ اچھے ڈرے قہر الٰہی سے — مجھے کہتے ہیں جلدی توبہ کیجئے دادخواہی سے
نہ اٹھیں کوچۂ قاتل سے آہیں ناتوانوں کی — فلک تکتے ہی جھونکے نسیم صبحگاہی سے
شہادت دشمنوں کی تنگ ہے شوق شہادت سے — مرا محضر بنائیں دوست اپنی ہی گواہی سے
سیہ کاری سے میری کاتب اعمال حیران ہے — کہ اسکا نامۂ اعمال لکھیں کس سیاہی سے
نہ دھو آب وضو سے داغ پیشانی کو اے زاہد — ارے ناداں یہ دھبا مٹے گا روسیاہی سے
گراں بار محبت دفن ہیں زیر زمیں اکثر — الٰہی کس طرح یہ بوجھ اٹھا پشت ماہی سے
سراسیمہ پریشاں مضطرب آشفتہ و حیراں — مرا قاصد تو آیا لیکن آیا کس تباہی سے
[illegible] نے لطف پایا دین و دنیا کا — یہ دولت لی گدائی سے وہ دولت پادشاہی سے
بنی ہے سرمۂ چشم ملائک دیکھنا رتبہ — اڑی ہے گرد راہ عشق میں جو پائے راہی سے

مبارک دوستوں کو آئیں بیٹھیں بزم عشرت میں
جناب داغ اچھے ہوگئے فضل الٰہی سے

ترے وعدے کو بت حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

مرا ذکر ان سے جو آگیا کہ جہاں میں ایک ہے باوفا
تو کہا کہ میں نہیں جانتا مرا دور ہی سے سلام ہے

رہیں کوئی دم جو لڑائیاں یونہی ان نگاہوں سے درمیاں
تو ہمارے دل کا بھی مہرباں کوئی پل میں قصہ تمام ہے

کبھی دیکھ تو سرِ رہگذر کہ تڑپتے کتنے ہیں خاک پر
نہ چل ایسی چال تو فتنہ گر کوئی یہ بھی طرز خرام ہے

اسے آج دیکھ کے جلوہ گر مجھے آئی قدرت حق نظر
کہ یہ شمس ہے کہ یہ ہے قمر کہ وہ حور وش لب بام ہے

وہ ستم سے ہاتھ اٹھائے کیوں وہ کسی کا دل نہ دکھائے کیوں
کوئی اس میں مر ہی نہ جائے کیوں اسے اپنے کام سے کام ہے

ہوئے اب یہ تیں کہ نہیں خبر وہ کدھر گیا اور ہیں ہم کدھر
نہ ہے نامہ بر نہ پیامبر نہ سلام ہے نہ پیام ہے

دل و دیں کا جس کو نہ پاس ہو یہی نامراد ہے دیکھ لو
جسے داغ کہتے ہیں اے بتو اسی روسیاہ کا نام ہے

خوب اب دیکھ لئے طور تمہارے ہم نے
دن مصیبت کے گزارے سو گزارے ہم نے

رہے برہم ہی تری زلف پریشاں کی طرح
کام بگڑے ہوئے ہر چند سنوارے ہم نے

جان و دل آپ کے دشمن نہیں ہم کو عزیز
جان و دل آپ کے صدقے میں اتارے ہم نے

پاس غیروں کو بٹھا کر یہ دکھایا تم نے
سر پہ دیکھے نہ تھے چلتے ہوئے آرے ہم نے

چوٹ کیا کیا نہ لگی دل پہ ہمارے لیکن
درد پرور دہ محبت کے سہارے ہم نے

تنگی گوشۂ زنداں کے جو ہم خوگر تھے
گور میں بھی نہ کبھی پاؤں پسارے ہم نے

کچھ تو پایا ہے محبت کی مصیبت میں مزا
عیش و آرام کئے ترک جو سارے ہم نے

مطلب اے داغ نہیں دیر و حرم سے ہم کو
بستر اپنا تو کیا سب سے کنارے ہم نے

بھلا ہو پیر مغاں کا ادھر نگاہ ملے
فقیر ہیں کوئی چلو خدا کی راہ ملے

کہاں تھے رات کو ہم سے ذرا نگاہ ملے
تلاش میں ہو کہ جھوٹا کوئی گواہ ملے

قریب میکدہ مجھکو جو خانقاہ ملے
گلے ثواب کے کیا کیا مرا گناہ ملے

وہ روز حشر ہے دنیا نہیں کہ راہ ملے
کہاں چھپو گے جو دو چار دادخواہ ملے

مرے خرابے میں آکر وہ چوکڑی بھولے
کہ پھر نہ خانہ خرابی کو گھر کی راہ ملے

ترا دل آئے کسی پر تو عرش ہل جائے
اثر تلاش میں ہو اس طرح کہ آہ ملے

تمہارے کوچے میں ہر ذرہ وہ تپاں ہے
کہ سایہ ڈھونڈھ رہا ہے کہیں پناہ ملے

ترا غرور سمایا ہے اس قدر دل میں
نگاہ بھی نہ ملاؤں جو بادشاہ ملے

سر برہنہ مجنوں پہ آسماں ہے تاج
نہ رکھے سر پہ جو فغفور کی کلاہ ملے

فلک کی طرح جفائیں نہ کیجیے ہر روز
اسی کی قدر ہے نعمت جو گاہ گاہ ملے

تمہارے حسن سے کیا رتبہ ماہ کنعاں کو
وہی تو چاند جسے ڈوبنے کو چاہ ملے

سب اہل حشر جب اپنے کیے کو پائیں گے
بڑا مزہ ہو جو مجھ کو مرا گناہ ملے

کروں میں عرض اگر جان کی اماں پاؤں
کہوں تجھے کی اگر قہر سے پناہ ملے

یہ ہے مزے کی لڑائی یہ ہے مزے کا ملاپ
کہ تجھ سے آنکھ لڑے اور پھر نگاہ ملے

ہوا ہے دود جگر سے یہ گھر مرا تاریک
کہ موت ڈھونڈھتی پھرتی ہے کوئی راہ ملے

نہ اس کو صبر نہ تاثیر کا پتا یارب
جلا دیا ہے مجھے خاک میں یہ آہ ملے

بلا سے دعویٰ الفت نہ پیش کرتے ہم
ملے ہوئے ہیں جو دشمن سے وہ گواہ ملے

ٹھہر نہ آہ مری جان لے کے چلتی ہو
سفر کرے جو مسافر کو زاد راہ ملے

مثل مسنی ہے کہ ملنے سے کوئی ملتا ہے
ملو تو آنکھ ملے دل ملے نگاہ ملے

قمر کو جامۂ شب تو بصر کو پردۂ چشم
کئی لباس ترے نور کو سیاہ ملے

اثر کہاں سے ملے جب یہ پھوٹ ہو باہم
الگ الگ رہے دونوں نہ حرف آہ ملے

لگا کے پاؤں میں اسکے اڑاؤں قاصد کو
اگر مجھے ترے توسن کی گرد راہ ملے

اس انقلاب میں ڈھونڈوں جو مشک کافور
تو یہ سفید ملے اور وہ سیاہ ملے

نویدِ بخشش عصیاں اسے سنا دینا
جو شرمسار کہیں داغ روسیاہ ملے

اے پریشانیٔ دل حسن بھی کچھ غم میں رہے
زلفِ برہم کی ادا خاطرِ برہم میں رہے

رشک نے آگ لگا دی تپشِ غم میں رہے
بزمِ دشمن میں رہے ہم کہ جہنم میں رہے

تجھ میں کیا حشر کے دن قہر سے نہ ہوں مجھ کو
ان کو حسرت ہے کہ یہ ہم کو ملے ہم میں رہے

دیکھ دشمن کی دعا تنگ کے جیتا تو ہوں
کہیں ایسا نہ ہو وہ غیر کے ماتم میں رہے

عاشقِ دلشیفتہ و دل شیدا وہ ہے
رات دن لاکھ خوشی سے جو ترے غم میں رہے

وا انتظار وہ ان کر رہے کیا یہ بہت مشکل ہے
آدمی بن کے کوئی جنت آدم میں رہے

غیرِ لاعلم اسے آنکھوں پہ بٹھائے رکھیے
جو نزاکت سے گھڑی بھر بھی نہ شبنم میں رہے

عقدۂ بندِ قبا کھول دے ظالم شبِ وصل
یہ گرہ کاش ترے گیسوئے پرخم میں رہے

وعدۂ وصل پہ ہر اک کو لگائے رکھیے
کہ زمانہ اسی دھوکے میں اسی دم میں رہے

حور کے واسطے پر اس نہ چھپے گی زاہد
اس کی امید کی جو دوسرے عالم میں رہے

جب ہو ترکی داغِ جگر ہی چھپ کر
کچھ بیابی تو مرے دیدۂ پرنم میں رہے

نغمۂ عیش سے یاد آ گئے نالے ہم کو
بزمِ شادی میں رہے تو بھی تو ماتم میں رہے

گردشِ چشم بلا شوخیٔ رفتار غضب
ایسے چلتے ہوئے فتنے اسی عالم میں رہے

تیری اتری ہوئی مہندی جو اسے ہاتھ لگی
یدِ بیضا کا نشاں پنجۂ مریم میں رہے

مجھ سے مے نوش کو پلوا دے یہ میرا ذمہ
بوند پانی کی اگر کوثر و زمزم میں رہے

تیرے چھینٹوں سے فلک تارہ رہا کب بیٹھوں
آگ لگ جائے گل داغ جو شبنم میں رہے

دل میں مہمان دل آزار بہت رہتے ہیں
کوئی ایسا نہیں جو دل کی طرح ہم میں رہے

مجرمِ عشق کو کیا حکم ہے اے داورِ حشر
داغ جنت میں رہے یا کہ جہنم میں رہے

دل میں مضمون یاس و حسرت کے — بن گئے نقش لوحِ تربت کے

شوق میں ایک فتنہ قامت کے — ہم گلے مل گئے قیامت کے

یہ بھی احسان ہے جو وعدے ہوں — دوسرے تیسرے قیامت کے

کس نے کوسا مجھے کہ بہرِ دعا — ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں خلقت کے

بتکدہ لوٹ کر بنے کعبہ — کارخانے ہیں اس کی قدرت کے

کچھ عدو کو تو کچھ فلک کو ملے — حصے ہو جائیں میری قسمت کے

یاد رہ جائے گی جفا تیری — دن گذر جائیں گے مصیبت کے

اس نے پوچھا مزاج کیسا ہے — رنگ اب دیکھنا طبیعت کے

اک ترے دل پہ اختیار نہیں — سب ہیں قبضے میں دست قدرت کے

رشک ہے دیکھئے ستم تیرے — بند میرے ہوں کس کی قسمت کے

وہ نزاکت سے تھم گئے چل کر — لو قدم گڑ گئے قیامت کے

ان کو لطفِ عدم کہاں جو غریب — ہو رہے بعد مرگ تربت کے

کان رکھ کر اگر وہ سن لیتے — بوسے لیتا اب شکایت کے

ہم ترے جور سب اٹھا لینگے — ہائے ستم گر علاوہ فرقت کے

دل ترا چھین کر عدو کو دیا — ہتکنڈے ہیں یہ دست قدرت کے

آئینہ دیکھ کر یہ سمجھے — دو نہیں ہوتے ایک صورت کے

آئی تیشے سے یہ صدا پیہم — کوہکن کام ہیں یہ فرصت کے

اپنے بدلے رقیب کو بھیجا — یہ نئے ڈھنگ ہیں عیادت کے

داغ ۔ او دوسرا نہ دیکھو گے
گل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

وہ قیامت توڑتے ہیں پوچھ کر کیا حال ہے — پرسش دل بھی الٰہی پرسش اعمال ہے

بدنصیبی کو نکلنا اس سے اک اشکال ہے — میرے ماتھے کی لکیریں کس بلا کا جال ہے

راہ میں لیتا ہے تیرے تیر کو میرا جگر — پیشوائی نام اسکا ہے یہ استقبال ہے

جم گئی ہے آنکھ کی پتلی کسی مشتاق کی — میں نہ مانوں گا کہ عارض پر تمہارے خال ہے

داغ عصیاں جذب کر لیتا ہوا اشک شرم کو — دامن تر ہے مرا منہ پر مرے رومال ہے

خون دل رگ رگ سے پانی کی طرح بہنے لگا — سرخ آنسو کیا پسینہ تک ہمارا لال ہے

تجھکو اے ناصح خبر کیا عشق کے انجام کی — کوئی کاہن ہے منجم ہے کہ تو رمال ہے

تنگ آئے ہیں دل بیمار سے بیماردار — مجھسے بدتر پوچھنے والوں کا میرے حال ہے

پس گئے ہیں یوں تو لاکھوں گردش افلاک سے — جب عاشق ہے قیامت وہ بڑا پامال ہے

میں سراپا درد ہوں اللہ ہے اس کا گواہ — شغل انگشت شہادت تن پہ ہر اک بال ہے

ایک ہیں سودے کی اک تم ہزاروں جاں نثار — عشق کا یہ حال دیکھا حسن کا وہ حال ہے

حضرت ناصح چلے ہیں نذر دینے یوں لئے — دل بغل میں اور خالی ہاتھ پر رومال ہے

نامہ بر انکا تو وعدہ اور تیرا اعتبار — مکر ہے نقرہ ہے عیاری ہے دم ہے چال ہے

میں نے ان سے عرض کی آنا [illegible] — پہلے تو بولے وہ اچھا پھر کہا اشکال ہے

وہ یہ سنتے ہی رہے اور لے گئے دل چھین کر — ہم یہ کہتے ہی رہے دیکھو پرایا مال ہے

بولتے ہو موت کے معنی پہ تم لفظ وصال — اور بھی تو اک محل پر اس کا استعمال ہے

غیر تیرے فیض سے محسود عالم ہو گیا — جس نے دیکھا بول اٹھا ہائے کیا اقبال ہے

فرق ہے کیا یہ کہ ہر مردے پہ ہوتا ہے عذاب
بلکہ ہستی سے عدم میں داغ تو خوشحال ہے

کیا تھا جرم وفا لذت سزا کے لیے — ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لیے

خدا کرے نہ کسی کا امیدوار وصال — دعائیں مانگتے ہیں ترک مدعا کے لیے

جو یہ لباس ہو تجھسا ہی جامہ زیب بھی ہو — بنا نہ دامن محشر تری قبا کے لیے

ہے وہی قہر وہی جبر وہی کبر و غرور
بت خدا ہیں مگر انصاف نہ دینے والے

غسل میت کی شہیدوں کو ہے کیا حاجت
بے نہائے بھی نکھرتے ہیں نکھرنے والے

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

کس طرح چین مجھ کو دل بے قرار دے
تم اختیار دو تو ترا اختیار دے

اترے جو تن سے سر تو رہے سرفرازیاں
ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے اس سے اتار دے

دل اس نگاہ ناز سے ہم نے لڑا دیا
آگے نصیب ہے جسے پروردگار دے

سنتے ہو داستان مری جانتے ہو جھوٹ
جو بات کا مزہ تو خدا اعتبار دے

دل چاہتا ہے مفت لے نقد داغ عشق
اس بدچلن کو کوئی نہ کوڑی ادھار دے

لیجاؤں جب بہشت میں اس حور وش کو میں
پہلے فرشتہ دور سے پردہ پکار دے

جنت بغیر حور کے درکار ہے مجھے
دنیا میں دیکھ لوں جو خدا استوار دے

فرقت میں آب و دانہ ہمیں یوں حرام ہے
جس طرح منہ کو قفل کوئی روزہ دار دے

جو بیکسی نہیں ہے شب ہجر ہم نشیں
کس سے کہوں کہ کوئی اجل کو پکار دے

کیوں ناز اٹھاؤں داغ کسی پرجفا کے میں
مجھ کو اگر مزہ ستم روزگار دے

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

دل یہ کہتا ہے بنے گی یہیں تربت میری
اک زمیں ہو مرے سینے میں کدورت میری

مر گیا میں تو نہ جاؤ کہ بلا سے چھوٹے
بندہ پرور یہ محبت ہے محبت میری

دل بری شے ہے کہ اغیار سے میں کہتا ہوں
تمھیں للہ نکالو کوئی صورت میری

میں نہ کہتا تھا کہ لے لیجیے دل گھلتا ہے
دیکھیے آپ کی غفلت ہے کہ غفلت میری

دھوم ہے زیرِ زمیں کشتۂ ناز آیا ہے — ہو گئی عید شہیدوں کو زیارت میری
اپنے سایہ سے یہ کہتا ہوں کہ تو ہی ہنس بول — کچھ تو بہلے غمِ ہجراں میں طبیعت میری
سب سے پہلے وہ زباں کاٹ لیا کرتے ہیں — کہ خدا سے نہ کرے کوئی شکایت میری
کیا کہوں گا اگر اس بت نے کہا محشر میں — داورِ حشر ترے ہاتھ ہے عزت میری
خوبیٔ تقدیر کی خوبی نے کیا ہے برباد — جا بجا مجھ کو لیے پھرتی ہے شہرت میری
جب تری چال کا انداز صبا میں دیکھا — پس گئی خاک مری مٹ گئی تربت میری
[illegible]ن دیکھ کر افسوس نہ آیا مجھ پر — وہ خفا ہیں کہ اڑائی ہے نزاکت میری
شوق کہتا ہے ابھی عرضِ تمنا کیجے — دل یہ کہتا ہے کہ پڑتی نہیں ہمت میری
حشر تک تجھ سا جفاکار خدا سا منصف — دل سا الطاف طلب اور شہادت میری
کیا جدائی کا اثر ہے کہ شبِ تنہائی — مری تصویر سے ملتی نہیں صورت میری
جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اٹھتا ہے — وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری
اسکے کوچے سے جنازہ نہ اٹھائیں احباب — میں نہ نکلوں گا نہ نکلے گی جو حسرت میری
شوق کی چھیڑ نہ وہ آج تمنا کی خلش — بھر گئی کیا دلِ اغیار میں حسرت میری
بخشے جائیں گے یہ کار بہت روزِ جزا — کہیں جنت میں نہ پہنچے تپِ فرقت میری
جس طرح تو مری آغوش سے نکلا اے شوخ — یوں ہی باتوں سے بہلتی ہے طبیعت میری
قرض ملجائیگی وہ شے رمضان میں مجھ کو — حضرتِ شیخ جو کر لیں گے ضمانت میری

کہیں دنیا میں نہیں اس کا ٹھکانا اے داغ
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جائے مصیبت میری

رحم آیا جو اسے دیکھ کے حالت میری — غیر یہ کہتا ہے کہ اب دیکھیے فرحت میری
دوست کیوں خشت میں کرتے ہیں شکایت میری — مجھ پہ کیا زور کسی کا ہے طبیعت میری
کون جانے گا نہ پہچانے والا مجھ کو — حشر کے روز بدل جائیگی صورت میری

کیا جانے خط میں کیا ہو کہ قاصد کا ہے یہ حال
پوچھی جو صبح کی تو کہی اس نے شام کی

جس خط پہ یہ لگائی اسی کا ملا جواب
اک مہر میرے پاس ہے دشمن کے نام کی

اللہ رے غرور کہ آئینہ دیکھ کر
اپنے ہی عکس سے ہے شکایت سلام کی

ہو گرچہ بادشاہ رقیب سیاہ رو
خالق مگر بنائے نہ صورت غلام کی

صبح شب وصال نہ جانے دیا انھیں
فرصت نہ آسماں کو ملی انتقام کی

افسانۂ فراق میں گذری شب وصال
جب صبح ہو گئی تو کہانی تمام کی

رکھنا الگ بچا کے رقیبوں سے اے فلک
آزار میرے حق کا جفا میرے نام کی

تیری ہی یاد ہے انھیں تیرا ہی ذکر ہے
دل اپنے کام کا نہ زباں اپنے کام کی

یہ چھیڑ دیکھنا کہ دم شکوۂ فراق
تائید ہو رہی ہے ہمارے کلام کی

اے داغ قتل ہو کے ملا رتبۂ شہید
ہوتی ہے اب نیاز زماں میرے نام کی

ہر ایک بے نمود کی اس سے نمود ہے
موجود ہے وہی جو عدیم الوجود ہے

کیا قبر ناتواں کی ترے بے نمود ہے
افسوس فاتحہ ہے نہ جس کی درود ہے

اس شعلہ رو کے رخ پہ جو خط کی نمود ہے
کیا آتش خلیل کا یارب یہ دود ہے

پوشیدہ اس کا حسن ہو اک نقاب سے
پردے میں بھی ہزار طرح کی نمود ہے

روئے بخت لیں مری آہوں نے چٹکیاں
رنگ اس لیے فلک کا ازل سے کبود ہے

کیا دل دیا اگر نہ دیا جوہر قبول
ایسی بھی ہیں کہ جن کو زیاں ہے نہ سود ہے

گھٹنا حسن ہلال بڑھاتا رہے فلک
مشکل کسی کے عقدۂ دل کی کشود ہے

اس ہاتھ نے لٹائے ہیں کس کس طرح گہر
مژگان چشم تر بھی عجب دست جود ہے

توبہ کا دور کھلا ہے کہ کر چھپ کے میکشی
اے شیخ یہ طریقۂ شرب الیہود ہے

دھوکا نہ دو کہ پہلے عداوت تھی اب نہیں
ایسے محل میں ہوتے ہیں معنی جود ہے

وہ سر ہے سرفراز جو اے داغ تا بہ زیست
درگاہ بے نیاز میں صرف سجود ہے

بعد میرے کیوں نوید وصل یار آنے کو تھی — وہ جبیں ہی مٹ گئی جس بار آنے کو تھی
موت میرے پاس روز انتظار آنے کو تھی — آگئی تقدیر سے جو بے قرار آنے کو تھی
میرے مرنے کی خبر سن کر کیا مشکل سے ضبط — ان کے ہونٹوں پہ ہنسی بے اختیار آنیکو تھی
کنج مرقد میں کروں کیا اب تڑپنے کا علاج — ایک بار آئی اجل بھی ایک بار آنے کو تھی
سنگ آمد آمد اس کی قبر میں یہ حال تھا — عمر رفتہ پھر مری زیر مزار آنے کو تھی
کوہکن کے پاس جاتا ہو نہ مجنوں کا غبار — ایک آندھی آج سوئے کوہسار آنے کو تھی
آسماں پھرتا ہے مضطرب وعدے کی رات — کون سی مجھ تک خوشی پروردگار آنے کو تھی
صبر آتا دیکھ کر ظالم نے پھر تڑپا دیا — میرے قابو میں طبیعت اب کی بار آنے کو تھی
لوگ سمجھانے لگے یہ دن نہیں تکرار کا — گفتگو ان سے مری روز شمار آنے کو تھی
صبر و تسکین و تحمل یہ تو سب جانے کو تھے — یاد نرگس دل میں اے غفلت شعار آنیکو تھی
نالہ کرنا تو قیامت تھا کہ پہلی آہ میں — آسماں پر سے فرشتوں کی پکار آنے کو تھی
غیر کا منہ کور کر بیٹھے وہ کچھ یاد آگیا — وصل میں لذت دم بوس و کنار آنے کو تھی
فتنۂ محشر نے آکر حشر برپا کر دیا — نیند آنکھوں میں مری زیر مزار آنے کو تھی
بانٹے زاہد چل دیا تو زمزمے سے تشنہ کام — تیری دعوت کو شراب خوشگوار آنے کو تھی

ہے گراں جنس وفا کی داغ کیا ہر ایک سے
اب روپے کو بھی نہیں ملتی جو چار آنے کو تھی

وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے — تبسم ہے عیاں چین جبیں سے
ملے کیا کوئی اس پردہ نشیں سے — چھپائے منہ جو صورت آفریں سے
شفا ہو عیسیٰ گردوں نشیں سے — ہماری بندگی پہنچے یہیں سے

الٰہی وہ زمانہ پھر دکھا دے ۔۔۔ کہ وہ واقف نہ ہوں کچھ مہر و کیں سے
ٹپکتے ہے عرق بن بن کے آنسو ۔۔۔ عیاں ہے گریۂ قسمت جبیں سے
شب وعدہ زباں تو خشک گئی ہے ۔۔۔ کہاں تک قصہ خوانی ہمنشیں سے
نہیں آتا ہے مجھے کو اے تمنا ۔۔۔ نکلنا سیکھ لے جان حزیں سے
ہمارے سامنے شکوہ عدو کا ۔۔۔ ہماری گھات اے عذر نہیں سے
[illegible] نام اے یار سمجھے تب ۔۔۔ یہ کہہ دے کوئی آیا ہے کہیں سے
مرا احمد سے محشر میں ملے مجھ کو ۔۔۔ کرے گا حق رب العالمیں سے

کبھی دیکھا ہے استاد داغ کو خوش
چلے آتے ہیں حضرت وہیں سے

وہ جو بولیں تو بات جاتی ہے ۔۔۔ چپ رہوں میں تو ذات جاتی ہے
ساتھ چھوڑو گے ہی تیرا ۔۔۔ کیا عدم کو برات جاتی ہے
مے کے پینے سے کیوں توبہ ۔۔۔ آرزوئے نجات جاتی ہے
دل لگی کا مزہ جب آتا ہے ۔۔۔ ہستی بے ثبات جاتی ہے
نگہ یار غیر کی جانب ۔۔۔ کوئی بے التفات جاتی ہے
خوب آتا ہے لطف آزادی ۔۔۔ جب یہ قید حیات جاتی ہے

کیا کروں داغ وصل میں شکوہ
بات کہنے میں رات جاتی ہے

دل چرا کر نظر چرائی ہے ۔۔۔ لٹ گئے لٹ گئے دہائی ہے
ایک دن مل کے پھر نہیں ملتے ۔۔۔ کس قیامت کی یہ جدائی ہے
اے اثر کر نہ انتظار دعا ۔۔۔ مانگنا سخت بے حیائی ہے
میں یہاں ہوں وہاں ہے دل میرا ۔۔۔ نارسائی عجب رسائی ہے

اس طرح اہلِ ناز نہ ناز کریں — بندگی ہے کہ یہ خدائی ہے
پانی پی پی کے توبہ کرتا ہوں — پارسائی سی پارسائی ہے
وعدے کرنے کا اختیار رہا — بات کرنے میں کیا برائی ہے
کب نکلتا ہے اب جگر سے تیر — یہ بھی کیا تیری آشنائی ہے

داغؔ اُن سے دماغ کرتے ہیں
نہیں معلوم کیا سمائی ہے

دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھلی — چمپا کھلی گلاب کھلا موتیا کھلی
بیخود دشنۂ دشمناں عدو جب وہ مست ہے — اب مکر چاندنی جو کھلی بھی تو کیا کھلی
جامِ شراب ہاتھ سے ساقی نے رکھ دیا — جب مینھ برس کے دھوپ چمن میں ذرا کھلی
ہم تو اسیرِ دام ہیں صیاد ہم کو کیا — گلشن میں گر بہار بہت خوشنما کھلی
نالوں سے شق ہوا نہ جگر پاسبان کا — دیوارِ قید خانہ مگر بارہا کھلی
نرگس نہ اس کی آنکھ سے شرمائی یاسمیں — اللہ ری ڈھٹائی کہ بے حیا کھلی
مہتاب پر گمان ہوا آفتاب کا — رنگت جو تری نشے میں اے مہ لقا کھلی
رونا نصیب ہو تو ہنسا ہو کس طرح — تو شکلِ گل نہ بلبلِ خوش نوا کھلی
بہرِ دعا وہ دستِ حنائی جو اٹھ گئے — طرفہ شفق زمیں پہ روزِ جزا کھلی

داغؔ شگفتہ دل کا ذرا دیکھنا اثر
مانندِ غنچہ قبر بھی بعدِ فنا کھلی

قبر میں گر مرے ارمان سمانے پائے — تو یہ جانوں گا غریبوں نے ٹھکانے پائے
دلِ بیتاب مرا وہ نہ چھپانے پائے — دو ہی جھٹکے جو ذرا زلف ہلانے پائے
پاسباں نے مرے دھوکے میں عدو کو روکا — حکم تھا انکا وہ آئے یہ نہ آنے پائے
ہاتھا پائی ہوئی میخانے میں زاہد سے کہیں — بجے تسبیح کے بکھرے ہوئے دانے پائے

چھیڑ منظور نہ ہو تجھ کو تو مژگاں تیرے — دلِ بیتاب کو انگلی نہ لگانے پائے

جل گیا کیا مری آتش قدمی سے جنگل — چار تنکے نہ کہیں بادِ صبا نے پائے

ہم نے اپنا دلِ گم گشتہ نہ پایا کھو کر — ورنہ یاں ڈھونڈھنے والوں نے خزانے پائے

لا شبِ وعدہ اسے کھینچ کے اے جذبۂ دل — حیلہ جو پاؤں میں مہندی نہ لگانے پائے

یہ مرے واسطے تاکید ہے دربانوں پر — کہ اسے میں بھی بلاؤں تو نہ آنے پائے

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہے — سیر تو جب ہے کہ جنت میں نہ جانے پائے

شوق سمجھائیگا کیا میرے چلے جانے پر — دل کی تدبیر کرو کچھ نہ یہ آنے پائے

تیرے مہجور کے پہلو ہی میں پائے اٹھے — سرِ بستر کبھی تکئے نہ سرہانے پائے

داغ کی لاش سرِ رہگذر ہے پامال
مرتبے خوب تمہارے شہدا نے پائے

ان کے خیال میں جو ذرا ہم بہل گئے — کیا رشک ہے وہ اپنے تصور سے جل گئے

سب حسرتوں کا یاس نے کھٹکا مٹا دیا — جن سے خلش تھی دل میں وہ کانٹے نکل گئے

بچ ہی پرائی آگ میں پڑتا نہیں کوئی — ہمراہ کوہِ طور کے موسیٰ نہ جل گئے

ہم کیا کہیں گذرتی ہے کس طرح زندگی — دو چار بار آئے تو دم بھر بہل گئے

ابتک وہی زمین ہے وہی آسمان ہے — دو چار دن میں وہ نہ رہے تم بدل گئے

تنہا وہ جب ہوئے تو رہے محوِ آئینہ — ناگاہ کوئی آ جو گیا جھٹ سنبھل گئے

کیا برف ہو گیا ہے دمِ سرد سے بدن — دیکھی جو نبض ہاتھ طبیبوں کے گل گئے

بیزار جس سے تھے یہ وہی دل ہے میری جان — اب کیا ہوا کہ دیکھتے ہی تم مچل گئے

اب کیا ہے گر کسی سے ملاتے نہیں نظر — لاکھوں ہماری آنکھ سے جیسے نکل گئے

مرنے کے ساتھ کوئی بھی مرتا نہیں کبھی — فرقت میں رفتہ رفتہ سب احباب ٹل گئے

احباب ڈھونڈھتے ہیں پریشان ہیں رفیق — کیا جانے آج داغ کدھر کو نکل گئے

عدم سے دیکھنے رنگِ ظہور ہم آئے ملا نہ جس کے لیے اتنی دور ہم آئے

مدینہ چھوڑ کے پھر رام پور ہم آئے یہ کس بلا میں دلِ ناصبور ہم آئے

جب ان کی آنکھ میں ہوتے ہیں شرم آتی ہے پکارتے ہیں یہ ناز و غرور ہم آئے

لکھا تھا خط انھیں مرتے ہیں ہجر میں آ کر ملا جواب کہ اب تو ضرور ہم آئے

یہ بزم چھوڑ کے کب جائیں ہم جہنم کیا ترے بلائے سے لے رشکِ حور ہم آئے

گئے تھے پیرِ خرابات کی خرابی کو وہاں سے نشۂ صہبا میں چور ہم آئے

یہ خوف اہلِ وطن کا کہ دشتِ غربت تک وطن سے بچتے ہوئے دور دور ہم آئے

ہزار بھیج چکے ایک نامہ بر نہ پھرا گئے تھے کہکے یہ سب اب حضور ہم آئے

ہزار شکر ہمیں داغ حج نصیب ہوا
قصور دور گئے بے قصور ہم آئے

جس کے پہلو میں ہو غم اسکا نصیب اچھا ہو میری دانست میں تجھ سے بھی نصیب اچھا ہے

مرضِ عشق کی آفت ہے وگرنہ مرتے زود اس کی شفا جسکو طبیب اچھا ہے

بیٹھے ناوک کی طرح اٹھے قیامت کی طرح یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہے

شہسوارانِ رہِ عشق کو پہنچا کب خضر ہم غریبوں میں یہی راہِ غریب اچھا ہے

اسکے معنی تو یہی ہیں کہ میں خرسند نہیں کیوں مجھے دیکھ کے کہتے ہیں نصیب اچھا ہے

آپ سنتے ہی نہیں ہائے مرا افسانہ سو طلسموں میں یہ احوال عجیب اچھا ہے

اے دہن تیرے لیے حرفِ دعا ہے بہتر اے زباں تیرے لیے ذکرِ حبیب اچھا ہے

شیخ کو تاک کے رندوں نے کہا آپس میں ہاں یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہے

جو مصاحب ہوں وہ اس رمز کو سمجھیں اے داغ
دور رہنا ہے برا اور قریب اچھا ہے

جوشِ وحشت کو کروں کیا سخت مشکل گھر میں ہے گور میں کافر کا مردہ ہے کہ یہ دل گھر میں ہے

آئینے میں عکس سے اپنے وہ اڑجاتے مگر
بس نہیں چلتا کہ خود باہر مقابل گھر میں ہے

تنگ ہو کر اس نگاہ شوخ کو روکے حیا
اسکو آسانی سفر میں اور مشکل گھر میں ہے

جان و دل ہے نذر لیکن مجھسے وہ راضی نہ ہوا
پاس میرے کونسی شے انکے قابل گھر میں ہے

ہر در و دیوار ہے سر پھوڑنے کے واسطے
وہ بیاباں میں نہیں جو مجھکو حاصل گھر میں ہے

جامۂ صبر و تحمل چاک ہے مثل کتاں
کل سے جو مہمان رشک ماہ کامل گھر میں ہے

مضطرب اس فکر میں پھرتا ہے جاؤں یا نہیں
روز قاصد کو مرے کوسوں کی منزل گھر میں ہے

بعد میرے قتل کے ہنگامہ برپا ہو گیا
باہر انبوہ خلائق اور قاتل گھر میں ہے

پیٹھ پیچھے بادشہ کو بھی برا کہتے ہیں لوگ
سامنے آکر کہو تقریر باطل گھر میں ہے

در پہ آکر جلد تم سن لو جو ہے میرا سوال
گر لگائی دیر تو جانو یہ سائل گھر میں ہے

چھوڑ کر وہ مجمع اغیار کیوں آنے لگے
روز جلسے ہیں نئے ہر روز محفل گھر میں ہے

رات بھر آئی ترے گھر سے صدا زنجیر کی
کیا کوئی دیوانہ پابند سلاسل گھر میں ہے

ذکر مجنوں سنکے لیلیٰ نے کیا ترک سفر
نجد کے جنگل میں ناقہ اور محمل گھر میں ہے

پھر نظارہ کیا تھا ان کے دربانوں سے ربط
در کے آگے پردۂ دیوار حائل گھر میں ہے

روز گرتے ہیں در و دیوار سیل اشک سے
یہ مری خانہ خرابی میری شامل گھر میں ہے

چھوٹتی ہے دلی سے داغ کب حب وطن
گو نہیں ہوں میں مگر ہر دم مرا دل گھر میں ہے

افسوس میری قدر نہیں آسماں تجھے
تجھسا مجھے نصیب ہو مجھسا کہاں تجھے

ظاہر کے لطف نے یہ بڑھایا ہے اعتبار
نامہرباں بھی ہو تو کہیں مہرباں تجھے

عمر دو روزہ عیش دو روزہ نہیں ہے تو
میں چھوڑتا ہوں کوئی غم جاوداں تجھے

جبر کی ہوئی کہیں سے نکالی ہوئی نہ ہو
پاتا ہوں آج اے شب غم مہرباں تجھے

گو داد خواہ ہوں نہیں محشر کی آرزو
اس واسطے کہ ہو نہ کوئی غم وہاں تجھے

تاثیر ہو جو عشق میں تڑپائے مثل برق
تیری فغاں رقیب کو میری فغاں تجھے

میری ہی وجہ خاص سے پایا ہے مرتبہ
یہ در کبھی نصیب نہ ہو پاسباں تجھے

بہتر ہے اس سے اے دل آزردہ اور کیا
وہ تو وہیں قرار ہو اے دل جہاں تجھے

دل کو نکال کر مرے سینے سے دیکھ لے
میں خوب جانتا ہوں اے بدگماں تجھے

اے بے وفا نہ آئی دوبارہ کسی طرح
کس نے سکھائی چال یہ عمر رواں تجھے

وحشت میں کوچہ گرد کہاں تک رہے گا تو
اے داغ کھا نہ جائیگا تیرا مکاں تجھے

دیکھ سکتے نہیں اُس بزم میں ناکام مجھے
اپنے حصے کی پلاتے ہیں مے آشام مجھے

رشک ہے کس کو نہ دو تہمت کا الزام مجھے
تم سے جب کام نہیں غیر سے کیا کام مجھے

لوگ جانیں گے قصورات کا نہیں انکا ہے
حشر میں آپ نہ دے جائیے دشنام مجھے

آج بگڑے ہوئے تیور ہیں خدا خیر کرے
کہتے ہو رات بھر آیا نہیں آرام مجھے

کس کے نالوں نے جگایا ہے تمہیں ساری رات
کون تھا اس کا بتاؤ تو سہی نام مجھے

آسمان دشمن ارباب نظر ہوتا ہے
شکر صد شکر کہ آتا نہیں کچھ کام مجھے

سخت دشوار ہوئی راہِ طلب اے تقدیر
دیکھ کرتا ہوں ذرا روک مجھے تھام مجھے

کوئی صیاد ستمگر کا تغافل دیکھے
کو پھڑکتے ہوئے دیکھا نہ تہِ دام مجھے

خود فراموش کیا یاد نے تیری ایسا
اس کا احسان ہو بتا دے جو مرا نام مجھے

پوچھتا ہوں یہ نکیرین سے میں بعد فنا
یاد کرتا ہے کبھی وہ بُتِ گلفام مجھے

داغ یہ بات وہ سن لے تو غضب ٹوٹ پڑے
کہتے پھرتے ہو بلایا ہے سر شام مجھے

تیرے کوچے میں جو ہم بادیدۂ تر بیٹھتے
جوش طوفان سے زمیں میں سیکڑوں گھر بیٹھتے

چارہ گر بھی ہمنشیں تھا ان کو ناصح بھی تھا
ورنہ بیتابی ہم کیا جانے کیا کر بیٹھتے

ہائے بیتابی شبِ وعدہ ترے مہجور کی
اکثر اٹھتے ہم نے دیکھا اس کو اکثر بیٹھتے

ہو گئی محفل تری کیا بے ادب بے قاعدہ
جو کھڑے رہتے تھے وہ اب ہیں برابر بیٹھتے

غیر کے ہمراہ پھرتے ہو خدائی خوار تم
عار آتی ہے ہمارے پاس دم بھر بیٹھتے

جب کیا شکوہ کہ محفل میں رہے ہم تم سے دور
اس نے جھنجھلا کر کہا کیا میرے سر پر بیٹھتے

گھر سے باہر ہی نہیں آتے وہ خلوت دوست ہو
بیٹھتے چھپ کر تو میرے دل کے اندر بیٹھتے

جسکی قسمت میں ہو گردش کسطرح بیٹھے کہیں
ہم سے آوارہ ترے کوچے میں کیونکر بیٹھتے

داغ تم نے کیوں کیا ہنگامِ وحشت کا خراب
اس سے تو بہتر یہی تھا چین سے گھر بیٹھتے

جب اس کے مقابل مرے داغ جگر آئے
خورشید قیامت کو بھی تارے نظر آئے

کچھ رنج کا مذکور نہ اے نامہ بر آئے
ایسا نہ ہو الزام ادھر کا ادھر آئے

وہ اپنے تصور سے یہاں پیشتر آئے
ارمان بھرے دل میں الٰہی اتر آئے

حوروں سے ملاؤں میں کسی شوخ کی صورت
دم بھر کو اگر چرخ سے جنت اتر آئے

کوئی ہو ترا شیفتہ ہو یہ نہ ہو وہ ہو
دل جائے اگر دل کی طرح سے جگر آئے

عادت ہی ہوئی رنج کی گو مرگ عدو ہو
رونے سے ہمیں کام کسی کی خبر آئے

حسن آئینۂ عشق ہو عشق آئینۂ حسن
میں تجھ کو نظر آؤں مجھے تو نظر آئے

رہ رہ کے وہ پچھتاتے ہیں کہ کیوں ستایا
تھم تھم کے مری آہ میں یارب اثر آئے

وہ کہتے ہیں فرصت نہیں ہم کو شبِ وعدہ
تم صبر کو اپنے ہی بلا لو اگر آئے

اس بت کی جو یاد آئی ہمیں خلد بریں میں
اُف کر کے جگر تھام لیا اشک بھر آئے

میری شبِ غم ان کی شبِ وصل عدو ہے
جب یاں سحر آئے تو وہاں بھی سحر آئے

تجھ سے تو ستمگر ترے ارمان ہی اچھے
تو جا کے نہ آیا کبھی یہ عمر بھر آئے

فرصت جو ملی دفن سے پھر رنج کسے تھا
ہنستے ہوئے ساتھ اُن کے مرے نوحہ گر آئے

موت آئی ہوئی ٹل بھی گئی آج تو پھر کیا | کیا عمر رواں ہے کہ نہ بار دگر آئے
کم حلقۂ گیسو سے نہیں دام تصور | جانے بھی نہ دوں اسکو وہ اگر آئے
ہر دل کی طلب سے ہے غم یار پریشاں | جب ایک ہی مہماں ہو کس کس کے گھر آئے
ترسینگی ابھی شب فرقت مری آنکھیں | رونا بھی جبھی تک ہے کہ خون جگر آئے

اے داغ گلہ غیر سے کیا بزم میں تم کو
جب دوست کہے آپکے دشمن کدھر آئے

دل تو رہے دور وہ نالوں سے ہمارے | پاس آئے تو گھبرائے سوالوں سے ہمارے
یہ کہتے ہیں بلبل سے وہ گل ہاتھ میں لے کر | تو دیکھ ملا کر اسے گالوں سے ہمارے
کیا برہنہ پا دشت میں لاکھوں ہی ہونگے | کانٹوں کو مگر چھیڑ ہے چھالوں سے ہمارے
اتنا تو رہے پاس کہ محشر میں کہو تم | بولے نہ کوئی چاہنے والوں سے ہمارے
ہر وقت نئی دھن ہے ہمیں تازہ تصور | جاؤ گے کہاں بچ کے خیالوں سے ہمارے
کھنچتی ہیں وہ آنکھیں صف مژگاں کو پرے کر | ہے کون جو روکش ہو رسالوں سے ہمارے

اے داغ فلک دشمن ارباب ہنر ہے
ظالم کو خبر ہو نہ کمالوں سے ہمارے

کام دور چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے | تجھ سے بن کر جب بگڑ جائے تو پھر کیونکر بنے
وصل میں بھی اس سراپا ناز سے کیونکر بنے | ہر نگہ تلوار جس کی ہر مژہ خنجر بنے
کیا خبر تجھکو ستم کرتا ہے کیا تیرا بگاڑ | اسکے دل سے پوچھ جس کمبخت کے جی پر بنے
آمد و شد تیرے دن کاٹ رکھ کر وہ نہیں | نامۂ اعمال میرا شوق کا دفتر بنے
خانہ ویرانی مری منظور ہے تو لے فلک | روز بگڑے روز اسکے دل میں میرا گھر بنے
عارض روشن کے پرتو سے عجب کیا ایک دن | گر چمک کر آئینہ اقبال اسکندر بنے
دشمنوں کی جان پر کیونکر گرے یہ برق آہ | کس طرح سے آسماں میرا دل مضطر بنے

روزِ فردا ہوگی تیری رہگذر سے فتنہ خیز — ہر زمیں کو کیا قیامت کب ہو جو محشر بنے
بلا سے منہ لگا ڈالا تو نے اے زاہد خبث — میکدہ جنت نہیں جو بادۂ اطہر بنے
رشک تو دیکھو مصور کے قلم کرتا ہے ہاتھ — اس کی صورت سے اگر تصویر بھی بہتر بنے

گو وہ منہ آنے کے تا دیر بیٹھے تو رہے
داغ ان کی بزم میں دانستہ ہم اکثر بنے

کیا رات دن ہے فکر کسی تازہ جور کی — کہتے ہیں اپنی آپ نہ سنتے ہیں اور کی
کیا ناگہاں جفائیں تری یاد آ گئیں — بھولے سے اپنے حال میں جب جب نے غور کی
آزردگی جو دل سے نہ ہو تو گلہ نہیں — رنجش بھی اک ادا ہے مگر طور طور کی
اس فتنہ گر کو رحم تو کیسا ہنسی آ گئی — جب ہم نے آہ کی تو جب اس نے اور کی
کیفیتِ زمانۂ جمشید دیکھ لیں — ساقی پلا شراب کہن اگلے دور کی
کہتے ہیں دیکھ کر وہ مہِ مصر کی شبیہ — اچھی ہے ایک شکل حسیں اپنے طور کی
دنیا میں ایک ایک کا معشوق ہے جدا — میں اس کا خواستگار طلب اس کو اور کی
پھر عیادت آئے تو وہ کوس کر گئے — اچھا مرا علاج کیا میری غور کی

معشوق آسماں تو نہیں جس سے لیں عوض
تدبیر داغ خاک کریں اس کے جور کی

نہیں رکتا جو طفلِ اشک گھبرا کر نکلتا ہے — الٰہی خیر کرتا ہے وہی جو دوڑ چلتا ہے
مرے زخمِ جگر کا بوسہ لے کر جب نکلتا ہے — لبِ سوفار کو غصے سے وہ چٹکی میں ملتا ہے
وہ ظالم غیر کے ہمراہ بن ٹھن کر نکلتا ہے — بن آتی بھی نہیں کچھ اور اپنا جی بھی جلتا ہے
ملے محشر میں گر مجھ کو یہ کافی ہے عذاب اس کو — کہ یارب وہ بتِ کافر مرے سامنے سے جلتا ہے
پڑا ہوں سنگِ راہِ دوست بنکر کوئے دشمن میں — سنا ہے آدمی کچھ ٹھوکریں کھا کر سنبھلتا ہے
ادھر ٹھہرے ادھر ٹھہرے اسے دیکھا اسے دیکھا — تماشا گاہِ محشر میں ہمارا دل بہلتا ہے

فقط وعدے پہ دو بوسوں کے دل لیکر وہ کہتے ہیں — ہمارا ہی کچھ آتا ہے تمہارا کیا نکلتا ہے

وہ خلوت دوست ہوں گھبرا کے میں تعظیم دیتا ہوں — اگر دشمن بھی اسکی بزم میں زانو بدلتا ہے

نہیں ہوتی کسی کو بھی گوارا اپنی ناکامی — جسے تو بخش دیتا ہے جہنم اس سے جلتا ہے

ترا کوچہ ہے بخشا یا ہے جنت کیا کہیں کسکو — وہ جی اٹھتا ہے جو اس راہ سے مردہ نکلتا ہے

گرہ سے نقد دل کھوتے ہیں نقد عیش کی خاطر — قمار عشق میں کیا کیا ہمارا مال گلتا ہے

جنوں نے اپنے گھر کو بھی نہ چھوڑا یہ جنوں دیکھو — تپش سے داغ سودا کے دماغ اپنا پگھلتا ہے

یہاں تک تیز رو ہوں اے خضر میں راہ الفت میں — جو مجھ کو ضعف ٹھہرائے نہ جانے کوئی چلتا ہے

جو انداز جفا کل تھا نہ دیکھا آج وہ یارب — نیا روز اک فلک میرے ستانے کو بدلتا ہے

وہ سن کر نالہ گھبرائے تو غیروں نے تسلی دی
نہیں یہ داغ کی فریاد کوئی راہ چلتا ہے

ٹک ٹک کے نہ بیٹھینگے نہ مر مر کے اٹھیں گے — اب ظلم نہ ہم سے دل مضطر کے اٹھیں گے

افسانۂ غم اُن کو سناؤں نہ سناؤں — ڈرتا ہوں کہ وہ خواب میں ڈر ڈر کے اٹھینگے

چھیڑا ہے اگر تذکرۂ عشق تو سن لو — یہ قصہ تو پورا ہی بیاں کر کے اٹھینگے

دنیا ہی میں کر پرسش مظلوم الٰہی — بت حشر میں اٹھینگے تو پتھر کے اٹھینگے

میکش تو چلے جائیں گے جنت سے نکل کر — جبتک نہ خم بادۂ ساغر کے اٹھیں گے

بیکار ہے تقلید رہ شوق میں سچ ہے — معلوم نہ تھا پاؤں نہ رہبر کے اٹھیں گے

دیکھینگے وہ جب ناز سے میں نالہ کرونگا — فتنے یہ برابر سے برابر کے اٹھیں گے

قاتل ترے کشتوں کا سنبھلنا نہیں آساں — وہ روز جزا بعد پہر بھر کے اٹھیں گے

ہم لطف کے بندے ہیں خدا کی قسم اے داغ
ہم سے نہ کبھی ناز ستمگر کے اٹھیں گے

نہ سمجھا عمر گذری اس بت خود سر کو سمجھاتے — پگھل کر موم ہو جاتا اگر پتھر کو سمجھاتے

ہماری کون سنتا ہے دگرنہ ہم دم رخصت — ادھر کچھ دل کو سمجھاتے ادھر دلبر کو سمجھاتے

چکھا دیتے مزہ منھ پھیر کر رک رک کے چلنے کا — جو بس چلتا تو اپنے ہاتھ سے خنجر کو سمجھاتے

تری رفتار کا انداز جس میں ہو بھلے کیونکر — دلا کس طرح ہنگامۂ محشر کو سمجھاتے

ہوئے ملزم ہمیں سمجھا کے تم اے حضرت ناصح — سمجھ کر بندہ پرور ایسے [illegible] کو سمجھاتے

یہ ظالم تو ہزاروں کوس ہم سے دور رہتا ہے — اگر ملتا تو کچھ ہم چرخ بد اختر کو سمجھاتے

خدا جانے کہاں سے راہ الفت میں کہاں پہنچے — جو ہوتا ہوش کچھ ہم کو تو ہم رہبر کو سمجھاتے

اگر یہ جانتے دعویٰ کرینگے بت خدائی کا — تو ہم اول ہی سے [illegible] کو سمجھاتے

شب فرقت تڑپنا داغ کا دیکھا نہیں جاتا
گذر جاتی ہے ساری رات سارے گھر کو سمجھاتے

لائینگی پیچ زلف پریشاں نئے نئے — یہ سادگی دکھائیگی [illegible] نئے نئے

یہ چاہتا ہے شوق خلش دل میں دم بدم — رہ جائیں ٹوٹ ٹوٹ کے پیکاں نئے نئے

سودا ہے زاہدوں کو بھی اس بت کے عشق کا — ہونے لگے ہیں چاک گریباں نئے نئے

بیداد کو وہ داد کہیں ظلم کو کرم — کیا کیا جتائے جاتے ہیں احساں نئے نئے

لاؤں کہاں سے میں تجھے اے عالم شباب — آتے ہیں یاد ہائے وہ ارماں نئے نئے

وہ بدگمانیوں کا مزہ دل سے پوچھئے — مجھکو گمان تھے شب ہجراں نئے نئے

لطف خزاں ہے اور نہ لطف بہار ہے — گلشن نئے نئے ہیں بیاباں نئے نئے

نام خدا سنبھالے ہیں قاتل نے ہاتھ پاؤں — آئینگے زیر خنجر براں نئے نئے

گو جھوٹ جانتے ہوں مگر یہ بھی لطف ہے — ہوتے ہیں روز وعدہ و پیماں نئے نئے

واعظ سبب تو رنج نہیں ملک ہے خوشی — دیکھینگے روز حشر ہم [illegible] نئے نئے

ہے ان کرو ہم داغ سے یہ لوگ مل نہ جائیں
ہر روز بدلے جاتے ہیں درباں نئے نئے

اڑتی ہے خاک جبکہ ترے خاکسار کی
مشت غبار پھر نہیں سنتا سوار کی

یاں تک تو عاشقی میں لٹے ہم کہ بعد مرگ
مٹی بھی اڑ گئی ہے ہمارے مزار کی

بے چین ہو کے شوخ وہ معشوق ہو گیا
جس پر پڑی نگاہ ترے بے قرار کی

طرز جفا پسند ہے یا شیوۂ وفا
دونوں میں تم نے کون سی بات اختیار کی

دشمن کی بات کا بھی تو ہونے لگا یقیں
کچھ حد نہیں رہی ہے مرے اعتبار کی

ہم کیا گئے جہاں سے آزار ہی گیا
وہ بات ہی نہیں ستم روزگار کی

شیخ حرم کو چاہیے کچھ تحفہ ہند کا
تصویر بھیجوں گا بت سنگسار کی

اس بت پہ احتمال ہے تصویر کا مجھے
عادت گئی نہ وصل میں بھی انتظار کی

مجھ سے گناہگار کو کیا کیا عطا کیا
اے داغ کیا ہی شان ہے پروردگار کی

آشفتگی کسی کی اثر کچھ تو کر گئی
بن بن کے زلف رخ پہ تمہاری بکھر گئی

کیا کہیے کس طرح سے جوانی گذر گئی
بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

نخل مراد پھونک دیا آہ گرم نے
آئندہ آفرینش برگ و ثمر گئی

نیرنگ روزگار سے بدلا نہ رنگ عشق
اپنی ہمیشہ ایک طرح پر گذر گئی

صحت خدا کے ہاتھ ہے بیمار عشق کی
اپنی طرف سے تو تو نہ کر چارہ گر گئی

سجدے کو برہمن نے نہ چھوڑی کوئی جگہ
کیوں بتکدے میں خلق خدا آ کے بھر گئی

کیا کیا رہی سحر کو شب وصل کی تلاش
کہتا رہا ابھی تو یہیں تھی کدھر گئی

وقت نظارہ کی کشش حسن نے کمی
آنکھوں کو دے کے ساتھ نہ میری نظر گئی

زاہد شراب ناز کی تاثیر کچھ نہ پوچھ
اکسیر ہے جو حلق کے نیچے اتر گئی

میری شب فراق پہ کعبے میں شور ہے
یارب غضب ہوا کہ نماز سحر گئی

دم بھر میں کچھ بھی یاد نہیں اسکو کیا کروں
ناصح نے جو کہی مرے دل سے اتر گئی

رہتی ہے کب بہار جوانی تمام عمر — مانند بوئے گل اِدھر آئی اُدھر گئی
کیونکر پڑے گا صبر الٰہی رقیب پر — گر بعد مرگ میری طبیعت ٹھہر گئی

اے داغ کیا کہوں شب فرقت کی واردات
جو میرے ہاتھ سے مرے دل پر گذر گئی

حجت ہی جرم دل کی گواہی میں رہ گئی — آلودہ ان کی مہر سیاہی میں رہ گئی
تمکین جو اسکی شوخ نگاہی میں رہ گئی — کچھ دیر میرے دل کی تباہی میں رہ گئی
سیر مقام عشق تباہی میں رہ گئی — منزل کی آرزو دل راہی میں رہ گئی
دیکھا جو روز حشر کسی بت کو مضطرب — چل کر زباں ستم کی گواہی میں رہ گئی
کیا کر سکے اثر دل بسمل کی نیم آہ — تیغ شکستہ دست سپاہی میں رہ گئی
آتا ہے رحم توبہ پر اپنی مجھے بہت — کمبخت یہ نہ حفظ الٰہی میں رہ گئی
رہتا ہے نام صاحب سوز و گداز کا — تاثیر شعر اشکی و آگاہی میں رہ گئی
ہر آبلے میں خار ہے ہر خار نیشتر — وحشت کی نوک خوب تباہی میں رہ گئی
منہ پھیر دیگا دل صف مژگان یار کا — گر جان اس دلیر سپاہی میں رہ گئی
زاہد کو بندگی کا نتیجہ تو مل گیا — گردن خمیدہ یاد الٰہی میں رہ گئی
تیرے دہن سے چشمۂ حیوان ہے آب آب — پر اُس کی آبرو تو سیاہی میں رہ گئی
پورا ہو کوئی کام مصیبت زدوں سے کیا — جو رہ گئی مراد تباہی میں رہ گئی
ہجر صنم میں کیوں نہ خدا کو کیا گواہ — یہ چال ہم سے ایسی گواہی میں رہ گئی
شیریں ادائی آپ کی میٹھی چھری سہی — چل کر ہمیشہ تلخ نگاہی میں رہ گئی
کیا لکھ رہے تھے دیکھ کے مجھ کو جو تھم گئے — کیوں نوک خامہ غرق سیاہی میں رہ گئی
رکتے ہیں پیچ و تاب سے بھی تیر رو کہیں — بازو پہ کب گرہ پر ماہی میں رہ گئی
اے داغ اہل قلعہ کا لٹنا تو درکنار — تنخواہ بھی خزانۂ شاہی میں رہ گئی

وصل کی آرزو کیے نہ بنی ‏ ‏ نہ بنی جستجو کیے نہ بنی
شوق نے ہمکلام کر ہی دیا ‏ ‏ ان سے بے گفتگو کیے نہ بنی
ان سے جب شکوہ کر لیا تسلیم ‏ ‏ ہم کو بے سرخرو کیے نہ بنی
جب رگ کا خون بن گئی دم پر ‏ ‏ چاک دل کو رفو کیے نہ بنی
ذلتِ عشق ہے وہاں عزت ‏ ‏ شکوۂ آبرو کیے نہ بنی
بدگماں کو گمان بد گذرا ‏ ‏ وصفِ روئے نکو کیے نہ بنی
پاک ہونا ہے رند کو لازم ‏ ‏ میکشی بے وضو کیے نہ بنی
قتل ٹھہرا جو شیوۂ معشوق ‏ ‏ ہمیں دل کو لہو کیے نہ بنی

اس کی تصویر سے بھی تھا یہ خوف
داغ کو گفتگو کیے نہ بنی

کیا طرز کلام ہو گئی ہے ‏ ‏ ہر بات پیام ہو گئی ہے
کچھ رہبر نہ تھی شراب انگور ‏ ‏ کیا چیز حرام ہو گئی ہے
آگے تو نہیں نہیں سنی تھی ‏ ‏ اب تکیہ کلام ہو گئی ہے
جاتے جاتے پیامبر کو ‏ ‏ ہر صبح سے شام ہو گئی ہے
اب دیکھئے عشق پائمالی ‏ ‏ تعریف خرام ہو گئی ہے
پہنچے ہیں جب اس کی بزم میں ہم ‏ ‏ مجلس ہی تمام ہو گئی ہے
عالم کو ہے دعوئ محبت ‏ ‏ یہ خاص بھی عام ہو گئی ہے
اس بت کے ہمیں نہیں ہیں بندے ‏ ‏ مخلوق غلام ہو گئی ہے
[illegible] نہ ہوگی تیری الفت ‏ ‏ تجویز مقام ہو گئی ہے

جاگیر جنون [illegible] کے بعد
اب [illegible] ہو گئی ہے

شمع روشن ہے ہماری آہ سے — لو لگائے بیٹھے ہیں اللہ سے

چلتے ہیں کیا کیا وہ رستہ کاٹ کر — جب گذرتے ہیں ہماری راہ سے

کیوں نہ رکھوں میں تبرک کی طرح — غم ملا ہے عشق کی درگاہ سے

ایک بوسے پر ہمیں ٹالیں نہ آپ — کچھ علاوہ دیجئے تنخواہ سے

مانگ کر تجھ کو بہت نادم ہوا — مانگنا تھا اور کچھ اللہ سے

شادی و غم ہم کو یکساں ہو گئی — آہ سے غمگیں نہ خوش ہیں آہ سے

خوبصورت ہو کے تم اڑنے لگے — بحث ہے دن رات مہر و ماہ سے

چاہنے والوں کی صورت دیکھ لی — موت بہتر ہے تمہاری چاہ سے

قبر پر میری پڑھے کیا فاتحہ — جو نہ ہو آگاہ بسم اللہ سے

آ گئی تھی جو بات تیرے ذہن میں — کوئی چھپتی ہے دل آگاہ سے

تو نے واعظ زندگی دشوار کی — کیوں کیا واقف خدا کی راہ سے

داغ اس کافر کی نخوت دیکھنا
غیر کیا کم ہے زمرد شاہ سے

طرز قدسی میں کبھی شیوۂ انساں میں کبھی — ہم بھی اک چیز تھے اس عالم امکاں میں کبھی

رنج میں رنج کا راحت میں ہوں راحت کا شریک — خاک ساحل میں کبھی موج ہوں طوفاں میں کبھی

دل میں بے لطف رہی خار تمنا کی خلش — نوک بن کر نہ رہا یہ کبھی مژگاں میں کبھی

دم مرا لے کے ستمگار کرے گا تو کیا — یہ رہے گا نہ ترے خنجر براں میں کبھی

وار کرتے ہی بھرا زخم میں قاتل نے نمک — تیغ پر ہاتھ کبھی ہے تو نمکداں پہ کبھی

دل کے لینے میں تو یہ شوخی و چالاکی ہے — تم سے چستی نہ ہوئی سستی پیماں میں کبھی

بات کیا خاک کرے وصل میں یا تیرے ڈر سے — جس نے نالہ نہ کیا ہو شب ہجراں میں کبھی

دل آشفتہ کے انداز سے معلوم ہوا — رہ گیا ہے یہ تری زلف پریشاں میں کبھی

خضر سے میں نے جو کہیں جوشِ جنوں کی باتیں ایسے نکلے کہ نہ آئے تھے بیاباں میں کبھی
مجھکو اندازِ تمنا سے یقیں ہوتا ہے دم نکل جائیگا اس حسرتِ ارماں میں کبھی

اللہ اللہ رے تری شوخ بیانی اے داغ
سست اک شعر نہ دیکھا ترے دیوان میں کبھی

ہوا جو ان کی خوشی سے کچھ ملال مجھے جواب دینے لگی طاقتِ سوال مجھے
وفا شعار پہ معشوق ہے خدا رکھے کہ چھوڑتا نہیں دم بھر ترا خیال مجھے
غمِ عدو میں نہ گھبراؤ ہے یہ دورِ فلک کبھی ملال تمہیں ہو کبھی ملال مجھے
فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے سمجھ لیا کسی مُردے کا اس نے مال مجھے
کسی کے دل سے کسی کی نظر سے گرتا ہوں سنبھالنا ہے تو اے آسماں سنبھال مجھے
نوید بوسہ سے چپ بھی اگرچہ یہ ہے یقیں بہت ذلیل کرے گا مرا سوال مجھے
صدائے نالۂ شبِ وصل بھی نہ دل سے گئی پکارتی تھی یہ حسرت مری نکال مجھے
خبر نہیں کفِ نازک کا رنگ کیا ہوگا خرامِ ناز سے ہوتا ہے پائمال مجھے
پلا دے بزم میں ساقی اے شراب اتنی وہ مستِ ناز کہے مجھ سے تو سنبھال مجھے
سوا بتوں سے محبت کی اور کیا حاصل کچھ انفعال تمہیں ہو کچھ انفعال مجھے
وہ کہتے ہیں کہ یہ صورت نہ ہوگی محشر میں کہا جو میں نے دکھانا ہے کل یہ حال مجھے
کئے ہیں دشت میں پامال سیکڑوں کانٹے سکھا گئی تری رفتار خوب چال مجھے

اسیرِ حلقۂ کاکل نہ میں ہوا اے داغ
مرے خدا نے بچایا ہے بال بال مجھے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
ہم نکمے ہوئے زمانے کے کام ایسا سکھا دیا تو نے
کچھ تعلق رہا نہ دنیا سے شغل ایسا بتا دیا تو نے

کس خوشی کی خبر سنا کے مجھے — غم کا پتلا بنا دیا تو نے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — دلِ بے مدعا دیا تو نے

کیا بتاؤں کہ کیا کیا میں نے — کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے

بے طلب جو ملا ملا مجھ کو — بے غرض جو دیا دیا تو نے

عمرِ جاوید خضر کو بخشی — آبِ حیواں پلا دیا تو نے

نارِ نمرود کو کیا گلزار — دوست کو یوں بچا دیا تو نے

دستِ موسیٰ میں فیضِ بخشش سے — نورِ لوح و عصا دیا تو نے

صبحِ موجِ نسیمِ گلشن کو — نفسِ جانفزا دیا تو نے

شبِ تیرہ میں شمعِ روشن کو — نورِ خورشید کا دیا تو نے

نغمۂ بلبل کو رنگ و بوئے گل کو — دلکش و خوشنما دیا تو نے

کہیں مشتاق سے حجاب ہوا — کہیں پردہ اٹھا دیا تو نے

تھا مرا منہ نہ قابلِ لبیک — کعبہ مجھ کو دکھا دیا تو نے

جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی — اُس سے مجھ کو سوا دیا تو نے

رہبرِ خضر و ہادیِ الیاس — مجھ کو وہ رہنما دیا تو نے

مٹ گئے دل سے نقشِ باطل سب — نقشہ اپنا جما دیا تو نے

ہے یہی راہ منزلِ مقصود — خوب رستے لگا دیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا — تو جہنم کو کیا دیا تو نے

داغؔ کو کون دینے والا تھا

جو دیا اے خدا دیا تو نے

جور کے بعد ہے کیوں لطف یہ عادت کیا ہے — تم تلافی جو کرو اس کی ضرورت کیا ہے

ایک دن مان ہی جاؤ گے ہمارا کہنا — تم کہے جاؤ یہی تیری حقیقت کیا ہے

وعدۂ وصل سے انکار ہے تو قتل کرو
تم سے ہم پوچھتے ہیں ایسی قباحت کیا ہے

آدمی کو ہے یہی گوشۂ راحت کافی
گھر کرے دل میں جو انسان تو جنت کیا ہے

جان تک لیتے ہیں عشاق تو دولت کیسی
گنج قاروں کی محبت میں حقیقت کیا ہے

پوچھ لیتے ہیں یہ دستور ہے جلادوں کا
مجھ سے قاتل نے نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے

اے ستمگار اسے روزِ جزا کہتے ہیں
ابھی سمجھا ہی نہیں تو کہ قیامت کیا ہے

رحمتِ عالم کا اظہار ہے اس پردے میں
ورنہ پھر بندہ نوازی کی ضرورت کیا ہے

بس نہ دو تو بہانا نہ بدل کر چتون
آپ کو یہ بھی خبر ہے مری عادت کیا ہے

اس پہ نازاں ہے کہ جو لاکھ میں اک اچھا ہے
مجھ کو ہے ناز کہ میری بھی طبیعت کیا ہے

بات کی تھی نہ زمانہ کہ تم آگاہ نہ تھے
شکر کس چیز کو کہتے ہیں شکایت کیا ہے

حشر تک وہ تو نہ آئیں گے کبھی وعدہ پر
نہیں آتی جو قیامت تو یہ آفت کیا ہے

کیا کہوں کس سے کہوں دل کی حقیقت اے داغ
سب یہی پوچھتے ہیں کہیئے تو حضرت کیا ہے

تڑپ کے سینے سے دل بیتاب کوئی غم نکلتا ہے
ٹھہر جا صبر کو مضطر نہ ہو کیوں دم نکلتا ہے

وہ پھر کے دیکھتا کیا کیا جب ہمارا دم نکلتا ہے
گماں یہ ہے کہ دم کیا نکلا اس کا غم نکلتا ہے

جو آئے نامہ بر رشکِ عدو کا ذکر کہہ دینا
یہ کینہ صاحبِ غیرت کے دل سے کم نکلتا ہے

ہزاروں حسرتیں سر پیٹتی ہیں خانۂ دل میں
الٰہی دیکھئے اس گھر سے کب ماتم نکلتا ہے

نظر کر دیدۂ مشتاق پر یا دیکھ آئینہ
مجھے بھی کچھ خبر ہے تجھ میں کیا عالم نکلتا ہے

نہیں ہو رنگ خوں غصے سے رنگت سرخ ہی سی کی
مرے سینے سے پیکاں بھی ترا برہم نکلتا ہے

کوئی کیا سنبھلے دیکھئے دستگیری کیا کرے قسمت
ترے بیمارِ غم کا ہاتھ پکڑے دم نکلتا ہے

امید فاتحہ کیا کشتۂ تیغِ تغافل کو
کہ میری قبر سے منہ پھیر کر عالم نکلتا ہے

نہیں لیتا خدا کا نام تیرے عہد میں کوئی
مگر تیرا زبانِ خلق سے پیہم نکلتا ہے

نکلتا خلد سے رونا ہوا اگر آدمی ہوتا
رقیب اسکی گلی سے کیوں خوش خرم نکلتا ہے

کبھی ان گیسوؤں کی دست شانہ کیا نکالیگا
کہیں یہ پیچ پڑ جاتی ہے کہیں یہ خم نکلتا ہے

وہ میرا ذکر کیوں کرتے ہیں غیروں کے جلانیکو
اگر ڈھونڈھو تو ایسا آدمی بھی کم نکلتا ہے

تلوّن اس قدر اے داغ پھر یہ صبر کے دعوے
گھڑی میں توبہ کرتے ہو گھڑی میں دم نکلتا ہے

فسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں رہے
بہار ہو کے رہے ہم تو جس چمن میں رہے

شریک آہ و فغاں بھی سخن سخن میں رہے
جو میں رہوں تو بڑی دھوم انجمن میں رہے

مقابلہ ہے رقیبوں سے روز محشر بھی
چھپا ہوا کوئی خنجر مرے کفن میں رہے

مجھے یہ ڈر ہے کہ ایمان لے نہ آئیں لوگ
خدا کرے غلطی کچھ مرے سخن میں رہے

ملی جو بے وطنی میں ذرا بھی آسائش
عقیق جا کے عدن میں گہر یمن میں رہے

ترا وہ حسن ہے اے شعلہ رو جو تو چاہے
بغیر شمع کے پروانہ انجمن میں رہے

ہر ایک فتنہ بنے فتنۂ قیامت کیا
مگر وہی جو ترے چشم سحر فن میں رہے

بڑوں سے کیا ہمیں عقبےٰ میں شرمساری ہے
کہ پیرہن سے جو نکلے تو ہم کفن میں رہے

رہا نہ دامن یوسف میں داغ عصیاں کا
اگرچہ خون کے دھبے تو پیرہن میں رہے

زباں دے نہ عدو کو کہیں تو وہ شے ہے
ترے دہن میں ہے یا گئے آئینہ میں رہے

رہے علیحدہ شیریں تو اے فلک افسوس
فراق خسرو پرویز کوہکن میں رہے

ملا دے اس میں لعاب دہن کچھ اے ساقی
کہ تازگی بھی ذرا سی مئے کہن میں رہے

مسافری میں جب آرام پاؤ گے اے داغ
کہ تم سفر میں رہو آسماں وطن میں رہے

زمانہ ہے خفا مجھ سے کہ تم سے
گلے پر ہے گلا مجھ سے کہ تم سے

ستم سے باز آؤ ورنہ اک دن
یہ پوچھے گا خدا مجھ سے کہ تم سے

مجھے معلوم تھا یا تم کو معلوم
وہ راز افشا ہوا مجھ سے کہ تم سے

نہ کہنا پھر کہ ہم قاتل نہیں ہیں
ہوا خون خطا مجھ سے کہ تم سے

رقیبوں سے یہ کہتا ہوں سر بزم
وہ بیٹھے ہیں خفا مجھ سے کہ تم سے

چھپا کیوں چاند بدلی میں شب وصل
اسے آئی حیا مجھ سے کہ تم سے

خدا جانے محبت کو سر حشر
پڑے گا واسطہ مجھ سے کہ تم سے

مرا کہنا نہ مانا داغ تم نے
انھوں نے کی دعا مجھ سے کہ تم سے

ذکر میرا اگر آ جاتا ہے
سن کے وہ صاف اڑا جاتا ہے

غم ترا حصہ ہے میرا لیکن
دل چرا کر اسے کھا جاتا ہے

تھک گیا درد بھی اٹھتے اٹھتے
اب کلیجے میں رہا جاتا ہے

کیا نزاکت ہے کہ آپ آئینے میں
عکس کے ساتھ کھنچا جاتا ہے

ناز سے کھینچ نہ مجھ پر تلوار
غیر مشتاق ہوا جاتا ہے

ایک ہے تیری نگہ میری آہ
کہیں ایسوں سے رہا جاتا ہے

حسرتیں دل کی مٹی جاتی ہیں
قافلہ ہے کہ لٹا جاتا ہے

راہ میں گر نہ پڑے خط یا رب
نامہ بر شل ہوا جاتا ہے

داغ کو دیکھ کے بولے یہ شخص
آپ ہی آپ جلا جاتا ہے

تلوار تری رواں بہت ہے
تھوڑا سا بھی امتحاں بہت ہے

اے داور حشر کل کہوں گا
دن کم ہے یہ داستاں بہت ہے

کچھ آہ کے حوصلے نکلتے
نیچا مگر آسماں بہت ہے

بگڑا ہے مرے مزاج کا رنگ
بے تاب مزاجداں بہت ہے

اے نامہ بر آ نہ جائے آفت — چالاک تری زباں بہت ہے
دامن پہ ترے لگی رہی خاک — اتنا ہی مرا نشاں بہت ہے
دل تنگ سہی پر اے تمنا — مر رہنے کو یہ مکاں بہت ہے
جنت میں کہیں گے تیرے عاشق — تکلیف ہمیں یہاں بہت ہے
کونین کے لطف کس سے اٹھیں — مجھ کو غم دو جہاں بہت ہے
انکار رقیب سے بھی ہوگا — یہ فقرہ نہیں رواں بہت ہے
اک کوہ گراں ہے عشق لیکن — اس کو دل ناتواں بہت ہے
الفت میں نہیں ہے صبر نایاب — یہ چیز مگر گراں بہت ہے
باطن کی خبر خدا کو ہے داغ
ظاہر میں وہ مہرباں بہت ہے

کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے — مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے
سنکر مرا فسانہ انھیں لطف آ گیا — سنتا ہوں اب کہ روز طلب قصہ خواں کی ہے
پیغامبر کی بات پر آپس میں رنج کیا — میری زباں کی ہے نہ تمہاری زباں کی ہے
کچھ تازگی ہو لذت آزار کے لیے — ہر دم مجھے تلاش نئے آسماں کی ہے
جانبر بھی ہو گئے ہیں بہت مجھ سے نیم جاں — کیا غم ہے اے طبیب جو پوری دوا نکی ہے
حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر — کہتے ہیں سب یہ قبر کسی نوجواں کی ہے
وقت خرام ناز دکھاؤ جدا جدا — یہ چال حشر کی یہ روش آسماں کی ہے
فرصت کہاں کہ ہم سے کسی وقت تو ملے — دن غیر کا ہے رات ترے پاسباں کی ہے
قاصد کی گفتگو سے تسلی ہو کس طرح — چھپتی نہیں وہ بات جو تیری زباں کی ہے
جور رقیب ظلم فلک کا نہیں خیال — تشویش ایک خاطر نامہرباں کی ہے
سنکر مرا فسانۂ غم اس نے یہ کہا — ہو جائے جھوٹ سچ یہی خوبی بیاں کی ہے

دامن سنبھال باندھ کمر آستیں چڑھا — خنجر نکال دل میں اگر امتحاں کی ہے

ہر ہر نفس میں دل سے نکلنے لگا غبار — کیا جانے گرد راہ یہ کس کارواں کی ہے

کیونکر نہ آتے خلد سے آدم زمیں پر — موزوں وہیں وہ خوب ہے جو شے جہاں کی ہے

تقدیر سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ عشق میں — تدبیر کوئی بھی ستم ناگہاں کی ہے

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ

ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

غم اٹھانے کے واسطے دم ہے — زندگی ہے اگر تو کیا غم ہے

آئے ہیں وہ رقیب کے گھر سے — اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے

کہتے ہو کچھ کہوں کہوں کیا خاک — جانتا ہوں مزاج برہم ہے

گریۂ بے اثر کی کچھ حد بھی — ہم ہیں اور آج چشم پرنم ہے

کیا نئے دوستوں سے بگڑی آج — دشمنوں کا کچھ اور عالم ہے

مجھ کو دیکھا تو غیر سے یہ کہا — عمر اس نوجوان کی کم ہے

گر خوشی ہے تو وصل کی ہے خوشی — غم اگر ہے تو ہجر کا غم ہے

اک جہان مہرباں ہوا تو کیا — مہربانی تری مقدم ہے

سنتے ہیں داغ کل وہ آئے تھے

یار سے اب تو سلوک باہم ہے

تمت

بہترین علمی ادبی تاریخی اور شعر و شاعری کی کتابیں

کتاب	موضوع	مصنف	قیمت
اردو انشائیہ	(ادب)	سید صفی مرتضیٰ	3/50
تذکرہ خوش معرکۂ زیبا	(تذکرہ)	مرتبہ ڈاکٹر سید محمد شمیم انہونوی۔	15/-
مراثی انیس میں جذباتی تادیل		ڈاکٹر سلام سندیلوی	4/-
باقیات غالب	(کلام غالب)	وجاہت علی سندیلوی	3/-
کلیات اقبال		ڈاکٹر اقبال	8/-
داستان عہد گل	(خطوط)	راز چاند پوری	2/50
غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ		ڈاکٹر سلام سندیلوی	10/-
کلام نرم و نازک	(طنز و مزاح)	واہی نقوی	4/-
نگار غالب نمبر		نیاز فتح پوری	3/50
وجد و حال	کلام	بہزاد لکھنوی	2
منیر شکوہ	(تحقیق)	ڈاکٹر زہرہ یاسمین	5/-
نیرنگ خیال	(ادب)	مولوی محمد حسین آزاد	1/50
خطوط مشاہیر	(خطوط)	عبدالماجد دریابادی	3/-
دو ادبی اسکول	(تحقیق)	سید علی جواد زیدی	7/-
مولانا ابوالکلام آزاد فکر و فن	(تحقیق)	ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد	10/-
فانی کی شاعری		ڈاکٹر ظہیر الدین صدیقی	4/50
ادب کا تنقیدی مطالعہ	(ادب)	ڈاکٹر سلام سندیلوی	12/-
مثنوی سراپا سوز	(مثنوی)	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	-/75
رباعیات دبیر	(رباعیات)	سرفراز حسین خبیر	1/25
فیض مسیحہ	(حکایات)	مسعود حسن رضوی	1/50

کتاب	صنف	مصنف	قیمت
ایرانیوں کا مقدس ڈرامہ	(ڈرامہ)	〃	2/50
مطالعہ امیر	(سوانح)	ڈاکٹر ابو محمد سحر	8/-
معرکۂ چکبست و شرر	(ادبی بحث)	امیر حسن نورانی	6/75
مقالات تلہری	(مقالات)	اختر علی تلہری	2/50
مکاتیب امیر مینائی	(خطوط)	احسن اللہ خاں ثاقب	5/-
مضامین فرحت اول	(مزاحیہ مضامین)	مرزا فرحت اللہ بیگ	3/75
مشاعرہ عالم ارواح	(کلام شعرا)	مرتضیٰ حسین موسوی	4/-
ہندوستانی لسانیات	(لسانیات)	محی الدین قادری زور	3/-
پطرس کے مضامین	(مزاحیہ مضامین)	پطرس بخاری	1/50
اسلامی خطبات	(خطبات)	عبد المجید قریشی	4/-
اسلامی ڈرامے	(ڈرامے)	باسط سلیم	2/50
پھول مالا	(کلام)	منے آغا ذکی	1/50
مخزن الاسرار	〃	مجموعہ کلام حضرت غمگین	3/-
سفینہ	〃	شفیق جونپوری	2/-
لمعات شاد	〃	شاد عظیم آبادی	2/-
اقبال امام ادب		رئیس احمد جعفری	1/75
انتخاب قصائد اردو		ڈاکٹر ابو محمد سحر	8/-
اردو میں قصیدہ نگاری		〃 〃	6/-
مضامین ہفت رنگ		ڈاکٹر آفتاب اختر	2/50
مرزا رسوا حیات و ناول نگاری		ڈاکٹر آدم شیخ	6/-
وجد و حال		کلام ہیز از لکھنوی	2/-

کتاب	مصنف	قیمت
آبگینہ	کلام حفیظ مالیگانوی	2/-
زبان داغ	داغ کے عاشقانہ خطوط	3/50
داستانے چند	ناز چاندپوری	2/-
اردو شاعری کی ہندستانی روح	زرینہ ثانی	1/50
اردو شاعری میں منظر نگاری	ڈاکٹر سلام سندیلوی	10/-
شام و شفق	〃	2/50
تنقید و انداز نظر	ڈاکٹر سیدہ جعفر	4/-
کردار	ڈاکٹر سموئل اسمائلز کی نفسیاتی کتب	2/25
فانی کی شاعری	ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی	4/50
فکری زاویے	〃	4/-
سفر حجاز	عبدالماجد دریابادی	6/-
غالبیات	عبدالقوی دسنوی	6/-
غالبیات کے چند مباحث	ڈاکٹر ابو محمد سحر	5/-
اردو نثر میں ادب لطیف	ڈاکٹر عبدالودود	8/-
جہان غالب	کوثر چاندپوری	5/-
ایک تھا شاعر	شاد عارفی	12/-
شوخی تحریر	کلام شاد عارفی	3/-
تلمیحات	محمود نیازی	9/-
محمد قاسم سے حالی تک	نیاز فتح پوری	10/-
ناول کیا ہے	ڈاکٹر محمد الحسن ہاشمی	3/50
اکبر کے لطیفے	نادم سیتاپوری	1/50